ہم علمِ حدیث کیسے پڑھیں؟

محمد ادریس بن محمد یوسف گونیا گودھروی

جامعہ کنز العلوم جمالپور احمد آباد

ادارۂ صدیق

ڈابھیل ضلع نوساری گجرات

دعائیہ کلمات

سیدی ومرشدی

حضرت اقدس مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم العالیہ

شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل

باسمہ تعالیٰ

عزیز گرامی مولانا محمد ادریس صاحب حفظکم اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ابھی ابھی آپ کا گرامی نامہ موصول ہوکر موجب مسرت ہوا اور یہ معلوم ہوکر مزید مسرت ہوئی کہ آپ نے "ہم علم حدیث کیسے پڑھیں؟" کے عنوان سے ایک اہم مضمون طلباء ومدرسین حدیث کی رہنمائی کے لئے ترتیب دیا ہے، آپ نے اپنے اس مضمون کے ذریعہ علم حدیث سے اشتغال رکھنے والے اہلِ علم کی ایک اہم ضرورت کی تکمیل فرمائی ہے، اللہ تعالیٰ اس کو حسن قبول عطا فرما کر علم حدیث سے اشتغال رکھنے والے تمام احباب کو اس سے بیش از بیش فائدہ پہنچائے اور آپ کو اس نوع کی مزید علمی خدمات انجام دینے کی توفیق اور سلیقہ عطا فرمائے، دل سے دعا کرتا ہوں۔

فقط والسلام

أملاہ (حضرت اقدس مفتی) احمد (صاحب) خانپوری (دامت برکاتہم العالیہ)

رائے گرامی

محدث کبیر ناقد بصیر

حضرت اقدس مولٰنا زین العابدین صاحب اعظمی اطال اللہ بقاءہ بالصحۃ والعافیۃ

صدر شعبۂ تخصص فی الحدیث جامعہ مظاہر علوم سہارنپور

باسمہٖ تعالیٰ

عزیز گرامی سلمہ اللہ تعالیٰ　　　　　　السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میں نے آپ کی کتاب جگہ جگہ سے پڑھ لی، مجھ کو بہت مفید معلوم ہوئی، دوسطریں اس کتاب کے متعلق لکھ دی ہیں جو بالکل شروع میں ہے، کہیں کہیں غلطی ملی اس کو صحیح کردیا ہے، اور کہیں صرف تحقیق کا نشان لگادیا ہے، اس کو دیکھ کر کتاب شائع کریں۔ والسلام۔

دوسطریں

یہ کتاب علم حدیث میں مشغول ہونے والے طلباء واساتذہ دونوں کے لئے بہت مفید ہے، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

(حضرت مولٰنا) زین العابدین (صاحب) اعظمی اطال اللہ بقاءہ بالصحۃ

۱۳؍شوال ۱۴۳۲ھ

رائے گرامی

نمونۂ سلف

حضرت اقدس مفتی ابراہیم صاحب آچھودی مدظلہم العالی

خلیفہ حضرت مولٰنا رابع صاحب ندوی دامت برکاتہم العالیہ

باسمہٖ تعالیٰ

عزیز محترم مولانا حافظ ادریس سلمہ اللہ تعالیٰ

بعد سلام مسنون آپ کی تالیف "ہم علم حدیث کیسے پڑھیں؟" کو کہیں کہیں سے دیکھا، ماشاء اللہ کتاب اپنے موضوع میں خوب ہے، اور آپ کا یہ علمی کارنامہ ہم سب کے لئے باعث رشک بھی ہے، خدا تعالیٰ آپ کو ایسے علمی کارنامے انجام دینے کی مزید توفیق عطا فرمائیں، اور آپ کی عمر و علم میں خوب خوب برکت نصیب فرمائیں۔ (آمین)

تقریظ

مفتی عبداللہ صاحب معروفی دامت برکاتہم

استاذ شعبۂ تخصص فی الحدیث دارالعلوم دیوبند

باسمہٖ تعالیٰ شانہ

الحمدللہ کفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ وبعد۔۔

اس میں شک نہیں کہ حدیث نبوی کی تعلیم اور تعلم بہت ہی بابرکت مشغلہ ہے، حدیث پاک درحقیقت قرآن کریم کی تفہیم وتشریح ہے، جس طرح قرآن کریم کلام معجز ہے، اسی طرح حدیث پاک بھی فصاحت وبلاغت کے اعلیٰ معیار پر ہے، چنانچہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد "اوتیت جوامع الکلم" اس کی بین دلیل ہے، نیز حدیث شریف کا علم اپنی جامعیت کی بناء پر بہت سے علوم کا جامع ہے، ان علوم سے مناسبت کے بغیر صحیح معنوں میں علم حدیث سے مناسبت پیدا نہیں ہوسکتی، اس حقیقت کو واضح کرنے کے لئے پیش نظر کتاب تالیف کی گئی ہے، اور اختصار کے ساتھ طلباء ومدرسین اور مشتغلین علم حدیث کے لئے اس فن کے متعلق کچھ رہنما اصول باخطوط پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے، کتاب پر بندہ نے متعدد مقامات سے نظر ڈالی، امید ہے کہ حضرات اہلِ علم خصوصاً فن حدیث شریف سے دلچسپی رکھنے والوں کے لئے مفید ہوگی، اللہ تعالیٰ اس کتاب کو اپنی بارگاہ میں پھر بندگانِ خدا کے درمیان حسن قبول عطا فرمائے۔

فقط والسلام۔

(مفتی) عبداللہ (صاحب) معروفی (دامت برکاتہم)

خادم التدریس دارالعلوم دیوبند

۱۱-۲۸-۱۴۳۳ھ

تقریظ

المحقق و المدقق

فضيلة الشيخ محمد طلحه بن بلال منيار سورتی حفظه الله تعالیٰ[1]

تلميذ الشيخ عبد الفتاح ابو غده رحمه الله

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على خير الخلق أجمعين، سيدنا محمد وعلى آله وأصحابه ومن تبعهم باحسان الى يوم الدين۔

أما بعد: فقد مضت على بلاد الهند عقود متطاولة، لم يكن لها دور في خدمة الحديث الشريف ولا نشاط بارز في الاشتغال به تعلّماً وتعليماً، الى أن أطل القرن العاشر الهجري الذي يعد بداية النهضة الحديثية في الهند، ومن ضمن الأسباب التي كان لها دور واضح في قيام هذه النهضة، سببان اثنان:

أولهما: وفود جمهرة من علماء الحجاز ومصر واليمن ممن كان لهم اشتغال بهذا الفن، الى بلاد الهند، وتوطنهم بها۔ وخصوصا بكجرات۔ وقيامهم بنشر علم الحديث بين أهلها۔

ثانيهما: ارتحال بعض علماء الهند الى بلاد الحرمين وتلقيهم عن علمائها، ثم سعيهم بعد العودة في خدمة الحديث تدريسا وتصنيفا۔

---

[1] موصوف سورت شہر کے باشندے ہیں اور اپنی زندگی کا اکثر حصہ مدینہ منورہ میں گذارا ہے، موصوف عالم اسلام کے مشہور عالم شیخ عبد الفتاح ابو غدہؒ کے شاگرد رشید ہیں، موصوف نے شیخ عبد الفتاح کی نگرانی میں حافظ ابن حجر کی معرکۃ الآراء کتاب "لسان المیزان" کی تحقیق کا گراں قدر کام انجام دیا ہے جو ان کے تحقیقی مزاج کے حامل ہونے کی واضح دلیل ہے، نیز نور الایضاح کے شروع میں ان کا تالیف کردہ مقدمہ بھی موصوف کی علمی گہرائی و گیرائی کی واضح دلیل ہے۔

الا أن ازدهار هذا العلم في الهند واتساع رقعته ونفاق سوقه ونشوء نشاط بارز في تداوله تدريسا وتصنيفا، يعود الفضل فيه الى الامام المحدث الشيخ عبد الحق الدهلوى (ت ١٠٥٢ هـ) وتلامذته وأولاده۔

ثم جاء العصر الذهبي للحديث الشريف وعلومه حين قام الامام العلامة المحدث أحمد بن عبد الرحيم الدهلوي (ت ١١٧٦ هـ) المعروف ب (الشاه ولي الله) بتلقي علوم الحديث عن علماء الحجاز وبخاصة عن العلامة الشيخ أبي طاهر الكردي المدني (١١٤٥ هـ)، ثم عاد الشيخ ولي الله الى الهند، وقصر همته على نشر الحديث وجد واجتهد، حتى قامت دولة الحديث بالهند، وتهافت على طلبه وتلقيه عنه وعن تلاميذه جموع غفيرة من رواد الحديث في طول بلاد الهند وعرضها، وأصبح الشاه ولي الله بهذا النشاط العلمي القوي هو مرجع علوم الحديث ومدار أسانيده في بلاد الهند، الى [illegible] ـر، وأعقبت جهود الشيخ ولي الله وأبنائه وأحفاده سيلا من الشروح والحواشي والتعليق و مصنفات الحديثية، وانتشرت حلقات تدريس كتب الحديث في كبرى المدن الرئيسة۔

وحين بدأ عصر طباعة الكتب، كانت بلاد الهند سباقة الى نشر أمهات الكتب الكبار في شتى فنون علوم الحديث، مما ساعد في اشاعة هذا العلم، واقتناء نفائس الكتب النادرة وسهولة الاستفادة منها۔

ثم جاء دور قيام المدارس والمعاهد الدينية، التي رسمت لنفسها منهجا دراسيا يشتمل على تدريس أهم الكتب في مختلف العلوم، وقد خصص واضعوا هذا المنهاج الدراسي السنة الأخيرة التي تسبق التخرج والتفرغ، خصصوها لعلم الحديث النبوي الشريف، فيتم في هذه السنة الدراسية تدريس الكتب الستة الحديثية على وجه الخصوص، لذلک يسمونها سنة الدورة الحديثية، ويتولى تدريس هذه الكتب في الدورة الحديثية كبراء المدرسين ممن حازوا

مكانة علمية عالية وأمضوا سنوات عديدة في تدريس العلوم والفنون۔

ونظرا الى أن الحديث الشريف هو المصدر الثاني بعد الكتاب العزيز لأحكام الشريعة المطهرة ، وأصل أصيل للفقه الاسلامي وأصوله ، فانه لا يمكن فصل العلمين عن بعضهما البعض ، ولكن لكل منهما كيان خاص ومعالم وملامح بارزة ، لا تسمح لأحدهما أن يترك مجاله وميدانه ليتربع عليه الآخر ، كما هو المشاهد في تدريس الكتب الستة في المدارس والمعاهد اليوم ، حيث يطغى الجانب الفقهي في الشرح والافادة۔

ولعل هذه الظاهرة الراهنة هي التي دعت بعض المعاهد الى اقامة دورات تخصصية في علوم الحديث بعد تخرج الطالب من الدورة الحديثية السائدة ، ليتم فيها تناول فنون الحديث الأخرى بشكل مركز وبصورة أشمل وأوسع ، لسد الاعواز في تحصيل علوم الحديث التي ينبني عليها الفهم الصحيح۔

وكان من بين الملتحقين بهذه الدورات الحديثية التخصصية الأخ الفاضل المولوي محمد ادريس الگودهروي سلمه الله ، مرتب هذه المذكرة بعنوان (كيف ندرس علم الحديث؟) فانه لمس هذا الأمر المذكور ، فأحب أن يكون له دور في تسديد هذه الظاهرة ، ووضع الأمور في نصابها ، ليكون الدرس الحديثي أكثر توازنا وأعمق فائدة وأوسع أفقا ، وخشية اندراس معالم هذا الفن بسبب التناول المجتزئ ، مع ما سبق لهذه البلاد من دور مشرق في العناية به وخدمته ونشره۔

وقد تناول الأخ المولوي ادريس في هذه المذكرة علوما أو مباحث أربعة من علوم الحديث ، رأى أن الاعتناء بها كفيل باقامة التوازن في الدرس الحديثي في مدارسنا وجامعاتنا الدينية ، وعقد لكل موضوع بابا مستقلا ، وهذه المباحث هي :

١ ـ العناية بتصحيح أسماء الرواة في الأسانيد۔

۲۔العناية بتصحيح ألفاظ متن الحديث۔

۳۔تحقيق أحوال رجال الأسانيد۔

۴۔فقه الحديث۔

وقد اعتنى المؤلف خلال تناوله لهذه المباحث الأربعة ، بالتعريف بأهم مصنفات علماء الحديث فيها ، و كيفية الاستفادة منها۔

ولعل أوسع الأبواب هو الباب الثالث الذي تناول موضوع تخريج الأحاديث من المصادر الحديثية ، وهو فن عملي لا يمكن فهمه بدون أمثلة تطبيقية ، كما أنه يتطلب المرور على كثير من أمهات كتب الحديث ، وله صلة وثيقة بسائر علوم الحديث على كثرتها وتنوعها۔

فالحاصل أن المؤلف قد وفق في تناول هذه المباحث ، وقد التمس مني أن أراجع له هذه المذكرة ، وأكتب لها تقديما موجزا ، فكتبت هذه السطور نزولا على رغبته ، سائلا المولى عز وجل أن يبارك في جهد المؤلف ، وينفع به الفضلاء المعنيين بتدريس الحديث الشريف۔

و آخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين ، وصلوات الله و سلامه على خاتم النبيين ، وعلى آله وأصحابه أجمعين۔

و كتبه

الفقير الى عفو ربه الغفار

محمد طلحة بلال أحمد منيار

تقریظ

مولٰنا احمد حسین پٹنی مظاہری دامت برکاتہم

بانی و مہتمم و شیخ الحدیث جامعہ کنز العلوم، جماپور، احمد آباد۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ بات روز روشن کی طرح عیاں اور ظاہر ہے کہ شریعت اسلامیہ کی بنیاد دو چیزوں پر رکھی گئی ہے۔۔۔(۱) قرآن کریم (۲) احادیث مبارکہ، احادیث مبارکہ قرآن کی تشریح وتفسیر ہیں، اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے جو مقاصد بیان فرمائے، ان میں قرآن کریم کے معنی کی وضاحت اور مراد خداوندی کو بیان کرنا بھی شامل ہے، ارشاد باری ہے: وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس ما نزل الیھم ولعلھم یتفکرون، قرآن کریم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مطاع کی حیثیت سے پیش کیا ہے: یاایھا الذین آمنوا اطیعو اللہ والرسول، معلوم ہوا کہ قرآن کی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال، افعال، احوال اور تقریرات کی بھی اتباع کرنا ضروری ہے، اللہ تعالیٰ نے مستقل طور سے اس کا حکم فرمایا ہے، صرف قرآن پر عمل کر لینا کافی نہیں ہے۔

احادیث مبارکہ کی حفاظت کے لئے سلف صالحین نے مختلف طریقے استعمال کئے، احادیث طیبہ کے حصول کے لئے محیر العقول کاوشیں، دور دراز ملکوں کا انتہائی بے سروسامانی کی حالت میں سفر کرنا اور بعض مرتبہ ایک ایک حدیث کی تلاش میں ہزاروں میل کا مستقل سفر کرنا، احادیث طیبہ کو سینوں میں محفوظ کرنا، احادیث کے پیغام اور تعلیم کو فرد و قوم کی عملی زندگی میں جزب کرنا، احادیث سننے اور سنانے کی محفلیں منعقد کرنا، تدریس حدیث کے حلقے، حدیث کی کتابت، حدیث کی تدوین، فن اصول حدیث متعارف کرانا، احادیث کی سندوں کی چھان بین، احادیث کے متن کو پرکھنا، رواۃ حدیث کے حالات زندگی اور ان کے اخلاق و کردار کو فن اسماء الرجال کی شکل میں محفوظ کرنا، احادیث کے مختلف درجے متعین کرنا، ایسی کتابوں کی تیاری جن میں صرف صحیح احادیث کا بیان ہو، ہر حدیث کی فنی حیثیت متعین کرنا، ان

راویوں سے ملت کو آگاہ کرنا جو وضع حدیث کے لئے مشہور ہیں اور ایسی کتابیں مرتب کرنا، جسمیں تمام موضوع روایات کو جمع کر دیا جائے تا کہ لوگ ان موضوع روایات کو اقول رسول صلی اللہ علیہ وسلم سمجھ کر دھوکا نہ کھائیں، یہ وہ مختلف طریقے تھے جو مسلمانوں نے حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیش بہا خزانے کی حفاظت کے لئے استعمال کئے۔

خدمات حدیث کے اس سلسلۃ الذھب کی ایک کڑی برے صغیر ہندو پاک کے وہ مدارس عربیہ ہیں جہاں صحاح ستہ کو کہیں ایک سال میں "دورہ حدیث" کے نام سے اور کہیں دو تین سالوں میں تقسیم کرکے "تخصص فی الحدیث" کے نام سے پڑھایا جاتا ہے، لیکن طرز تدریس جو اختیار کیا جاتا ہے وہ انتہائی افسوس ناک ہے، کہ ابتداء میں طویل تقریریں ہوتی ہیں، جسمیں زیادہ تر فقہی موشگافیاں اور مسلکی اختلافات ہی پر زیادہ تر توجہ مبذول ہوتی ہے، حالانکہ حدیث کو فن حدیث کے نقطہ نظر سے پڑھایا جانا چاہئے۔

اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے محترم مولانا ادریس صاحب گودھروی، استاذ جامعہ کنز العلوم احمد آباد کو جنہوں نے "ہم علم حدیث کیسے پڑھیں؟" کے نام سے یہ رسالہ مرتب کیا ہے، جسمیں انہوں نے اسماء الرجال کو صحیح ضبط کے ساتھ پڑھنے کی اہمیت پر روشنی ڈالی ہے، اور اس سلسلہ میں کن کتابوں سے استفادہ کیا جا سکتا ہے اس کو بھی بیان کیا ہے، نیز انہوں نے متن حدیث کے الفاظ کو درستگی کے ساتھ پڑھنے کی اہمیت کو بیان کیا ہے، اسی طرح سلسلہ سند میں واقع رجال کی بحیثیت جرح وتعدیل تحقیق کے طریقہ کار اور اس سے متعلق کتابوں کا ذکر کیا گیا ہے اور اخیر باب میں حدیث کے فوائد وآداب کے متعلق مختصراً روشنی ڈالی ہے۔

اللہ تعالیٰ موصوف کو جزائے خیر عطا فرمائے، اور ان کی اس خدمت کو قبول فرمائے، اور طالبین علوم حدیث کے لئے اس کو نافع بنائے۔ آمین یارب العالمین۔

(مولنا) احمد حسین پٹنی مظاہری

۱۶/اکتوبر-۲۰۱۲ء

عرضِ حال

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین وعلی الہ الطیبین الطاھرین وصحابتہ اجمعین۔

فن حدیث کی اہمیت کے لئے اتنی ہی بات کافی ہے کہ حامل قرآن حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی سیرت اور حیات طیبہ اور اخلاق وعادات مبارکہ اور آپ ﷺ کے اقوال واعمال، آپ ﷺ کے سنن ومستحبات اور احکام وارشادات اسی علم حدیث کے ذریعہ ہم تک پہنچتے ہیں، اسی طرح خود اسلامی تاریخ، صحابہ کرامؓ کے احوال اور ان کے اعمال واقوال اور اجتہادات واستنباطات کا خزانہ بھی اسی کے ذریعہ ہم تک پہنچتا ہے، اس بناء پر اگر یہ کہا جائے تو صحیح ہے کہ کامل ومکمل اسلام اسی علم حدیث کی بدولت مسلمانوں میں ہمیشہ سے موجود وقائم ہے اور ان شاء اللہ تا قیامت قائم رہیگا۔

اسی اہمیت کے پیش نظر مسلمانوں نے آغاز اسلام ہی سے قرآن پاک کے بعد اس علم کو اپنے سینہ سے لگایا اور اپنی پوری محنت، قابلیت اور اخلاص وعقیدت کے ساتھ اس کی ایسی خدمت کی دنیا کی کوئی قوم اپنی قدیم روایات واسناد کی حفاظت کی ایسی مثال پیش نہیں کر سکی، خدماتِ حدیث سے سلسلۃ الذہب کی ایک کڑی ہمارے ہندوستانی مدارس اسلامیہ ہے کہ درس نظامی کا آخری مکمل سال فن حدیث کے لئے خاص کر دیا جاتا ہے، تا کہ طالب علم اپنی پوری توجہ اس علم کی طرف مبذول کر سکے۔

لیکن افسوس صد افسوس! فن حدیث کا طرز تدریس کچھ اس طرح کا اختیار کیا جاتا ہے کہ طالب علم کو یہ محسوس ہونے لگتا ہے کہ فن حدیث صرف مسائل فقہیہ میں سیر حاصل بحث کرنے کا اور حنفی وشافعی کے اختلاف کا نام ہے۔ ضرورت اس بات کی رہ جاتی ہے کہ مسائل فقہیہ کے ساتھ ساتھ حدیث کے دیگر ضروری امور کے بیان کی طرف بھی توجہ دی جائے تا کہ طالب علم کو معلوم ہو کہ فن حدیث میں اور کون کون سی چیزوں کی طرف توجہ دی جانی چاہیے۔

میرے ناقص خیال میں فن حدیث کے ضروری مباحث میں سے فن حدیث کو پڑھنے کے دوران کم از کم چار چیزوں کی طرف خاص توجہ دی جانی چاہیے۔(۱) سلسلہ سند میں واقع اسماء کا صحیح ضبط (۲) الفاظ حدیث کو درستگی کے ساتھ پڑھنا (۳) سلسلہ سند میں واقع رجال کی بحیثیت جرح وتعدیل تحقیق کرنا (۴) حدیث سے ثابت شدہ فوائد وآداب کا بیان۔

پیش نظر کتاب میں "مقدمہ" کے عنوان کے ماتحت مشتغلین بالحدیث کے متعلق وارد شدہ فضائل کی احادیث، فن حدیث کی اہمیت کے متعلق علماء کے اقوال، فن حدیث کی خدمت کے سلسلہ میں علماء متقدمین کی قربانیاں اور فن حدیث کے آداب وغیرہ کو ذکر کیا گیا ہے۔اس کے بعد "باب اول" کے عنوان کے ماتحت سلسلہ سند میں واقع اسماء کو صحیح ضبط کے ساتھ پڑھنے کی اہمیت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس کے ضمن میں ضبط اسماء کی درستگی کے لئے کون کون سی کتابوں کی مراجعت کرنی چاہیے۔ان کتابوں کا تعارف کروایا گیا ہے۔ "باب دوم" کے ماتحت متن حدیث کے الفاظ کو درستگی کے ساتھ پڑھنے کی اہمیت کو اجاگر کیا گیا ہے، نیز متن حدیث میں واقع کلمات غریبہ کے صحیح ضبط کے لئے کون کون سی کتابوں کی مراجعت کرنی چاہیے، ان کتابوں کا ذکر کیا گیا ہے۔"باب سوم" کے عنوان کے ماتحت سلسلہ سند میں واقع رجال کی بحیثیت جرح وتعدیل تحقیق کے طریقہ کار اور اس کے متعلق تالیف شدہ گراں قدر کتابوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ باب چہارم کے ماتحت فوائد وآداب حدیث کے بیان کے متعلق اجمالی بات پیش کر کے کتاب کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا گیا ہے۔

تشکر و امتنان : اولاً میں اس ذات وحدہ لاشریک لہ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ جس نے مجھے اس کارِ خیر کی توفیق وسعادت بخشی۔

این سعادت بزور بازو نیست　　　تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

اس کے بعد میں ان تمام حضرات اہلِ علم کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے اپنے قیمتی اوقات فارغ کر کے کتاب کے متعلق اپنی گراں قدر آراء تحریر فرما کر بندہ کو دعاؤں سے نوازا، نیز

میں اپنے مشفق استاذ محترم مولٰنا خالد سعید صاحب اعظمی دامت برکاتہم (استاذ شعبۂ تخصص فی الحدیث جامعہ مظاہر علوم، سہارنپور) کا تہہ دل سے شکر گذار ہوں جنہوں نے اپنے قیمتی اوقات فارغ کر کے کتاب کے تقریباً نصف حصہ پر نظر ثانی فرما کر مفید اصلاحات فرمائی، اسی طرح شاگردوں میں مولوی محمد اسامہ احمد آبادی اور محمد یاسر احمد آبادی کا بھی شکر گذار ہوں کہ اول الذکر نے مسودہ کی تبییض میں اور ثانی الذکر نے پروف ریڈنگ میں تعاون کیا، اللہ تعالیٰ ان تمام حضرات اور جملہ معاونین کو دارین میں بہترین بدلہ نصیب فرمائیں۔ (آمین)

گذارش : حضرات اہلِ علم کی خدمت میں مؤدبانہ گذارش ہے بندہ کی یہ پہلی کاوش ہے اس لئے اغلاط کا رہ جانا عین ممکن ہے، کتاب کے مطالعہ کے دوران جن خامیوں پر اطلاع ہو بندہ کو مطلع فرما کر ممنون و مشکور فرمائیں تا کہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی اصلاح کر لی جائے۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔

محمد ادریس گودھروی

جامعہ کنز العلوم، خان جہان دروازہ، جمالپور، احمد آباد-۳۸۰۰۰۱۔

مقدمہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ کفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی

علوم قرآن اگر اسلامی علوم میں دل کی حیثیت رکھتا ہے تو علم حدیث شہ رگ کی ۔ یہ شہ رگ اسلامی علوم کے تمام اعضاء وجوارح تک خون پہنچا کر ہر آن ان کے لئے تازہ زندگی کا سامان فراہم کرتی رہتی ہے۔ آیات کا شانِ نزول، ان کی تفسیر، احکام القرآن ان کی تشریح وتبیین، اجمال کی تفصیل، عموم کی تخصیص، مبہم کی تعیین سب علمِ حدیث کے ذریعہ معلوم ہوتا ہے، اسی طرح حاملِ قرآن حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت اور حیات طیبہ اور اخلاق وعاداتِ مبارکہ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقوال واعمال، آپ کے سنن ومستحبات اور احکام وارشادات اسی علم حدیث کے ذریعہ ہم تک پہنچتے ہیں۔ اسی طرح خود اسلام کی تاریخ، صحابہ کرامؓ کے احوال اور ان کے اعمال واقوال اور اجتہادات واستنباطات کا خزانہ بھی اسی کے ذریعہ ہم تک پہنچتا ہے۔ اس بنا پر اگر یہ کہا جائے تو صحیح ہے کہ کامل ومکمل اسلام اسی علمِ حدیث کی بدولت مسلمانوں میں ہمیشہ سے موجود وقائم ہے اور ان شاء اللہ تا قیامت رہے گا۔

یہی وجہ ہے کہ علمِ حدیث کے پڑھنے پڑھانے اور اشتغال بالحدیث کے متعلق احادیث میں بہت سے فضائل وارد ہوئے ہیں، یہاں بعض احادیث کا ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

(۱) عن عبد اللّٰہ بن مسعود رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقول نضر اللّٰہ امرأ سمع منا شیئافبلغه کما سمعه فرب مبلغ اوعی من سامع (رواہ الترمذی۔ کتاب العلم باب ماجاء فی الحث علی تبلیغ السماع ۹۴/۲ وقال ھذا حدیث حسن صحیح)

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تبارک وتعالی اس شخص کو تر وتازہ رکھے جس نے ہم سے کوئی بات سنی پھر اس کو جیسا سنا تھا ویسا ہی

پہنچا دیا پس بہت سارے وہ لوگ جنہیں بات پہنچائی جاتی ہے وہ (مجلس میں بیٹھ کر) سننے والوں سے زیادہ یاد رکھنے والے ہوتے ہیں۔

اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے علامہ قسطلانیؒ (ابوالعباس احمد بن محمد الشافعی المتوفی ۹۲۳) تحریر فرماتے ہیں کہ آدمی حدیث یاد کرکے اور اس کو دوسروں تک پہنچا کر حدیث کو تروتازہ رکھنے کی کوشش کرتا ہے تو آپ ﷺ نے ایسے آدمی کو اس کے فعل کے مناسب دعا دی کہ اللہ تعالیٰ تجھے تروتازہ رکھے، جس طرح تو نے میری حدیث کو تروتازہ رکھا۔

(۲) عن عبد الله بن عباس رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول الله ﷺ يقول اللهم ارحم خلفاءنا قلنا يارسول الله ﷺ وماخلفاءكم؟ قال الذين يأتون من بعدي يروون احاديثي وسنتي ويعلمونها الناس۔ (رواه الطبراني في الاوسط ۲۳۹/۴ رقم: ۵۸۴۶)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ یااللہ! ہمارے خلفاء پر رحم فرما، صحابہؓ نے عرض کیا یارسول اللہ! آپ کے خلفاء کون ہیں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا وہ لوگ جو میرے بعد آئیں گے اور میری احادیث وسنن کو روایت کریں گے اور لوگوں کو سکھائیں گے۔

فائدہ : اس حدیث کی سند میں ایک راوی احمد بن عیسیٰ بن عبداللہ ہے جن کو دارقطنی نے کذاب کہا ہے لیکن حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے اس قول کی تردید کی ہے، نیز ابن ابی حاتم نے ان کو اپنی کتاب ''الجرح والتعدیل'' میں ذکر کرکے سکوت اختیار کیا ہے۔ (لسان المیزان ۲۶۲/۱)

(۳) عن عبد الله بن مسعود رضی اللہ عنہ قال قال رسول الله ﷺ ان اولى الناس بي يوم القيامة اكثرهم علي صلوة (رواه الترمذي ابواب الوتر باب ماجاء في فضل الصلوة على النبي ﷺ ۱۱۰/۱ وقال هذا حديث حسن غريب)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن وہ

لوگ مجھ سے سب سے زیادہ قریب ہوں گے جو مجھ پر کثرت سے درود پڑھنے والے ہوں گے۔

علامہ قسطلانی اس حدیث کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سب سے زیادہ قریب اصحاب حدیث (محدثین عظام) ہوں گے، اس لئے کہ اس امت میں ان سے زیادہ درود شریف پڑھنے والا کوئی نہ ہوگا۔

علامہ خطیب بغدادیؒ (المتوفی ۴۶۳) اپنی کتاب "شرف اصحاب الحدیث" میں تحریر فرماتے ہیں کہ مذکورہ حدیث میں اصحاب حدیث کی بہت بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے جس کے ساتھ صرف اصحاب حدیث ہی خاص ہیں، اس لئے کہ اس جماعت کے مقابلہ میں کوئی جماعت اس کثرت سے درود شریف نہیں پڑھتی ہے نہ زبان سے نہ قلم سے۔

علامہ ابن عساکرؒ فرماتے ہیں کہ مبارک باد ہو اصحاب حدیث کو۔ اللہ تعالی نے ان کو اس بشارت کا سب سے زیادہ مستحق بنایا۔ یہی لوگ قیامت کے دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سب سے زیادہ قریب ہوں گے۔ اس لئے کہ یہی لوگ اپنے درس کے دوران سب سے زیادہ درود شریف پڑھتے رہتے ہیں۔ ان شاء اللہ یہی لوگ فرقۂ ناجیہ میں سے ہوں گے۔ (ارشاد الساری)

علماء کے اقوال:

حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ لا اعلم علما افضل من علم الحدیث لمن اراد به وجه الله تعالى لان الناس يحتاجون اليه حتى فى طعامهم و شرابهم فهو افضل من التطوع بالصلوة والصيام۔

ایک مخلص آدمی جو محض اللہ کی خوشنودی حاصل کرنا چاہتا ہو اس کے لئے علم حدیث سے زیادہ بہتر کوئی علم نہیں ہے۔ اس لئے کہ لوگوں کو اپنی زندگی کے ہر شعبہ میں اس علم کی ضرورت پڑتی ہے، حتی کہ کھانے پینے میں بھی وہ اس علم کے محتاج نظر آتے ہیں۔ اس علم میں مشغول ہونا نفل صوم وصلوۃ میں مشغول ہونے کے مقابلہ میں کئی گنا بہتر ہے۔

حضرت امام ابوحنیفہؒ علم حدیث کی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں کہ لولا السنة مافهم القران احد منا اگر سنت نہ ہوتی تو ہم میں سے کوئی قرآن کو نہ سمجھ سکتا۔

امام شافعیؒ علم حدیث کے متعلق فرماتے ہیں جميع ماتقول الائمة شرح السنة وجميع ما تقوله السنة شرح القرآن حضرات ائمہ کرام جتنی بھی باتیں بیان کرتے ہیں وہ سب احادیث کی شرح ہیں اور جو باتیں احادیث میں مذکور ہیں وہ قرآن کی شرح ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ علم حدیث کی اہمیت کو واضح کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:۔

ان عمدة العلوم اليقينية ورايتها ومبنى الفنون الدينية واساسها هو علم الحديث الذى يذكر فيه ماصدر من افضل المرسلين ﷺ وعلى اله واصحابه اجمعين من قول او فعل او تقرير فهى مصابيح الدجى ومعالم الهدى وبمنزلة البدر المنير من انقادلها ووعى فقد رشد واهتدى واوتى الخير الكثير ومن اعرض وتولى فقد غوى وهوى ومازاد نفسه الا التخسير فانه ﷺ نهى وامر وانذر وبشر وضرب الامثال وذكر وانها لمثل القرآن واكثر (حجة الله البالغة ۱/۲۹)

علوم یقینیہ کا معتمد علیہ سرمایہ و سرتاج اور فنون دینیہ کی اصل و اساس علم حدیث ہے، جس میں افضل المرسلین ﷺ کے قول و فعل یا کسی بات پر آپ ﷺ کے سکوت و رضامندی کا ذکر خیر ہوتا ہے۔ اس لئے یہ احادیث تاریکی میں روشن چراغ، رشد و ہدایت کا سنگ میل اور بدر کامل کا حکم رکھتی ہے۔ جو شخص ان پر عمل پیرا ہوتا ہے اور ان کی نگہداشت کرتا ہے تو وہ ہدایت یاب اور خیر کثیر سے فیض یاب ہوتا ہے اور جو بدبخت اس سے اعراض و روگردانی کرتا ہے وہ گمراہ اور ہلاک ہوجاتا ہے اور اپنا ہی نقصان کرتا ہے، اس لئے کہ آنحضرت ﷺ کی زندگی امر و نہی، انذار و تبشیر اور نصیحت و تذکیر سے معمور ہے اور آپ ﷺ کی احادیث میں یہ چیزیں قرآن ہی کی طرح یا اس سے (مقدار میں) کچھ زیادہ ہی ہیں۔ اھ

ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں اول چیزیں کہ عقل آں را برخودش واجب می گردد آنست کہ تتبع اخبار آنحضرت ﷺ دربیان احکام الٰہی و پیروی آن اخبار بدل وجوارح باید نمود زیرا کہ کلام درشخصے است کہ تصدیق کردہ است بتکلیف اللہ تعالی عباد خودرا باحکام وقصد خروج از عہدۂ تکلیف مصمم ساختہ۔

پہلی چیز جس کو عقل اپنے اوپر واجب قرار دیتی ہے یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے حالات وارشادات کا تتبع کیا جائے کہ آپ ﷺ نے احکام الٰہی کے بارے میں کیا ارشاد فرمایا اور کس طرح ان پر عمل کیا پھر قلب وجوارح سے ان اقوال واحوال کی پیروی کی جائے اس لئے کہ ہماری گفتگو اس شخص کے بارے میں ہے جس نے یہ حقیقت تسلیم کرلی ہے کہ اللہ تعالی نے اپنے بندوں کو اپنے احکام کا مکلف بنایا ہے اور اس شخص نے تکلیف شرعی کی اس ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے کا عزم مصمم کرلیا ہے۔
(تاریخ دعوت وعزیمت۔ ۵/۱۸۵ بحوالہ کلمات طیبہ ص ۱۷۲)

علم حدیث کی شرافت وافضلیت کے لئے یہ کافی ہے کہ اس کا موضوع ہی نبی اکرم ﷺ کی ذات گرامی من حیث انہ رسول اللہ ہے۔ اس سے بڑھ کر اور کون سی فضیلت ہوگی اور اہل علم جانتے ہیں کی کسی علم کی شرافت وفضیلت کا مدار اس کے موضوع کی عظمت وشرافت پر ہے۔ جس علم کا موضوع جتنا افضل واشرف ہوگا اسی قدر وہ علم بھی اشرف وافضل ہوگا اور اگر موضوع ادنی واخس ہوگا تو علم بھی دنی وخسیس ہوگا۔ اب علم حدیث ہی اشرف العلوم ہوگا۔ اس لئے کہ اس کا موضوع اشرف الخلائق حضرت محمد ﷺ کی ذات گرامی ہے۔

علم حدیث کے اس قدر فضائل اور اہمیت کے پیش نظر مسلمانوں نے آغاز اسلام ہی سے قرآن پاک کے بعد اس علم کو اپنے سینے سے لگایا اور اپنی پوری محنت وقابلیت اور اخلاص وعقیدت کے ساتھ اس کی ایسی خدمت کی کہ دنیا کی کوئی قوم اپنی قدیم روایات واسناد کی حفاظت کی ایسی مثال پیش نہیں کرسکتی۔ ایک دو مثالیں نمونہ کے طور پر ملاحظہ فرمائیں۔

ابو محمد عبد الرحمن بن یوسف بن خراش المروزی (المتوفی ۲۸۳) اپنے زمانہ کے حافظ حدیث

تھے اور علم حدیث کے حصول میں دور و دراز کے سفر میں معروف و مشہور، خود فرماتے ہیں کہ میں علم حدیث کی طلب میں دور و دراز کا سفر کرتا تھا راستہ میں ایسے جنگلات اور چٹیل میدان پڑتے تھے کہ کھانا تو درکنار پانی بھی میسر نہ آتا تھا۔ میں شدت بھوک اور پیاس کی وجہ سے جانکنی کی حالت میں ہو جاتا تھا، زندگی بچانے کے لئے اپنا پیشاب پی لیا کرتا تھا۔ اس طرح کا واقعہ زندگی میں ایک دو بار نہیں بلکہ پانچ مرتبہ پیش آیا۔ (صفحات من صبر العلماء ص ۲۳۰ رقم ۲۲۶)

ابن المقری فرماتے ہیں کہ میں، ابو الشیخ بن حیان اور طبرانی ایک زمانہ میں مدینہ طیبہ میں علم حاصل کرتے تھے ایک بار ہم پر ایسا وقت آیا کہ خرچ کی قلت نے بہت پریشان کیا اور یہاں تک نوبت پہنچی کہ روزے پر روزے رکھیں، بھوک نے جب بہت زیادہ مضطرب کیا تو سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ تلاش کیا اور سب مل کر آستانہ پاک پر گدایانہ حاضر ہوئے اور صدا دی یا رسول اللہ! الجوع! اس کے بعد طبرانی تو وہی بیٹھ گئے اور فرمایا! یا موت آئیگی یا روزی، ابن المقری اور ابو الشیخ لوٹ کر فرودگاہ چلے گئے یہ صدا کب خالی جاتی، کچھ عرصہ کے بعد دروازۂ مکان پر کسی نے دستک دی، دروازہ جو کھولا تو دیکھا کہ علوی کھڑا ہے اور کہہ رہا ہے کہ آپ لوگوں نے میری شکایت حضورِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں کر دی۔ خواب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ تمہارے پاس کچھ پہنچا دوں چنانچہ یہ حاضر ہے۔ (صفحات من صبر العلماء ص ۲۲۲ رقم ۲۱۷)

فن حدیث کے عالی مرتبہ امام ابو حاتم رازی اپنا قصہ خود بیان کرتے ہیں کہ میں زمانۂ طالب علمی میں چودہ برس بصرہ میں رہا۔ ایک مرتبہ تنگ دستی کی نوبت یہاں تک پہنچی کہ کپڑے تک فروخت کر ڈالے جب کپڑے بھی نہ رہے تو دو دن بھوکا رہا آخر ایک رفیق سے اظہار حال کیا خوش قسمتی سے اس کے پاس صرف ایک اشرفی تھی، نصف اس نے مجھے دے دی۔

اس طرح کے واقعات کتابوں میں شرح و بسط کے ساتھ موجود ہیں، جن کو پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ ہمارے علماء نے فن حدیث کی اشاعت و حفاظت میں اپنا سب کچھ قربان کر دیا اور بڑی بڑی

مصیبتیں خندہ پیشانی کے ساتھ برداشت ہی نہیں کی بلکہ اس کو اپنی سعادت سمجھا۔

نوٹ : ان واقعات کے مطالعہ کے لئے شیخ عبدالفتاح ابوغدہؒ کی تالیف "صفحات من صبر العلماء علی شدائد العلم والتحصیل" کا مطالعہ مفید ہے۔ شیخ نے متفرق کتابوں سے ایسے واقعات جمع کردیئے ہیں۔ فجزاہ اللہ خیراعنی وعن المسلمین اجمعین

لیکن افسوس صد افسوس! کچھ ہی عرصہ کے بعد علم حدیث کی طلب وحرص میں نقص آنے لگا، ہمتیں پست ہوگئیں طبیعتوں میں علم حدیث سے بعد پیدا ہوتا گیا اور طلباء کی اعتناء وتوجہ حدیث سے کم ہوگئی اسی کا رونا حافظ ابن صلاح نے رویا ہے، فرماتے ہیں

گذشتہ زمانے میں علم حدیث کی شان نرالی تھی، جہاں دیکھو وہاں علم حدیث کے حلقے لگے رہتے تھے ایک ایک وقت میں ایک شیخ کے پاس لاکھوں کا مجمع رہتا تھا، علم حدیث کے لئے دور ودراز کا سفر کرنا طلباء کا جزو زندگی بن گیا تھا، علوم حدیث ان کی زندگی کی وجہ سے زندہ تھا اور ان کی بقاء کی وجہ سے علوم حدیث کی شاخیں تروتازہ تھیں۔ لیکن افسوس صد افسوس! کچھ عرصہ بعد علوم حدیث سے توجہ واعتناء کی شعاعیں ماند پڑگئیں۔ اب لاکھوں کے بجائے چند گنے چنے افراد اس کی طرف توجہ کرتے ہیں۔ اب اکثر طلباء کی علم حدیث سے توجہ کا محور صرف اتنا ہے کہ استاذ سے صرف احادیث غفلت کے ساتھ سن لیتے ہیں نہ سماعِ حدیث کے اصول وآداب سے واقف اور نہ اصول آداب کا پاس ولحاظ اور نہ علم حدیث کی کتابت کا کچھ اہتمام باقی رہا، اب وقت یہ آگیا ہے کہ علم حدیث کے متعلق سوال کرنے والے کو کوئی ایسا آدمی نہیں ملتا جو اس کی مشکل حل کردے اور اس کی تشنگی بجھادے۔ (مقدمہ ابن الصلاح ص ۱۹)

غور فرمائیں یہ چھٹی ساتویں صدی کا عالم اپنے زمانہ کا حال بیان کررہا ہے۔ اسی پر بعد کے زمانہ کا حال قیاس کرلیا جائے۔ موجودہ زمانہ میں علم حدیث سے توجہ صرف اتنی ہے کہ بعض کتبِ حدیث کا سماع بین النوم والیقظہ کرلیا جاتا ہے اور قراءت حدیث بھی اتنی سرعت وتیزی کے ساتھ ہوتی ہے کہ نہ خود قاری کو معلوم ہوتا ہے کہ وہ کیا پڑھ رہا ہے اور نہ سامعین کو معلوم ہوتا ہے کہ ان کے سامنے کیا پڑھا

جارہا ہے۔ نیز علوم حدیث میں سے صرف اتنا باقی رہ گیا ہے کہ مسائل خلافیہ پر طویل طویل بحثیں کی جاتی ہیں وہ بھی تمام مسائلِ خلافیہ پر نہیں بلکہ خاص خاص معرکۃ الآراء مسائل میں بحث کی جاتی ہے جیسے رفع یدین، آمین بالجہر اور قرأت خلف الامام وغیرہ کہ ان مسائل میں کئی کئی دنوں تک بحث کی جاتی ہے اس بات سے انکار نہیں کہ اس طرح کی طویل طویل بحثیں نہ کی جائیں بلکہ جس طرح مسائل خلافیہ کی طرف توجہ کی جاتی ہے اسی طرح حدیث کے دیگر متعلقہ مباحث کی طرف بھی توجہ دی جائے۔

ایک طرف علوم حدیث کی درسگاہوں کا یہ حال ہے تو دوسری طرف عوام کی مجالس کا یہ حال ہے کہ موضوع اور باطل احادیث کو ایسے انداز میں بیان کیا جاتا ہے جیسے کہ وہ اصح الاسانید کی قبیل سے ہو اور اس مرض میں عوام وخواص دونوں مبتلاء ہے حالانکہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ''من کذب علیّ متعمدا فلیتبوأ مقعده من النار'' جو شخص میری طرف جان بوجھ کر جھوٹی بات منسوب کرے اس کو چاہئے کہ اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنالے، فن حدیث سے بے توجہی ہی کے نتیجہ میں آدمی بلا تحقیق احادیث موضوعہ کو بیان کر دیتا ہے اور ایسی سخت وعید کا مستحق ہو جاتا ہے۔ اعاذنا اللہ منہ۔

ایسی ایک دو حدیثیں ذکر کرنا فائدہ سے خالی نہ ہوگا جو آج کل تقاریر میں برملا بیان کی جاتی ہیں۔

(۱) علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل۔

اس حدیث کے متعلق علامہ سخاویؒ فرماتے ہیں کہ ہمارے شیخ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ اور ان سے پہلے علامہ دمیریؒ اور علامہ زرکشی وغیرہ کی رائے یہ ہے کہ اس حدیث کی اصل نہیں ہے۔

یہ حدیث مندرجۂ ذیل کتابوں میں بھی دیکھی جاسکتی ہے۔

(۱) المقاصد الحسنة فی بیان کثیر من الاحادیث المشتهرة علی الالسنة۔ ص ۳۴۰ رقم: ۷۰۲

(۲) الغماز علی اللماز فی الموضوعات والمشهورات۔ ص ۱۴۵ رقم: ۱۵۷

(۳) الاسرار المرفوعة فی اخبار الموضوعة۔ ص ۲۴۷ رقم: ۲۹۸

(۴) کشف الخفاء ومزیل الالباس عما اشتهر علی السنة الناس۔ ۲/۶۴ رقم: ۱۷۴۴

(۵)تذکرۃ الموضوعات، کتاب العلم ص ۲۰

(۲)کنت کنزا مخفیا لا اعرف فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق۔

حافظ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام نہیں ہے اس کی نہ کوئی صحیح سند ہے اور نہ ضعیف سند ہے، علامہ زرکشیؒ اور حافظ ابن حجر عسقلانیؒ کی بھی رائے یہی ہے۔ ملا علی قاریؒ کی رائے یہ ہے کہ یہ حدیث معناً درست ہے اس لئے کہ یہ حدیث باری تعالی کے قول وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون سے مستفاد ہے اس لئے کہ لیعبدون کی تفسیر لیعرفونی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے۔ لیکن ملا علی قاریؒ کی اس بات کو رد کرتے ہوئے محقق محمد بن لطفی فرماتے ہیں کہ ملا علی قاریؒ اس حدیث کو معناً صحیح ثابت کرنے کی کوشش کیوں کرتے ہیں؟ حالانکہ یہ حدیث باری تعالی کی ان صفات کے بالکل متعارض ہے جو قران وحدیث میں وارد ہوئے ہیں۔ اللہ تعالی کی ذات کیسے کنز مخفی ہو سکتی تھی کہ اسے مخلوقات کو پیدا کرنے کی ضرورت پیش آئی؟ تعالی اللہ عن ذلک علوا کثیرا۔ (الاسرار المرفوعۃ: ص ۲۷۰ رقم ۳۵۳)

اس حدیث کو مندرجہ ذیل کتابوں میں دیکھا جا سکتا ہے۔

(۱) المقاصد الحسنۃ: ص ۲۷۶ رقم: ۸۳۸ (۲) تذکرۃ الموضوعات کتاب التوحید باب الایمان باللہ وبالقدر: ص ۱۱ (۳) کشف الخفاء: ۲/۱۳۲ (۴) تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ عن الاحادیث الشنیعۃ الموضوعۃ: ۱/۱۴۸

اس لئے علماء پر ضروری ہے کہ کسی بھی بات کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر کے بیان کرنے سے پہلے اس کی پوری تحقیق کر لیں۔ اس سلسلہ میں خاص طور پر جو کتابیں احادیث موضوعہ کے متعلق لکھی گئیں ہیں ان کتابوں کو مطالعہ میں رکھیں۔

فن حدیث سے بے اعتنائی کی واضح دلیل یہ بھی ہیکہ اگر لوگوں کو اس فن کی طرف اپنی خصوصی توجہ مبذول کرنے کی طرف آمادہ کیا جاتا ہے تو یہ اشکال کرتے ہیں کہ اب فن حدیث کو مدون ومرتب

کیا جا چکا ہے۔ اب اس کی طرف توجہ کرنے کی ضرورت نہیں رہی۔ حالانکہ ان کا یہ اشکال کرنا سراسر غلط ہے۔ جبکہ اس زمانہ میں تو اس فن کی طرف خاص توجہ کرنے کی ضرورت ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ آج کل فن حدیث پر نت نئے فتنوں کی مسلسل یلغاریں ہو رہی ہیں، کبھی مستشرقین کا فتنہ، تو کبھی منکرین حدیث کا فتنہ، تو کبھی غیر مقلدین کا فتنہ سر ابھارتا ہے ان فتنوں کے سر ابھارنے کی وجہ سے سادہ دل مسلمانوں کے عقائد متزلزل ہو رہے ہیں، اور شکوک وشبہات کی آہنی دیواریں کھڑی ہو رہی ہیں، جہاں تک فن حدیث کے مدون ومرتب کر لئے جانے کی بات ہے تو یہ معاملہ (تدوین وترتیب) تو ہر فن کے ساتھ ہو چکا ہے، ہر فن مدون ومرتب کر لیا گیا ہے پھر ان کی بات کے مطابق تو کسی بھی فن کی طرف توجہ کرنے کی ضرورت باقی نہ رہے گی!

مثال کے طور پر فن فقہ ہی کو لے لیا جائے فقہ بھی تو مدون ومرتب ہو چکا ہے اور رد المحتار (شامی) جیسی منقح کتاب کی تصنیف کی جا چکی ہے جس سے بڑے بڑے مسائل حل کر لئے جاتے ہیں، اس کے باوجود فنِ فقہ کی طرف توجہ کی جاتی ہے اس کے بالمقابل فنِ حدیث میں اب تک کوئی ایسی کتاب نہیں لکھی گئی ہے جس پر احادیث موضوعہ کے سلسلہ میں بلا توقف یقین کر لیا جائے اور جسے حرف آخر مان لیا جائے ابھی جو کتابیں احادیث موضوعہ پر تصنیف شدہ ہیں اولاً ان میں تمام احادیث موضوعہ کا احاطہ نہیں کیا گیا ہے اور پھر بعض کتابوں میں تشدد یا تساہل بھی پایا جاتا ہے اسی طرح احادیث ضعیفہ کے متعلق بھی کوئی قابل اعتماد کتاب تصنیف نہیں کی گئی ہے سوائے شیخ ناصر الدین البانیؒ کی کتاب جو سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ کے نام سے موسوم ہے لیکن یہ کتاب بہت زیادہ تسامحات کی شکار ہے جس کی وجہ سے اس کتاب سے اعتماد واطمینان اٹھ گیا ہے جیسا کہ حسن بن علی سقاف کی کتاب ''تناقضات الالبانی الواضحات فیما وقع له فی تصحیح الاحادیث وتضعیفها من اخطاء واغلاط '' سے اندازہ ہوتا ہے۔

یہاں تک کہ وہ کتابیں جن کے مؤلفین نے احادیث صحیحہ ذکر کرنے کا التزام کیا ہے ان

کتابوں کی بھی بعض احادیث پر نقد کیا گیا ہے حتی کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم بھی اس سے محفوظ نہ رہ سکیں والکمال للہ سبحانہ وتعالی ولکتابہ، جب فنِ حدیث کی یہ حالت ہے تو یہ کیسے کہا جاسکتا ہے کہ اب فن حدیث کی طرف توجہ کرنے کی ضرورت نہیں رہی جب کہ فن حدیث میں کامل مہارت حاصل کئے بغیر صحیح وضعیف احادیث میں امتیاز نہیں کیا جاسکتا ہے اور مواضع منتقدہ اور ان کے دفاع میں دیئے گئے جوابات کو نہیں سمجھا جاسکتا۔

ایک بات یہ بھی ہے کہ ائمہ جرح وتعدیل نے تمام رواۃ پر باعتبار ثقہ وضعف کہ کلام نہیں کیا ہے، اب جن رواۃ پر کلام نہیں کیا گیا ہے ان کے متعلق کیا رائے قائم کی جائے اس کا علم فنونِ حدیث میں مہارت حاصل کئے بغیر نہیں ہوسکتا۔ اسی طرح جن رواۃ پر کلام کیا گیا ہے۔ ان میں بھی ائمہ جرح وتعدیل کے درمیان کافی اختلاف ہوتا ہے نیز کلام کرنے کی اصطلاحات بھی الگ الگ ہوتی ہیں اب ان کی اصطلاحات کو سمجھے بغیر کسی راوی کے متعلق کیسے فیصلہ کیا جاسکتا ہے؟ اسی طرح امام ترمذی، امام ابوداؤد، امام نسائی اور دیگر ائمہ کے اسانید پر کئے گئے کلام کو سمجھنے کے لئے بھی ائمہ جرح وتعدیل کی اصطلاحات کو سمجھنا بہت زیادہ ضروری ہے، اس کے بغیر ان ائمہ کا کلام کما حقہ سمجھ میں نہیں آسکتا ہے۔ لغوی معنی جان لینا کوئی کمال کی بات نہیں ہے، یہ چیز تو مبتدی طلباء بھی کرسکتے ہیں۔ نیز یہ بات تو معلوم ہی ہے کہ یہ علم پہلے لوگوں کے سینوں میں تھا پھر سفینوں میں منتقل ہوا۔ پہلے یہ علم نفوس میں تھا پھر نقوش میں منتقل ہوا اور کتابی علم بغیر اساتذہ کے حاصل کرنا مشکل ہے جیسا کہ خود حدیث میں اس بات کو طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ ایھا الناس تعلموا انما العلم بالتعلم والفقہ بالتفقہ

خلاصہ کلام یہ ہے کہ کتب احادیث کے مدون ہوجانے کا عذر کرکے اس فن سے بے اعتنائی برتنا دانشمندی کی بات نہیں۔ واللہ ھو الھادی الی الطریق المستقیم برحمتہ وفضلہ

اب اختصار کے ساتھ علم حدیث کے آداب ذکر کئے جاتے ہیں

آداب علم الحدیث :

طالب حدیث کے لئے چند آداب کی رعایت ضروری ہے، جو مندرجۂ ذیل ہیں۔۔

(۱) صحیح نیت اور اخلاص سے محض اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے اس کو طلب کرے نہ کسی دنیوی غرض کے خاطر۔

ابوداؤ داور ابن ماجہ میں حضرت ابوھریرہؓ سے مرفوعاً روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: من تعلم علما مما یبتغی به وجه اللّٰه لا یتعلمه الا لیصیب به عرضا من الدنیا لم یجد عرف الجنة یوم القیامة یعنی ریحها۔ (رواہ احمد وابوداؤد وابن ماجه)

جس نے اس علم کو جس سے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کی جاسکتی ہے اس غرض سے سیکھا کہ وہ اس کے ذریعہ دنیا کی متاع حاصل کرلے تو قیامت کے دن اسے جنت کی خوشبو بھی میسر نہیں ہوگی

(۲) اللہ تعالیٰ سے توفیق واعانت، تسہیل وتیسیر کی دعا کرتا رہے۔

(۳) اخلاق حمیدہ اور آداب پسندیدہ کو اختیار کرے۔

قال ابو عاصم النبیل من طلب هذا الحدیث فقد طلب اعلی امور الدین فیجب ان یکون خیر الناس۔

ابو عاصم النبیل نے فرمایا جس نے اس حدیث کو طلب کیا تو اس نے اعلیٰ امور دینیہ کو طلب کیا پس ایسے آدمی پر واجب ہے کہ وہ لوگوں میں سب سے بہتر ہو۔

(۴) علم کے حصول میں تمام تر قوت صرف کرے اور وقت کو ضائع کرنے کے بجائے اسے غنیمت جانے، یحیی ابن کثیرؒ کا ارشاد ہے لا ینال العلم براحة الجسم علم جسم کی راحت وآرام سے حاصل نہیں ہوسکتا۔

وقال الشافعی علیہ الرحمہ لا یفلح من طلب هذا العلم بالتملل وغنی النفس ولکن من طلبه بذلة النفس وضیق العیش وخدمة العلم افلح۔

جو شخص اکتاہٹ اور بے نیازی کے ساتھ طالب علمی کرے گا ناکام رہے گا، البتہ جس نے خاکساری، تنگدستی اور احترامِ علم کے ساتھ طالب علمی کی وہ کامیاب ہوگا۔

اور مشہور ہے۔ من طلب العلی سهر اللیالی جو اونچا مرتبہ چاہتا ہے وہ راتیں بیداری میں گذارتا ہے۔

(۵) علمِ حدیث شروع کرنے سے پہلے نحو ولغت وغیرہ ضرور پڑھے۔امام اصمعیؒ نے فرمایا۔۔۔

مجھے اس بات کا اندیشہ ہے کہ اگر طالب علم نحو نہ جانتا ہوتو کہیں ''من کذب علی متعمدا'' کی وعید میں داخل نہ ہو جائے۔

(۶) آنحضرت ﷺ کے اسم گرامی کے ساتھ درود شریف، صحابہ کرامؓ کے نام کے ساتھ رضی اللہ عنہم اور دیگر ائمہ کے نام کے ساتھ رحمۃ اللہ علیہم کہے۔

(۷) جو حدیث پڑھے اس پر عمل کرتا جائے، یہ حدیث کی زکوۃ بھی ہے اور احادیث یاد رکھنے کا ذریعہ بھی ہے۔

(۸) جن اساتذہ سے علم کا استفادہ کرے ان کے ادب کا لحاظ رکھے ان کے ذریعے سے حاصل شدہ علم سے فائدہ ہوگا۔ وفی الحدیث ''تواضعوا لمن تعلمون منه'' (جن سے سیکھتے ہو ان سے تواضع سے پیش آؤ) بیہقی نے اس حدیث کے حضرت عمرؓ پر موقوف ہونے کو ترجیح دی ہے۔

(۹) اپنے شیخ (استاذ) کو سب سے بڑا سمجھے، اسے راضی رکھنے کی کوشش کرے۔اس کی ناراضگی سے بچے، اسے تنگ نہ کرے، جتنا بیان کردے اس پر قناعت کرے، اپنے شیخ سے دینی اور دنیوی امور میں مشورہ کرتا رہے۔

(۱۰) اپنے علم میں بخل نہ کرے، دوسرے ساتھی استفادہ کرنا چاہیں یا کتاب وغیرہ مانگیں تو خوشی سے عاریۃً دے دیں۔ (ہاں اگر ضائع ہونے کا خوف ہو تو نہ دے)

(۱۱) علم سیکھنے میں تکبر اور شرم سے بچے۔ حضرت مجاہدؒ نے فرمایا کہ شرم اور تکبر کرنے والے کو علم حاصل نہیں ہوتا۔

(۱۲) اپنے شیخ کی ڈانٹ ڈپٹ پر صبر کرلے اور اسے برا نہ مانے۔

(۱۳) باوضو رہے۔ دینی کتب کو بے وضو ہاتھ لگانا مکروہ ہے۔

(۱۴) کتاب دائیں ہاتھ میں پکڑے۔

(۱۵) کتاب پر ٹیک نہ لگائے۔

(۱۶) زیادہ کھانے سے پرہیز کرے۔

سحنون کا قول ہے، ''علم اسے راس نہیں آسکتا جو پیٹ بھر کر کھانا کھائے۔'' (اوجز المسالک)

ان تمہیدی کلمات کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اب اصل مقصد یعنی ''ہم علمِ حدیث کیسے پڑھیں؟'' کو ذکر کیا جائے۔

باب اول

تصحیح اسماء السند

یعنی سند میں آنے والے ناموں کو درستگی کے ساتھ پڑھنا

آج کل اسماء الرجال کے ضبط کے متعلق یہ حال ہے کہ جس طرح سمجھ میں آتا ہے اس طرح پڑھ لیا جاتا ہے، صحیح ضبط کی طرف کوئی خاص توجہ نہیں کی جاتی، حالانکہ فن ضبط اسماء رجال بھی بہت اہمیت کا حامل ہے۔ اس کا اندازہ اسی سے لگایا جاسکتا ہے کہ بعض محدثین نے اپنے شیوخ سے احادیث لینا محض اسی وجہ سے ترک کر دیا کہ وہ ضبط میں تساہل سے کام لیتے تھے۔ نیز علماء متقدمین نے بھی اپنی خصوصی توجہ اس فن کی طرف مرکوز کر رکھی تھی، اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ شروع میں اسماء رجالِ حدیث کے صحیح ضبط کے لئے مستقل قواعد وضع کئے گئے۔ جیسا کہ الفاظ مشکلہ کا اہمیت کے ساتھ ضبط کیا جائے۔ بایں طور کہ پہلے کتاب کے متن میں ضبط کے ساتھ لکھا جائے پھر اس کے بالمقابل حاشیہ میں الگ سے ضبط کے ساتھ تحریر کیا جائے۔ اسی وجہ سے ابن دقیق العید اپنی کتاب ''الاقتراح'' میں تحریر فرماتے ہیں کہ محدثین کی عادت یہ تھی وہ مشکل اسماء کے ضبط میں مبالغہ سے کام لیتے تھے، اس طور پر کہ حاشیہ میں کلمہ کے ایک ایک حرف کو الگ الگ کر کے ضبط کے ساتھ لکھتے تھے، تاکہ کوئی اشکال باقی نہ رہ جائے، اس طرح دوسرے قواعد وضع کئے گئے، جس کا ذکر علامہ محمد بن طاہر پٹنیؒ نے اپنی کتاب "المغنی" کے آخر میں کیا ہے۔ لیکن مرور زمانہ کے ساتھ ساتھ لوگ ضبط اسماء وکلمات میں کوتاہی کرنے لگے اور احادیث بغیر شیوخ سے سماع کے سیدھے ہی کتابوں سے اخذ کرنے لگے۔ اس کوتاہی کو دور کرنے اور ضبط اسماء کی طرف خصوصی توجہ دلانے کے لئے محدثین نے ضبط بالحروف (جیسے ثمامة بمضمومة وخفة میمین) کا طریقہ ایجاد کیا۔ لیکن یہ طریقہ متقدمین کے یہاں بہت کم رائج تھا۔ البتہ متاخرین نے کافی

اس طریقہ کورواج دیا۔جیسا کہ قاضی عیاض کی مشارق الانوار،ابن خلکان کی وفیات الاعیان،منذری کی تکملہ،ابن اثیر کی الکامل،صفدی کی الوافی بالوفیات اور حافظ ابن حجر کی اصابہ اور تقریب التھذیب سے اندازہ ہوتا ہے،متقدمین نے ضبط اسماء رجال میں ہونے والی کوتاہی کا مداوا اس طرح کیا تھا کہ جن جن محدثین سے اسماء رجال کے ضبط میں تصحیفات واقع ہوئی تھیں ان کو کتابوں میں مرتب کر دیا تھا،تاکہ بعد والے خاص طور پر ان اسماء میں تصحیف کا شکار نہ ہوں۔

لیکن کتابوں کے تعارف سے پہلے تصحیف وتحریف کا معنیٰ بیان کر دینا فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔ چنانچہ تصحیف وتحریف کے معنیٰ ومفہوم کا جو بنیادی محور ہے وہ کسی کلمہ میں تبدیلی کا ہونا ہے،البتہ اس کی تعبیر وتعریف میں قدرے اختلاف پایا جاتا ہے کچھ اہل علم کا خیال ہے کہ

حروف کے نقطوں یا حرکات میں تبدیلی خط کی شکل باقی رکھتے ہوئے کی جائے تو اس کو تصحیف کہتے ہیں۔

کسی چیز کو اس کی حقیقت سے بدل دیا جائے،خواہ یہ تبدیلی کمی وزیادتی کی وجہ سے ہو یا غیر مراد پر محمول کر کے ہو تو اس کو تحریف کہتے ہیں،لہٰذا تحریف عام ہے تصحیف خاص ہے۔

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ کسی لفظ میں مخالفت یا چند حروف میں نقطہ کی تبدیلی سے کی جائے اور خط کی شکل وصورت باقی رہے تو اس کو تصحیف کہتے ہیں۔

اور اگر حرکت کی تبدیلی سے کی جائے خط کی شکل باقی رکھتے ہوئے تو اس کو تحریف کہتے ہیں۔

(نزھۃ النظر شرح نخبۃ الفکر)

لہٰذا ان کے قول کے مطابق تصحیف حروف کے نقطوں کی تبدیلی کا نام ہے،مثلاً یزید کو بُرید اور برید کو یزید پڑھنا اور تحریف حروف کے حرکات کی تبدیلی کا نام ہے جیسے اُسید کو اَسید اور اَسید کو اُسید پڑھنا۔

(۱) تصحیفات المحدثین: تالیف:ابو احمد حسن بن عبداللہ بن سعید عسکری (م ۳۸۲)

علامہ عسکری کے ترجمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اس فن میں تین کتابیں تالیف کی

ہیں۔ (۱) شرح مایقع فیہ التصحیف والتحریف (۲) تصحیفات المحدثین (۳) المؤتلف والمختلف

امام سخاوی کے قول کے مطابق آپ نے سب سے پہلے بڑی کتاب " سائر مایقع فیہ التصحیف من الاسماء والالفاظ " تالیف کی پھر اسی سے ایک اور کتاب "مایقع فی التصحیف من الفاظ اللغۃ والشعر واسماء الشعراء والفرسان واخبار العرب وایامھا ووقائعھا واماکنھا وانسابھا" تیار کی پھر ایک اور کتاب تیار کی جو محدثین کے ساتھ خاص ہے، یہی تیسری کتاب تصحیفات المحدثین ہے۔ (فتح المغیث ۳/۶۴)

اس کتاب کو مؤلف نے تین قسموں میں تقسیم کیا ہے۔

(۱) پہلی قسم میں تصحیف اور اہل تصحیف کی مذمت، اتقان اور متقنین کی مدحت، مصحفین سے پڑھنے میں قباحت، مضحکہ خیز تصحیفات کے چند نمونے اور بعض اہل علم کے اوہام کا ذکر کیا ہے۔

(۲) دوسری قسم میں قرآن وسنتِ رسول اللہ ﷺ میں جو تصحیفات ہوئی ہیں ان کا ذکر ہے، تصحیفات قرآنی تو برائے نام صرف تین صفحات میں ہیں، البتہ تصحیفات حدیث پر کافی گفتگو کی ہے۔

(۳) تیسری قسم جو اصل کتاب ہے اور جو یہاں مطلوب ہے، اس میں ان اسماء کا ذکر کیا ہے جو تصحیف کے قابل ہیں، لیکن اس میں کسی خاص ترتیب کا لحاظ نہیں کیا ہے۔ اس لئے پہلا کلمہ حباب، حنات، خباب اور جناب ہے جو نام مشہور اور کثیر الاستعمال ہیں صرف ان ہی کو ذکر کیا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ باب الافراد میں بہت سارے غریب نام بھی ذکر کئے ہیں۔ بعض تراجم مطول، بعض متوسط اور بعض بہت مختصر ہیں، عموماً تراجم کسی حدیث یا واقعہ کے ذکر کرنے اور اس پر اضافی معلومات کی وجہ سے طویل ہوگئے ہیں ورنہ عموماً راوی کے حالات سے متعلق اس کے استاذ اور شاگردہی کا ذکر رہتا ہے۔ (تصحیفات المحدثین ۱/۳۰)

یہ کتاب اس فن کی اہم اور بنیادی کتابوں میں سے ہے، مؤلف نے اپنی فنی مہارت کے جوہر

دکھاتے ہوئے گراں قدر معلومات فراہم کی ہیں، کتاب کی تحقیق ڈاکٹر محمود احمد میسرہ نے کی ہے، جو قاہرہ سے تین جلدوں میں چھپی ہے۔ کتاب کے آخر میں فہرست لگادی ہے جس کی وجہ سے استفادہ آسان ہوگیا ہے۔ مابقیہ کتابیں مندرجہ ذیل ہیں۔

(۲) تصحیف العلماء : ابومحمد عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ دینوری (م:۲۷۶)

(۳) تلخیص المتشابه في الرسم وحماية ماأشكل منه عن بوادر التصحيف والوهم: ابوبکر احمد بن علی خطیب بغدادی (م:۴۶۳)

(۴) تصحیح التصحیف وتحریر التحریف : خلیل ایبک صفدی (م:۷۶۴)

(۵) التنبیه علی حدوث التصحیف : حمزہ بن حسن اصبھانی (م:۳۶۰)

اور متاخرین نے ضبط اسماء رجال میں ہونے والی کوتاہی کو دور کرنے کے لئے مؤتلف ومختلف اور مشتبہ الالقاب والانساب کے نام سے مستقل فن ایجاد کیا۔

* مؤتلف ومختلف یہ دونوں کلمے اسم فاعل ہیں جو معنی کے اعتبار سے ایک دوسرے کے ضد ہیں۔

مؤتلف : یہ کلمہ "ائتلاف" سے ماخوذ ہے، جس کے لغوی معنی ملنا اور مجتمع ہونا ہے اور اصطلاح میں مؤتلف ان کلمات کو کہا جاتا ہے جن کے حروف کی شکل یکساں ہوں۔

مختلف : کلمہ "اختلاف" سے ماخوذ ہے، جس کے لغوی معنی متفرق اور جدا ہونا ہے۔ مختلف اصطلاحی تعریف کے اعتبار سے ان کلموں کو کہتے ہیں جن کا تلفظ جدا جدا ہو (مقدمہ ابن الصلاح ص ۳۴۰)

مؤتلف ومختلف ان کلمات کو کہا جاتا ہے جو تحریر میں یکساں ہوں لیکن تلفظ میں جدا جدا ہوں، اس کی مختلف صورتیں ہوتی ہیں۔

(۱) حروف کی شکل یکساں ہو لیکن حرکات جدا جدا ہوں۔ مثلاً سلام، سلّام

(۲) حروف کی شکل یکساں ہو لیکن نقطے جدا جدا ہوں۔ جیسے بزاز، بزار

(۳) حروف کی شکل تحریر میں یکساں ہو لیکن حقیقت میں جدا ہوں۔ جیسے زنیر، زنین

(جس زمانہ میں کتابوں کی طباعت نہیں ہوتی تھی بلکہ قلمی تحریر پر ہی اکتفا کیا جاتا تھا، جس میں نقطوں کا بھی اہتمام نہیں کیا جاتا تھا، اس وقت ان دونوں آخرالذکر کلموں کی تحریر میں کوئی خاص فرق نہیں ہوتا تھا البتہ جدید طباعت کے دور میں دونوں کے خط میں فرق واضح ہوتا ہے۔)

فن مؤتلف ومختلف ایک ایسا علم ہے جس کے محتاج شعراء، مورخین، مفسرین سب ہی ہوتے ہیں لیکن محدثین اس کے زیادہ محتاج ہوتے ہیں، اسی وجہ سے انہوں نے ضبط پر سب سے زیادہ توجہ دی ہے اور یہ فرمایا کہ اولی الاشیاء بالضبط اسماء الناس لانه شیٔ لایدخله القیاس ولاقبله شیٔ ولا بعده شیٔ یدل علیه

سب سے زیادہ قابلِ ضبط لوگوں کے نام ہیں اس لئے کہ یہ ایسی چیز ہے، جس میں قیاس کا کوئی دخل نہیں ہوتا اور نہ ہی اس کے ماقبل ومابعد میں کوئی قرینہ ہوتا ہے، جو ضبط دلالت کرتا ہو۔ اس فن میں بھی بہت سی کتابیں تالیف کی گئی ہیں۔ محمد بن جعفر کتانی نے اس فن کی کتابوں کی ایک طویل فہرست اپنی کتاب الرسالۃ المستطرفہ ص ۱۴ میں ذکر کی ہے اور دکتور عبدالقیوم عبدرب النبی نے ابن حجر کے زمانہ تک لکھی گئی کتابوں کی تعداد اکتیس ذکر کی ہے۔

چند اہم کتابیں حسب ذیل ہیں۔

(۱) المؤتلف والمختلف فی اسماء نقلۃ الحدیث

یہ کتاب حافظ عبدالغنی بن سعید ازدی (م:۴۰۹) کی تالیف ہے، جس کو مشتبہ الاسماء بھی کہا جاتا ہے، اس کتاب میں ان اسماء کا تذکرہ ہے۔ جن میں تشابہ وتصحیف کا امکان ہوتا ہے، ان ناموں کو حروف معجم کی ترتیب پر مرتب کردیا ہے اور یہ وضاحت کردی ہے کہ مذکورہ ناموں کے افراد کون کون ہیں؟ عموماً ان کا مختصر تعارف بھی کروایا ہے، اس لئے یہ کتاب مختصر ہونے کے باوجود انتہائی مفید ہے، اس کتاب کی تالیف کے بعد مؤلف نے اس فن سے متعلق ایک اور کتاب تحریر کی جس کا نام۔ ’’مشتبہ النسبۃ‘‘ رکھا۔ اس کتاب میں آپ نے ان نسبتوں کا ذکر کیا ہے جو مشکل اور متشابہ ہیں اس کتاب کی تالیف

سابقہ کتاب کے بعد کی ہے، جس کا اظہار ان الفاظ میں کیا ہے۔

"مؤتلف ومختلف" اسماء محدثین کے سلسلہ میں تالیف کرنے کے بعد جب اس طرف توجہ گئی کہ بہت سارے لوگ قبیلہ ووطن، صنعت وحرفت کی جانب منسوب ہوتے ہیں، ان میں بعض نسبتیں ایسی ہیں جن میں تصحیف کا امکان ہے لہذا مناسب معلوم ہوا کہ ایسی کتاب تالیف کی جائے جس میں مشتبہ نسبتوں کا ذکر کردیا جائے تاکہ ان نسبتوں میں تصحیف کا امکان ختم ہوجائے۔ "مشتبہ النسبہ" بھی حروف معجمہ کی ترتیب پر مرتب ہے۔ دونوں کتابوں کا منہجِ تحریر بالکل یکساں ہے۔ مشتبہ ناموں ونسبتوں کی وضاحت کے ساتھ ساتھ ان سے روایت کرنے والے اور جن سے انہوں نے روایت کی ہے ان کا بھی تذکرہ عموماً کردیا ہے۔ کلمات جرح وتعدیل کا بھی کہیں کہیں استعمال کیا ہے۔ مثلاً ضعیف، ثقہ، قلیل الحدیث وغیرہ۔ اکثر تو راوی، مروی عنہ ہی پر اکتفاء کیا ہے، البتہ صحابی کی صحبت کی صراحت کردی ہے، کسی خاص واقعہ، نیز منصب کا بھی کہیں کہیں ذکر کردیا ہے۔

مؤلف نے اس کتاب کی تالیف میں اپنے استاذ امام دارقطنی سے بھرپور استفادہ کیا ہے۔ کتاب کی تالیف ہوجانے کے بعد جب امام دارقطنی نے اس کو بطور تشجیع وہمت افزائی اپنے شاگرد سے سننا چاہا تو انہوں نے جواب دیا کہ زیادہ تر تو آپ ہی کی بتائی ہوئی باتیں ہیں۔ آپ اس کو کیا سنیں گے؟ امام دارقطنی نے جواب دیا کہ آپ نے مجھ سے متفرق طور پر معلومات حاصل کی ہے۔ اس میں ایسی بہت ساری باتیں ہوں گی جو آپ نے دیگر مشائخ سے سنی ہوگی۔ لہذا میں سننا چاہتا ہوں۔ چنانچہ انہوں نے اپنے استاذ کو پڑھ کر سنادیا، اس طرح ایک امام وقت کی تائید اس کتاب کو حاصل ہے۔ (جرح وتعدیل، ص ۵۴۴ بحوالہ تذکرۃ الحفاظ ۱/ ۱۰۴۹ اور مقدمہ المؤتلف والمختلف ص ۷۲)

(۲) المؤتلف والمختلف تالیف: امام دارقطنی (م: ۳۸۵)

امام دارقطنی کی یہ کتاب اس فن کی انتہائی اہم اور وسیع کتاب ہے، جس میں محدثین کرام اور راویان حدیث کے مشتبہ اسماء وکنی اور القاب کا ذکر کیا گیا ہے، ان کے علاوہ دیگر اشخاص فقہاء، ادباء،

شعراء وغیرہ نیز اسماء قبائل و مقامات کا بھی ذکر کیا ہے، حتی کہ بعض لغوی مشتبہ کلمات کو بھی شامل کرلیا ہے۔

کتاب کا ابتدائی حصہ اب تک مفقود ہے، اس لئے مطبوعہ نسخہ حرف باء کے باب بجیر سے شروع ہوتا ہے، چونکہ کتاب کا مقدمہ بھی دستیاب نہیں، جس سے پتہ چلتا کہ امام دارقطنی نے طریقہ تالیف کیا اختیار کیا ہے۔ البتہ کتاب کے مطالعہ سے مندرجہ ذیل خاکہ سامنے آتا ہے۔

کتاب کی ترتیب بنیادی طور پر حروف معجم پر ہے، ان حروف کو ابواب پر مرتب کیا ہے، جب کہ بعض کلمات کے لئے بھی باب کا استعمال کیا ہے۔ اس ترتیب میں صرف پہلے کلمہ کا اعتبار کیا ہے، دوسرا کلمہ جو اس کے مشابہ ہے اس کا خیال نہیں کیا اور نہ ہی اس فن میں یہ آسان ہے۔ مثلاً کلمہ بدیل کے ساتھ بذیل، تذیل، یدیل سب کا ذکر کرنا پڑتا ہے۔ ایسے ہی کلمہ برید کے ساتھ برید، برند، یزید، تزید کا ذکر کیا جاتا ہے۔ کہیں کہیں باب کے تحت کوئی ایسا نام ذکر کردیا ہے جو مشتبہ ہے پھر اس نام کے جتنے افراد پائے جاتے ہیں یا حسب نسب میں جہاں وہ مستعمل ہیں ان کا ذکر کردیا ہے، مثلاً مطبوعہ نسخہ کا پہلا باب جو باب بجیر سے شروع ہوا ہے، اس کے ماتحت اس نام کے جتنے افراد یا ان کے نام ونسب میں یہ کلمہ موجود ہے ان سب کا ذکر کردیا ہے، باب کے ماتحت ذکر کئے جانے والے اسماء، کنی، القاب وغیرہ کے ذکر میں کوئی خاص ترتیب ملحوظ نہیں رکھی، کہیں نام مقدم ہے کہیں لقب تو کہیں کنیت بلکہ بعض جگہوں پر عورتوں کے نام مقدم کردیتے ہیں، ہر حرف کے ماتحت جو داخلی ابواب ہیں ان میں بھی کوئی خاص ترتیب نہیں۔

اس کتاب کے لئے مختلف فنون کی کتابوں خاص طور سے جرح وتعدیل کی مختلف انواع کی کتابوں سے مدد لی ہے، ساتھ ساتھ ذاتی معلومات جو بذریعہ مشائخ حاصل ہوئی انہیں بھی شامل کتاب کرلیا ہے۔

صاحب ترجمہ کے استاذ، شاگرد اور کہیں کہیں بطور مثال حدیث بھی ذکر کی گئی ہے، جس میں اس اسناد کا اہتمام کیا گیا ہے جس سند میں صاحب ترجمہ کا نام مذکور ہوتا ہے، اس کتاب میں امام دارقطنی نے رواۃ پر جرحاً وتعدیلاً کلام بھی کیا ہے، محقق کتاب کے اعداد وشمار کے مطابق اس طرح کہ کل ۱۳۲

رواۃ ہیں۔ایک خاص بات یہ ہے کہ اس کتاب میں امام دارقطنی نے ائمہ حدیث کے اوہام واغلاط کوذکر کرتے ہوئے اس کی تصحیح فرمادی ہے۔(جرح وتعدیل ص ۷ ۵۴بحوالہ المؤتلف والمختلف مقدمہ محقق ۹۴۹۱/۱)

چونکہ یہ فن انتہائی غامض ہے جو کسی قانون وقاعدہ کے تحت نہیں آتا ہے بلکہ مجرد سماع پر اس کا دارومدار ہوتا ہے، اس لئے اس میں وہم اور غلطی کا امکان زیادہ ہوتا ہے، بنابریں امام دارقطنی سے بھی غلطیاں ہوئی ہیں جس کی تصحیح خطیب بغدادی اور ابن ماکولا نے کی ہے، نیز ان کی غلطیوں کی اصلاح ان کے بعد کے حضرات نے کی ہے۔

چونکہ یہ کتاب انتہائی اہم تھی جس پر امام دارقطنی کی مہارت اور فنی ترتیب کا اثر تھا اس وجہ سے اہل علم نے اس پر بھر پور اعتماد کیا ہے اور جن لوگوں نے اس کے بعد رجال حدیث اور اس فن سے متعلق کتابیں تحریر کی انہوں نے اس کتاب سے بھر پور استفادہ کیا بلکہ علامہ ابن ماکولا نے اپنی کتاب "الاکمال" میں اور امام سمعانی نے "الانساب" میں زیادہ تر معلومات کو اسی کتاب سے تحریر کرلیا ہے۔

امام دارقطنی کی اس کتاب کے بارے میں امام سخاوی فرماتے ہیں "وھو کتاب حافل" وہ بڑی عظیم کتاب ہے۔

خطیب بغدادی نے امام دارقطنی اور ابوسعید ازدی کی کتاب پر ذیل تحریر کیا ہے پھر حافظ ابن ماکولا نے ان سب کو جمع کرتے ہوئے اور کچھ اضافہ کے ساتھ ایک جامع کتاب تیار کی ہے جو "الاکمال" کے نام سے مشہور ہے۔

(۳) الاکمال : تالیف حافظ ابن ماکولا (م:۴۷۵)

یہ کتاب فن مؤتلف ومختلف کی انتہائی مشہور اور جامع کتاب ہے، جس کا مکمل نام 'الاکمال فی رفع الارتیاب عن المؤتلف والمختلف فی الاسماء والکنی والانساب' ہے۔اس میں امام

دار قطنی، حافظ عبدالغنی ازدی، خطیب بغدادی جیسی نامور شخصیات کے ساتھ ساتھ ابن ماکولا کا کمال بھی شامل ہے۔ امام دار قطنی، خطیب بغدادی وغیرہ کی کتابوں کے دیکھنے کے بعد مؤلف کتاب کو خیال آیا کہ اس فن میں ایک ایسی کتاب تحریر کی جائے جو ان کتابوں کو شامل ہونے کے ساتھ ساتھ مزید معلومات پر مشتمل ہو۔ چنانچہ اس کتاب کو جامع اور مفید تر بنانے کی نیت سے تالیف شروع کی جس میں پوری طرح کامیاب رہے۔

یہ کتاب حروف معجم کی ترتیب پر مرتب ہے طریقہ تحریر یہ ہے کہ باب کے ماتحت مشتبہ نام ذکر کر کے مختلف صورتوں میں جو فرق ہوتا ہے، اس کو واضح کیا ہے اور یہ نشاندہی کی ہے کہ اس میں سے ہر ایک نام سے کون کون حضرات مراد ہیں۔ مثلاً اجمد، احمد، احمر میں یہ واضح کر دیا ہے کہ اجمد بن عجیان ہیں اور احمد (بحرف الحائ) اس نام کے بہت سے لوگ مشہور ہیں اور احمر (آخر میں رائ) سے مراد احمر بن جزء سدوسی صحابی ہیں۔ (جرح وتعدیل ص ۵۴۸ بحوالہ تکملۃ اکمال الاکمال مقدمہ محقق ص ۱۵)

کتاب علماء کی نگاہ میں:

ابن خلکان فرماتے ہیں کہ یہ کتاب التباس کے ختم کرنے، ضبط اور تحریر وتدقیق میں کیا ہی خوب تر ہے۔ اسی پر پر محدثین اور علماء فن نے اعتماد کیا ہے اس لئے کہ اس جیسی کوئی کتاب اس فن میں تحریر نہیں کی گئی۔ (شذرات الذہب ۴/۸۷)

ابن کثیر فرماتے ہیں کہ ابن ماکولا نے الاکمال کے نام سے ایک کتاب تحریر کی ہے جو انتہائی مفید ہے اس طرح کی کتاب اس فن میں نہ تو اس سے پہلے تحریر کی گئی اور نہ اس کے بعد سوائے ابن نقطہ کے استدراک کہ جو اس کتاب پر کیا گیا ہے۔ (جرح وتعدیل ص ۵۴۹ بحوالہ بدایہ ۱۲/۱۳۳)

علامہ سخاوی فرماتے ہیں کہ بعد کے تمام محدثین نے اس کتاب پر اعتماد کیا ہے۔ (فتح المغیث ۳/۱۸۳)

(۴) اکمال الاکمال : تالیف ابو بکر محمد بن نقطہ (م:۶۲۹)

یہ کتاب علامہ ابن ماکولا کی کتاب "الاکمال" پر بحیثیت ذیل تحریر کی گئی، جو ذیل کے ساتھ ساتھ استدراک بھی ہے۔ جس میں ابن نقطہ نے ابن ماکولا سے رہ جانے والی چیزوں کو پورا کیا اور ان کے بعد جو نئی چیزیں سامنے آئی تھیں انہیں بھی شامل کتاب کیا یہ ایک مفید ذیل ہے جس کی مقدار اصل کتاب سے دو تہائی ہے ذہبی فرماتے ہیں کہ یہ کتاب ابن نقطہ کی اعلیٰ فنی مہارت اور حافظہ کی بہترین دلیل ہے۔

(۵) تکملة اکمال الاکمال فی الانساب و الاسماء و الالقاب تالیف : ابو حامد محمد بن علی صابونی (م:۶۸۰)

یہ کتاب ابن نقطہ کی سابقہ تالیف پر ذیل واستدراک ہے۔ جو تراجم ابن نقطہ سے فوت ہو گئے تھے یا ان کی وفات کے بعد ظاہر ہوئے تھے، ان کا اضافہ کیا ہے۔ کتاب میں روایانِ حدیث کے علاوہ دیگر مختلف اصناف کے افراد مثلاً شعراء، ادباء، مورخین، اطباء، وزراء، امراء وغیرہ کا بھی تذکرہ کیا ہے، البتہ محدثین کے تراجم کا زیادہ اہتمام کیا ہے، کتاب حروف معجم کی ترتیب پر مرتب ہے۔ (جرح وتعدیل ص ۵۵۰ بحوالہ تکملة اکمال الاکمال مقدمہ محقق ص ۴۵، ۴۷)

(٦) المشتبہ فی اسماء الرجال وانسابھم۔ تالیف: ابو عبداللہ محمد بن احمد ذہبی (م:۷۴۸)

یہ کتاب بنیادی اعتبار سے حافظ عبدالغنی ازدی، ابن ماکولا، ابن نقطہ اور امام ذہبی کے استاذ ابن فرضی کی کتابوں کا خلاصہ ہے، کچھ معلومات کا اضافہ مؤلف نے اپنی طرف سے بھی کیا ہے، یہ کتاب حروف معجم پر مرتب ہے، اس کتاب میں مشتبہ اسماء وانساب کو حروف کے بجائے حرکت سے ضبط کیا ہے۔ کسی بھی قسم کے ناموں کا ذکر مکمل نہیں ہے بلکہ وغیر ہم کہہ کر کام چلانے کی کوشش کی ہے۔ اس وجہ سے اس کتاب سے استفادہ کرنے والا شخص اس وقت حیران ہو کر رہ جاتا ہے جب کسی مشتبہ نام کی معرفت حاصل کرنا چاہتا ہے اور وہ نام اس میں نہیں ہوتا ہے کہ آخر اس مطلوبہ نام کو وہ کس میں شمار کریں، جب کہ

دونوں قسموں میں وغیرہم موجود ہوتا ہے۔(فتح المغیث ۴/ ۱۸۳)

(۷) تبصیر المنتبہ بتحریر المشتبہ تالیف: حافظ ابن حجر عسقلانی (م: ۸۵۲)

یہ کتاب جیسا کہ نام سے واضح ہے کہ امام ذہبیؒ کی کتاب المشتبہ سے متعلق ہے، جب حافظ ابن حجر نے اس کتاب کو دیکھا تو اس میں تین بنیادی خامیاں نظر آئیں۔

(۱) مشکل اسماء کو حروف کے بجائے حرکات سے ضبط کیا تھا حالانکہ حرکات کے بدلنے کا بہت زیادہ امکان ہوتا ہے۔

(۲) دوسری خامی یہ تھی کہ کتاب بالکل مختصر ہو گئی تھی، مشکل ناموں کو ذکر کرنے کے بعد ہر قسم میں چند مثالیں دے کر وغیرہم کہہ کر کام چلایا تھا، جس سے التباس ہو جاتا تھا۔

(۳) بہت سارے وہ تراجم جو ان کی معتمد علیہ چاروں کتابوں میں سے کسی نہ کسی کتاب میں موجود تھے، ان سے فوت ہو گئے۔(جرح وتعدیل ص ۵۵۱، بحوالہ تبصیر المنتبہ ۱/ ۱۔۲)

حافظ ابن حجر نے اس کتاب میں مذکورہ خامیاں دور کرنے کی کوشش کی ہے، مشکل کلمات کو حروف کے ذریعہ ضبط کیا ہے وہ اسماء جو مشتبہات کے ضمن میں آتے تھے، ان کی بڑی اچھی تفصیل کر دی ہے۔ بنیادی کتابوں کے فوت شدہ تراجم کا اضافہ کیا ہے اور اپنی طرف سے بہت سے تراجم کا اضافہ کیا ہے خاص طور سے زمانہ جاہلیت کے شعراء، فرسان وغیرہ جن کا ذکر سیرت وتاریخ کی کتابوں میں پایا جاتا ہے، ان کا بھی ذکر کر دیا ہے، یہ سارا کام بڑے ہی اچھوتے انداز سے کر دیا ہے۔

حافظ ابن حجرؒ نے اپنے طریقہ تالیف کی طرف یوں اشارہ کیا ہے۔ ابتداء ان ناموں سے کی ہے جو مشہور ہیں اور ان کے ضبط کی ضرورت نہیں ہوتی اور ان ہی کلمات کو ضبط کیا ہے جن کے ضبط کی ضرورت پڑتی ہے۔ جن کے بارے میں کچھ نہیں لکھا وہ اپنے ماقبل کے مانند سمجھے جائیں، اپنی طرف سے جن تراجم کا اضافہ کیا ہے، ان کی ابتداء "قلت" سے کی ہے اور آخر میں "انتہی" تحریر کر دیا ہے۔
(جرح وتعدیل ص ۵۵۲، بحوالہ تبصیر المنتبہ ۱/ ۲)

اس ضبط تحریر، کامل تحقیق، بابصیرت نقد اور جستجوئے کثیر کی وجہ سے یہ کتاب اس فن کی انتہائی جامع اور مفید کتاب بن گئی ہے۔ جس کے مطالعہ سے قلبی راحت ملتی ہے، مشتبہات کی تاریکی روز روشن کی طرح عیاں ہوجاتی ہے۔ اس کتاب کی موجودگی میں بظاہر کسی دوسری کتاب کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی یہ کتاب چار جلدوں میں علی محمد بجاوی کی تحقیق سے طبع ہوئی ہے۔

(۸) المغنی فی ضبط اسماء الرجال تالیف: محمد بن طاہر پٹنی ھندی (م:۹۸۶).

یہ کتاب خطۂ گجرات کے مشہور ومعروف عالم دین صاحب مجمع بحار الانوار علامہ محمد بن طاہر پٹنی کی ہے۔ مؤلف نے اس کتاب میں کتب سابقہ میں موجود اسماء، انساب اور القاب سے متعلق منتشر مواد کو نہایت ہی سلیقہ مندی سے جمع کر دیا ہے۔ گویا یہ کتاب سب کتابوں کا لب لباب کی حیثیت رکھتی ہے اور یہ کتاب دریا بکوزہ یا بہ قامت کہتر بہ قیمت بہتر کی صحیح مصداق ہے۔ اس کتاب کا مقام ومرتبہ اہل علم سے مخفی نہیں ہے یہ کتاب مشرق ومغرب میں ہاتھوں ہاتھ لی گئی اور علماء فن نے اسے خوب سراہا، خود مصنف کتاب اپنی شہرۂ آفاق کتاب مجمع بحار الانوار کے آخر میں تحریر فرماتے ہیں۔

ھذا کلہ من مسودی المسمی بالمغنی وھو کتاب جلیل تلقتہ الفضلاء بالقبول ولا بد منہ لمن یرید التبحر فی ھذا الشان۔

شارح مشکوۃ شیخ محدث عبدالحق دہلوی اپنی کتاب اخبار الاخیار میں کتاب کی تعریف کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں۔

در رسالہ دیگر مسمی بمغنی کہ تصحیح اسماء الرجال کردہ بے تعرض بہ بیان احوال بغایت مختصر ومفید

اب یہ کتاب محدث کبیر، ناقد بصیر استاذ محترم مولانا زین العابدین صاحب اعظمی اطال اللہ بقاءہ بالصحۃ والعافیۃ (صدر شعبہ تخصص فی الحدیث، مظاہر علوم سہارنپور) کی تحقیق وتعلیق اور مفید استدراک کے ساتھ زیور طبع سے آراستہ ہوکر منظر عام پر آچکی ہے۔

کتاب کی ترتیب :

کتاب کی ابتداء میں مفتی عبداللہ صاحب معروفی مدظلہ العالی (استاذ شعبۂ تخصص فی الحدیث دارالعلوم دیوبند) نے ضبط اسماء الرجال کی اہمیت، ضبط میں کوتاہی کے برے نتائج، علماء حدیث کی ضبط کی طرف توجہ، ضبط کے قواعد کا استعمال، کتب تصحیفات، کتب مؤتلف ومختلف، کتاب المغنی کا تعارف اور محقق کتاب حضرت مولانا کی سوانح زندگی وغیرہ امور پر سیر حاصل بحث کی ہے، اس کے بعد محقق کتاب حضرت مولانا نے ''مقدمۃ التحقیق'' کے عنوان سے مقدمہ تحریر فرمایا ہے، اس کے بعد کتاب میں مؤلفِ کتاب علامہ محمد بن طاہر پٹنیؒ کے حالات زندگی مذکور ہے۔

متقدمین نے کتب مؤتلف ومختلف کو اس طرح مرتب کیا تھا کہ کسی راوی کے نام کا عنوان قائم کرکے اس نام کے جتنے رواۃ ہوتے ان سب کو ذکر کردیتے تھے، اس میں والد، جد، لقب اور کنیت وغیرہ کا ذکر کردیتے تھے، جیسے ''بدیل'' کا عنوان قائم کرکے اس کے مشابہ جتنے بھی رواۃ ہوتے ان کو ذکر کردیتے تھے۔ لیکن مؤلف مغنی نے کتاب کو حروف ہجائیہ کی ترتیب پر اس طرح مرتب کیا ہے کہ اگر کسی راوی کے والد کا نام محتاج ضبط ہوتا ہے اور راوی کا نام محتاج ضبط نہیں ہوتا تو راوی کا نام چھوٹے حروف میں اور والد کا نام بڑے حروف میں تحریر فرما کر اپنی جگہ یعنی اپنے حرف میں ذکر کرتے ہیں، اسی طرح جد، کنیت اور لقب کو ذکر کرتے ہیں، والد کی مثال : جیسے حکیم بن اُثرم، اس نام کو حرف الحاء میں ذکر نہیں کیا ہے، بلکہ حرف الھمزہ میں ذکر کیا ہے، کیونکہ ''اُثرم'' کے ضبط کو واضح کرنا مقصود تھا۔

جد کی مثال : صفیہ بنت حی بن اُخطب۔ اس نام کو حرف الھمزہ میں ذکر کیا ہے، اس لئے کہ جد اُخطب کا ضبط تحریر کرنا مقصود تھا۔

لقب کی مثال : الاَشج۔ یہ منذر بن عائذ کا لقب ہے۔ اس لقب کو حرف الھمزہ کے ماتحت ذکر کیا ہے۔ کیونکہ الاَشج کا ضبط بیان کرنا مقصود تھا۔

کنیت کی مثال : ابواَرطاۃ۔ یہ حصن بن زمعہ کی کنیت ہے، اس نام کو بجائے حرف الحاء میں

ذکر کرنے کے حرف الھمزہ میں ذکر کیا ہے، کیونکہ اَبو اَرطاۃ کا ضبط واضح کرنا مقصود تھا۔

اسی طرح ہر حرف میں اسماءرواۃ کو ذکر کرنے کے بعد اسی حرف سے شروع ہونے والی نسبتوں کا ضبط ''النسب'' کے عنوان کے ماتحت تحریر کیا ہے، کتاب میں اسماءرواۃ کے ضبط کو تحریر کرنے کے ساتھ ساتھ کبھی شہروں کے ناموں اور بعض جگہ غریب الحدیث کلمات کا ضبط بھی تحریر کر دیا ہے۔

اسماءرجال اور نسبتوں کے ضبط کے بعد ''خاتمۃ فی رسم الکتاب'' کے عنوان کے ماتحت رسم کتابت کے قواعد ذکر کئے ہیں، اس کے بعد ''فصل فی التواریخ'' کے عنوان کے ماتحت مختصر سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مشہور ائمہ کرام کی سنین ولادت ووفات کا ذکر کیا ہے، نیز کتاب کے ساتھ امام سیوطیؒ کی صحیح بخاری کی شرح ''التوشیح'' سے چند فصلوں کا الحاق کیا گیا ہے، اس کے بعد محقق حضرت مولانا مدظلہ العالی نے ''ملحق مفید'' کے عنوان کے ماتحت مشہور ائمہ حدیث کی سنین وفات تحریر کی ہے۔

ان مذکورہ بالا کتابوں کے علاوہ چند اور کتابیں بھی تالیف کی گئی ہیں جن کا اجمالی ذکر حسب ذیل ہے۔

(۹) المؤتلف والمختلف۔ تالیف ابوالولید عبداللہ بن محمد فرضی۔ (م: ۴۰۳)

(۱۰) المؤتلف والمختلف۔ تالیف ابوسعید احمد بن محمد مالینی۔ (م: ۴۱۲)

(۱۱) المؤتلف والمختلف۔ تالیف یحیٰ بن علی بن طحان۔ (م: ۴۱۶)

(۱۲) الزیادات فی کتاب المؤتلف والمختلف للأزدی۔ تالیف جعفر بن محمد مستغفری

(۱۳) المؤتلف والمختلف فی الاسماء۔ تالیف ابوحامد احمد بن ماما الماماني (م: ۴۳۶)

(۱۴) المعجم فی أسامی المحدثین۔ تالیف ابوعبیدہ اللہ ھروی۔ (م: بعد ۴۳۸)

(۱۵) الزیادات الموجودات من کتاب المعجم فی مشتبہ أسامی المحدثین۔
تالیف ابوعبیدہ اللہ ھروی۔

(۱۶) المؤتلف والمختلف۔ تالیف: ابونصر عبیداللہ بن سعید بن حاتم۔ (م: ۴۴۴)

(۱۷) المؤتلف فی تکملة المؤتلف والمختلف۔تالیف:خطیب بغدادی۔(م:۴۶۳)

(۱۸) المعجم فی المشتبه۔تالیف:ابومحمد عبداللہ بن یوسف جرجانی۔(م:۴۸۹)

(۱۹) المؤتلف والمختلف۔تالیف:ابوالمظفر محمد بن احمد۔(م:۵۰۷)

(۲۰) مختلفی الأسماء۔تالیف ابوالغنائم محمد بن علی۔(م:۵۱۰)

(۲۱) متشابه أسامی الرواۃ أو متشبه النسبة۔تالیف:جاراللہ زمخشری۔(م:۵۳۸)

(۲۲) المؤتلف والمختلف۔تالیف:ابوعبداللہ محمد بن محمود ابن نجار۔(م:۶۴۳)

(۲۳) هدایة المتعسف فی المؤتلف۔تالیف:ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ قضائی۔(م:۶۵۸)

(۲۴) مشتبه النسب۔تالیف:ابوالعلاء محمود بن أبی بکر فرضی۔(م:۷۰۰)

(۲۵) المؤتلف والمختلف۔تالیف:کمال الدین عبدالرزاق بن احمد ابن الفوطی(م:۷۲۳)

(۲۶) ذیل علی المشتبه فی الرجال۔تالیف:حافظ مغلطائی بن قلیج۔(م:۷۶۲)

(۲۷) الأعلام بمافی مشتبه الذهبی من الأوهام۔تالیف:ابوعبداله محمد بن أبی بکر عبداللہ(م:۸۴۲)(تکملة الاکمال)

طالبِ حدیث کو سند میں واقع اسماء رجال کے صحیح ضبط کو معلوم کرنے کے لئے مذکورہ بالا کتابوں کی حسب موقع وحسب ضرورت مراجعت کرنی چاہئے۔

باب دوم

تصحیح الفاظ متن الحدیث

یعنی الفاظِ حدیث کو درستگی کے ساتھ پڑھنا

الفاظ حدیث کے ضبط میں غلطی سے اجتناب کرنا یہ طبعاً، عقلاً اور شرعاً مطلوب ہے، جس کا کوئی انکار نہیں کرسکتا۔ اس لئے کہ الفاظ حدیث میں غلطی کرنے والے پر اس بات کا اندیشہ ہے کہ وہ من كذب علي متعمدا فليتبوأ مقعده من النار کی سخت وعید میں داخل ہوجائے جیسا کہ امام اصمعیؒ نے فرمایا ہے کہ ان اخوف ما اخاف علی طالب العلم اذا لم یکن یعرف النحو ان یدخل فی جملة قوله ﷺ من كذب علي متعمدا فليتبوأ مقعده من النار سب سے زیادہ طالب حدیث پر اس بات کا اندیشہ ہے کہ وہ نحو سے ناواقفیت کی بناء پر الفاظ حدیث کو غلط سلط پڑھ دے اور من كذب ــــــ کی شدید وعید میں داخل ہوجائے۔ وجہ یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ لحن و غلطی سے پاک صاف تھے، اب کوئی آپ ﷺ سے حدیث بیان کرے اور لحن و غلطی کا شکار ہوجائے تو گویا اس نے آپ ﷺ کی طرف جھوٹی بات منسوب کی کہ آپ ﷺ نعوذ باللہ لحان تھے، اور آپ ﷺ نے اسی طرح لحن کے ساتھ بیان فرمایا تھا۔ (تدریب الراوی : ۲/۹۸)

خطیب بغدادیؒ سے یہ بات نقل کی گئی ہے کہ امام شعبہؒ نے فرمایا کہ من طلب الحديث ولم يبصر العربية كمثل رجل عليه برنس وليس له رأس کہ جو شخص علم حدیث کو طلب کرے لیکن عربی زبان میں مہارت نہ ہو تو وہ آدمی ایسا ہے کہ ٹوپی تو ہو لیکن سر ہی نہ ہو۔

حماد بن سلمہ فرماتے ہیں مثل الذی يطلب الحديث ولا يعرف النحو مثل الحمار عليه مخلاة ولا شعير فيه اس آدمی کی مثال جو حدیث کو طلب کرتا ہو لیکن نحو سے جاہل ہو وہ اس گدھے کی طرح ہے جس کی پشت پر تھیلا تو رکھا ہوا ہو لیکن اس میں اناج نہ ہو۔

کبھی الفاظ حدیث صحیح نہ پڑھنے کی وجہ سے معنی بدل کر کچھ کا کچھ ہو جاتا ہے اور انتہائی تعجب خیز اور مضحکہ خیز نتائج رونما ہوتے ہیں جیسے نصاریٰ نے ایک لفظ کے تلفظ میں غلطی کی اور مطلب غلط سمجھ کر کافر ہو گئے، اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انجیل میں حضرت عیسیٰؑ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا انت نَبِیٌّ ولَدْتک من البتول کہ آپ میرے نبی ہے میں نے آپ کو حضرت مریم سے پیدا کیا ہے۔ نصاریٰ اس میں زبردست تصحیف کے شکار ہو گئے اور انہوں نے پڑھا انت بُنَیَّ ولدتک من البتول نبی کے بجائے بنی اور ولدتک بتشدید اللام کے بجائے ولدتک بتخفیف اللام پڑھ دیا، مطلب یہ ہوگا کہ آپ میرے بیٹے ہیں میں نے آپ کو بتول سے جنا ہے۔

اسی طرح سب سے پہلے جو فتنہ اسلام میں وقوع پذیر ہوا اس کا سبب بھی یہی تصحیف ہے کہ حضرت عثمانؓ نے اس آدمی کے متعلق اہل مصر کو لکھا جس کو آپ نے امیر بنا کر بھیجا تھا۔ اذا جاء کم فاقبلوہ کہ جب امیر تمہارے پاس آجائے تو قبول کر لینا۔ اہل مصر نے غلط پڑھ دیا اور بجائے فاقبلوا کہ فاقتلوہ پڑھ دیا، اس کے بعد جو کچھ واقع ہوا وہ کسی سے مخفی نہیں ہے۔ (تدریب ۲ / ۶۳)

ایک اور مثال ملاحظہ فرمائیں، نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا : یحمل ھذاالعلم من کل خلف عدولہ ینفون عنہ تحریف الغالین وانتحال المبطلین وتاویل الجاھلین آئندہ آنے والے لوگوں میں سے اچھے لوگ (معتمد اور ثقہ) اس کتاب کے علم کو حاصل کرینگے اور پھر اس علم کے ذریعے غلو کرنے والوں کی تحریف ختم کرینگے اور غلط کاروں کی غلطیوں کو رفع کریں گے اور آیات قرآنی واحادیث میں کی گئی جاہلوں کی تاویلوں کو رد کریں گے۔

حدیث میں لفظ خلف بفتح اللام ہے جس کے معنی اچھے جانشین کے ہے لیکن بعض لوگوں نے اس لفظ کو بسکون اللام خلْف پڑھ دیا، جس کے معنی برے جانشین کے ہے اس معمولی غلطی کی وجہ سے معنی کچھ کا کچھ ہو گیا اور منشاء نبوی ﷺ فوت ہو گیا۔ اس لئے کہ آپ کا منشاء حاملین علم کی تعریف کرنا تھا نہ کہ ان کی مذمت! لیکن خلف بسکون اللام پڑھنے کی وجہ سے حاملینِ علم کی مذمت ہو گئی۔

ایک اور دلچسپ مثال ملاحظہ فرمائیں کسی خلیفہ نے اپنے عامل کو لکھ بھیجا احص المخنثین کہ اپنے شہر کے مخنثین کو شمار کرلو لیکن اس عامل نے بجائے احص (بالحاء المھملہ) کہ اخص (بالخاء المعجمہ) پڑھ دیا اور غلط مطلب سمجھ کر سارے مخنثین کو خصی کر دیا۔ (تدریب ۲/۶۵)

علماء متقدمین کے نزدیک تصحیح الفاظ کی بہت زیادہ اہمیت تھی وہ حضرات ان لوگوں سے سخت ناراض ہوتے تھے جو تصحیح الفاظ میں گڑ بڑ کرتے تھے۔

علامہ خطابیؒ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ کچھ لوگوں کے پاس سے گذرے وہ لوگ تیر اندازی کی مشق کررہے تھے لیکن اچھی طرح تیر اندازی نہیں کررہے تھے، ان لوگوں نے حضرت عمرؓ کو دیکھ کر عرض کیا یاامیر المؤمنین نحن قوم متعلمین۔ بجائے نحن قوم متعلمون کہنے کے نحن قوم متعلمین کہہ دیا کہ ہم تو ابھی تیر اندازی سیکھ رہے ہیں ماہر فن نہیں ہے، اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ تمہارا دورانِ گفتگو غلطی کرنا یہ تیر اندازی میں غلطی کرنے کے مقابلہ میں خطرناک ہے، اللہ تعالیٰ اس آدمی پر رحم کرے جس نے اپنی زبان کی اصلاح کرلی۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے بارے میں منقول ہے کہ وہ اپنے صاحبزادہ کو الفاظ میں غلطی کا ارتکاب کرنے پر مارا کرتے تھے۔

حضرت حسن بصریؒ سے کسی نے عرض کیا کہ ہمارا امام پڑھنے میں غلطی کرتا ہے کیا کیا جائے؟ حضرت حسنؒ نے فرمایا کہ اسے امامت سے الگ کردو۔

حماد بن سلمہؒ فرماتے ہیں کہ جو آدمی مجھ سے احادیث بیان کرنے میں غلطی کریں وہ مجھ سے حدیث بیان نہ کریں۔ (غریب الحدیث للخطابی : ۱/۶۰)

نیز علامہ خطابیؒ فرماتے ہیں کہ جب شریعت کے علوم کا دارومدار عربی زبان پر ہے اور شریعت کے علوم پر مہارت بغیر عربی زبان کے حاصل نہیں ہوسکتی تو طالب حدیث پر ضروری ہے کہ ابتداء میں اپنی تمام تر توجہ عربی زبان کی اصلاح و درستگی کی طرف مرکوز کریں پھر عربی زبان میں بھی بہت سارے فنون

ہیں ان سب میں کمال حاصل کرنا دشوار بھی ہے اس لئے کم از کم تین باتوں کو جاننا بہت ضروری ہے، اسم..

افعال اور اعراب کی وجوہات

نیز اس کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیث مبارکہ

یادرکھنے اور اس کی تبلیغ واشاعت کرنے والے کے حق میں جو دعا فرمائی ہے اس میں واداها كما

سمعها کی قید لگائی، کہ جیساسنا من وعن ویسا ہی پہنچادیا، اب جو آدمی عربی زبان میں ماہر نہ ہوگا تو بات کو

من وعن کیسے پہنچائیگا؟ بجائے دعا کے مستحق ہونے کے من کذب علی کی بددعا کا مصداق بن جائیگا۔

الفاظ حدیث کی تصحیح کے لئے طالب علم حدیث کے لئے نحو وصرف کے ساتھ ساتھ کتب غریب

الحدیث کی مراجعت نہایت ضروری ہے، غریب الحدیث متن میں پائے جانے والے ان مشکل الفاظ کو

کہتے ہیں جن کا معنی ومراد لفظ کے قلیل الاستعمال ہونے یا مختلف معانی کا احتمال رکھنے کی وجہ سے واضح نہ

ہو، کتب غریب الحدیث میں الفاظ کے معانی بیان کرنے کے ساتھ ساتھ محتاج ضبط الفاظ کا ضبط بھی بیان

کردیا جاتا ہے، اس فن میں لکھی گئی چند کتابوں کا تعارف پیش خدمت ہے۔

(۱) غریب الحدیث تالیف : ابوعبید قاسم بن سلام ہروی المتوفی ۲۲۴ھ

اس موضوع پر یہ نہایت اہم اور رفیع الشان کتاب ہے، اس کتاب میں طریقہ یہ اختیار کیا ہے

کہ اولاً وہ قلیل الاستعمال، غریب، غامض اور بعید عن الفہم الفاظ بیان کئے ہیں جو احادیث رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم اور آثار صحابہؓ اور اقوال تابعین عظامؒ میں وارد ہوئے ہیں۔

مؤلف نے حدیث وآثار کا بکثرت تتبع کیا ہے، متقدمین کی کتابوں میں جو کچھ بیان ہوا تھا

انہیں جمع بھی کیا ہے اور ان کی تشریح بھی کی ہے، صحابہ کرامؓ سے مروی احادیث کو الگ اور تابعین عظامؒ

سے وارد آثار کو الگ بیان کیا ہے۔ اولاً مرفوع اور متصل السند احادیث کو بیان کیا ہے، ان کی تعداد پانچ

سو چالیس (۵۴۰) ہے۔ ثانیاً آثار صحابہؓ کو ذکر کیا ہے۔ ثالثاً تابعین سے مروی اقوال کو بیان کیا ہے۔

رابعاً ایسی روایات کا ذکر ہے، جن کے اصحاب وناقلین غیر معروف ہیں یہ بہت کم ہیں، پانچ تک تعداد ہے۔ اس طرح پوری کتاب میں بیان کردہ احادیث وآثار کی تعداد گیارہ سو کے قریب ہیں۔

طریقہ کار:۔

ابوعبید نے غریب الحدیث کی وضاحت کے لئے مندرجۂ ذیل طریقہ اختیار کیا ہے۔

(۱) اولاً آپ ﷺ کی طرف منسوب کر کے حدیث ذکر کرتے ہیں، پھر حدیث کی سند ذکر کرتے ہیں، اس کے بعد غریب الحدیث کی وضاحت کرتے ہیں۔

(۲) کبھی سند ذکر کرنے کے بعد حدیث کا اعادہ کرتے ہیں اور کبھی حدیث کا اعادہ کئے بغیر غریب الحدیث کی وضاحت کرتے ہیں۔

(۳) کبھی حدیث کو مرفوعاً اور کبھی مرسلاً ذکر کرتے ہیں۔

(۴) کبھی اختلاف روایت کی وجہ سے حدیث کو ایک سے زائد اسانید سے ذکر کرتے ہیں۔

(۵) کبھی حدیث ذکر کرتے ہیں لیکن سند کو ذکر کرنا چھوڑ دیتے ہیں، اگر چہ ایسی احادیث کی تعداد بہت کم ہے۔

(۶) اگر حدیث بیان کرنے میں کسی راوی سے غلطی ہوئی ہوتی ہے تو اس پر تنبیہ کر کے اس غلطی کی تصحیح کر دیتے ہیں۔

(۷) اگر حدیث طویل ہوتی ہے تو صرف غریب الحدیث کے ذکر پر اکتفاء کرتے ہیں۔

(۸) کبھی حدیث کے معنی عام کی وضاحت کے لئے حدیث ذکر کرتے ہیں، اگر چہ اس حدیث میں کوئی لفظ محتاج تشریح نہیں ہوتا۔

(۹) ابوعبید غریب الحدیث کی وضاحت کے لئے مکمل کوشش کرتے ہیں اور اس کے لئے قرآن، حدیث، اشعار عرب، امثال اور علماء متقدمین کی آراء سے مدد لیتے ہیں، اور غریب الحدیث کی وضاحت کے بعد احکام فقہیہ بھی بیان کرتے ہیں۔

(۱۰) ابوعبید نے اپنی اس کتاب میں صرف غریب الحدیث کی وضاحت ہی نہیں کی ہے بلکہ قواعد نحویہ وصرفیہ، علوم حدیث، فقہ اور عقائد وغیرہ امور پر بھی روشنی ڈالی ہے۔

☆ کتاب علماء کی نگاہ میں :۔

ابن قتیبہ: ابوعبید نے غریب الحدیث کی وضاحت میں ایک ایسی کتاب تصنیف فرمائی ہے کہ اس کو دیکھنے والا دوسری کتابوں سے مستغنی ہو جاتا ہے۔

ابن درستویہ : ابوعبید نے غریب الحدیث کے نام سے ایک کتاب تصنیف کی ہے، کیا ہی عمدہ یہ تصنیف ہے، محدثین، فقہاء اور اہلِ لغت اپنے اپنے مقصد کی تمام چیزوں کے اس میں جمع ہونے کی وجہ سے اس کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

خطابی: ابوعبید نے اپنی اس کتاب میں اکثر غریب الحدیث کی وضاحت کر دی ہے، ان کی یہ کتاب کتب غریب الحدیث میں امام کی حیثیت رکھتی ہے، یہ کتاب علماء کی نگاہ میں مقبول ہے، اور علماء اختلاف کے وقت اسی کتاب کو فیصل بناتے ہیں۔

حاکم نیشاپوری : اللہ تعالیٰ نے اس امت پر چار لوگوں کے ذریعہ انعام کیا ہے۔

(۱) امام شافعی کے فقہ کے ذریعہ۔

(۲) ابوعبید کے ذریعہ کہ انہوں نے غریب الحدیث کی وضاحت کی۔

(۳) یحیٰی بن معین کے ذریعہ کہ انہوں نے احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کذب کو نکال باہر کیا۔

(۴) امام احمد بن حنبل کے ذریعہ کہ وہ خلق قرآن کے مسئلہ میں ثابت قدم رہے۔

امام ابوعبید کے طریقۂ تالیف کی وضاحت کے لئے مثال ذکر کرنا فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔

قال ابو عبید فی حدیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم أنه قال : خیر الناس رجل ممسک بعنان فرسه فی سبیل اللّٰه کلما سمع هیعة طار الیها ویروی من خیر معاش رجل ممسک بعنان فرسه فی سبیل اللّٰه۔

قال حدثناہ عبد اللّٰہ بن جعفر عن ابی حازم عن بھجۃ بن عبد اللّٰہ بن بدر عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم۔

قال ابو عبید : الھیعۃ الصوت الذی تفزع منه وتخافه من عدو وقال واصل ھذا من الجزع یقال رجل ھاع لاع وھائع لائع اذا کان جبانا ضعیفا وقد ھاع یھیع ھیوعًا وھیعانا۔

قال ابو عبید وقال الطرماح بن حکیم

انا ابن حماۃ المجد من أل مالک　　اذا جعلت خور الرجال تھیع

ای تجبن والخور: الضعاف والواحد خوار

قال ابو عبید وفی الحدیث او رجل فی شعفۃ فی غنیمته حتی یأتیه الموت قوله شعفۃ: یعنی رأس الجبل

اس کتاب کی تصنیف میں امام ابو عبید نے اپنی عمر کا بڑا حصہ صرف کیا یعنی چالیس سال کی مدت میں مکمل کی۔ یہ وہ مہتم بالشان کتاب ہے، جس کی تصنیف سے فراغت کے بعد خود فرماتے ہیں کہ میں اسے عبداللہ بن طاہر کے پاس لے گیا تو انہوں نے تحسین کی اور متاثر ہو کر دس ہزار درہم ماہانہ وظیفہ مقرر کیا۔ خلاصہ یہ ہے کہ بیان الفاظ، صحت معنی، وجوہ استنباط اور بکثرت فقہی معلومات کے اعتبار سے یہ ایک اچھوتی کتاب بن گئی ہے۔

بعد کے علماء کبار نے اس کتاب کے ساتھ خصوصی اعتناء کا معاملہ کیا اور اس کی متعدد شروح اور مختصرات وتعلیقات لکھیں۔ (غریب الحدیث ۱/۵۷)

(۲) غریب الحدیث تالیف : ابو محمد عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ دینوری المتوفی ۲۷۶ھ

اس کتاب میں مؤلف ابو عبید قاسم بن سلام کے نقش قدم پر چلے ہیں اور انہی احادیث اور الفاظ کو ذکر کیا ہے جن کو قاسم بن سلام نے ذکر کیا تھا، البتہ بعض الفاظ کے شرح وبیان میں اپنی طرف سے اضافہ کیا ہے اور بعض جگہ استدراک بھی کیا ہے، نیز بعض جگہ اعتراض وتنقید سے کام لیا ہے۔

(۳) غریب الحدیث تالیف : ابواسحاق ابراہیم بن اسحاق الحربی البغدادی المتوفی ۲۸۵ھ

یہ کتاب بہت زیادہ طویل ہے اور طوالت کی وجہ یہ ہے کہ الفاظ کے شرح وبیان میں طوالت سے کام لیا ہے، ساتھ ساتھ احادیث مع اسانید مختلفہ ذکر کی ہیں، عام طور پر مکمل احادیث کو ذکر کیا ہے، اگرچہ اس میں ایک ہی لفظ غریب ہو اسی طوالت کی وجہ سے لوگوں نے اس کتاب کی طرف خاص توجہ نہیں کی ہے۔ فی نفسہ یہ کتاب بہت زیادہ فوائد پر مشتمل ہے، اس لئے صاحب کتاب خود فن حدیث کے امام مانے جاتے ہیں۔

(۴) غریب الحدیث تالیف : ابوسلیمان حمد بن محمد خطابی المتوفی ۳۸۸ھ

علامہ خطابیؒ نے اس کتاب کی تالیف میں وہی طریقہ اختیار کیا ہے جو ابوعبید قاسم بن سلام اور ابن قتیبہ دینوری نے اختیار کیا تھا کہ پہلے احادیث رسول ﷺ کو پھر آثار صحابہؓ کو پھر اقوال تابعینؒ کو بیان کیا ہے۔ پھر ایسی احادیث کے اجزاء بیان کیے ہیں جن کی کتابوں میں کوئی سند نہیں ملتی، لیکن اہل علم کی زبانی ان احادیث کو سنا تھا۔ آخر میں ایسی احادیث کے ضبط کو بیان کیا ہے جس میں عامۃً لوگ تصحیف وتحریف کا شکار ہوتے ہیں۔

علامہ خطابیؒ نے ایسے کسی لفظ کی شرح بیان نہیں کی ہے جسے ابوعبید اور ابن قتیبہ نے بیان کردیا ہو الا یہ کہ کسی لفظ کے ضمن میں اس کا ذکر آگیا ہو، البتہ ان سے جو چوک ہوئی تھی تو اس کو بیان کردیا ہے۔

اوپر ذکر کردہ ترتیب کے مطابق پہلے احادیث کو عامۃً سند کے ساتھ ذکر کرتے ہیں پھر کلماتِ غریبہ کی تفسیر کرتے ہیں اور ان کلمات غریبہ کی تفسیر کی تائید کے طور پر دوسری احادیث اور احادیث کے اجزاء یا قرآن کریم کی آیات یا اشعار ذکر کرتے ہیں۔ نیز فقہ حدیث سے متعلق کوئی بات ہوتی ہے تو اس کو بھی ذکر کردیتے ہیں۔

مثال:

قال أبو سليمان في حديث النبي صلى الله عليه وسلم: إنهم كانوا معه في سفر فأصابهم بغيش

فنادی منادیه من شاء أن یصلّی فی رحله فلیفعل۔ أخبرناه ابن الأعرابیّ نا الحسن بن علیّ بن عفان العامریّ نا أبو أسامة عن عامر بن عبیدة الباهلیّ نا أبو الملیح الهذلیّ عن أبیه:

قوله: بغیش تصغیر بغش وهو المطر الخفیف قال الأصمعی أخفّ المطر وأضعفه الطّلّ ثمّ۔ الرذاذ ثمّ البغش یقال بغزت الأرض إذا ندیت بالمطر فهی مبغوشة قال رؤبة:

سیدًا کَسِیْد الرَّذْهَةِ المَبْغُوْش

قال ویقال أرض مبغوشة من البغش وأرض مرذ علیها من الرذاذ ولا یقال مرذة ولا مرذوذة قال الکسائی یقال أرض مرذة من الرذاذ ومطلولة من الطل وموبولة من الوابل ومجودة من الجود۔

ومن هذا الباب أیضا حدیثه الآخر أنهم کانوا معه فی بعض المغاز فأصابهم رک أی مطر ضعیف یقال مطر رک ورکیک وجمعه رکاک قال ذو الرمة: ترشفن درات الذهاب الرکائک ومنه قیل للرجل إذا کان ضعیف العقل رکیک۔

(۵) الفائق فی غریب الحدیث تالیف : جاراللہ محمود بن عمر زمخشری المتوفی ۵۳۸ھ

یہ کتاب غریب الحدیث میں لکھی گئی کتابوں کا لب لباب شمار کی جاتی ہے، احادیث وآثار کے کلمات غریبہ کو حروف معجمہ کی ترتیب پر مرتب کیا ہے، پھر ان حروف میں بھی ترتیب کو ملحوظ رکھا ہے، جیسے باب الهمزه مع الباء پھر الهمزة مع التاء پھر الهمزة مع الثاء الی آخره، لیکن باب کے دو حروف کے بعد الف بائی ترتیب کو باقی رکھنے کا التزام نہیں کیا ہے، مثلاً مادہ "علو" کو "مادہ علم" سے پہلے ذکر کیا ہے، اسی طرح مادہٴ "اکل" کو مادہ "اکد" سے پہلے ذکر کیا ہے۔ نیز کبھی کبھی ایسا بھی کیا ہے ایک معین لفظ کو شروع کیا پھر اس کو چھوڑ کر دوسرا لفظ شروع کر دیا ہے پھر واپس وہی پہلے والے لفظ کو بیان کیا ہے، مثلاً لفظ "ابو" کو ذکر کیا پھر "ابد" پھر "ابن" کو بیان کیا اس کے بعد مادہ ابو کو ذکر کیا ہے۔

اس انوکھی ترتیب کی وجہ سے کتاب سے استفادہ مشکل ہو گیا تھا، لیکن محقق ابراہیم شمس الدین نے کتاب کے آخر میں تمام الفاظ کو الف بائی ترتیب پر مرتب کر کے ایک فہرست ملحق کر دی ہے، ساتھ

ساتھ احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم، اعلام، اماکن، قبائل، جماعات، قافیات اور آیات قرآنیہ وغیرہ کی بھی فہرست ملحق کردی ہے۔

(٦) النهاية في غريب الحديث تالیف : ابو السعادات مبارک بن محمد بن محمد ابن اثیر جزریؒ (م:٦٠٦)

یہ کتاب غریب الحدیث کی کتابوں میں سب سے زیادہ اہم کتاب ہے اور سب سے زیادہ معتبر و پرمغز کتاب ہے۔

امام سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ یہ کتاب غریب الحدیث کی کتابوں میں سب سے عمدہ کتاب ہے اور سب سے زیادہ مشہور اور سب سے زیادہ رائج ہے۔ مؤلف نے اس کتاب کو بڑی جانفشانی سے بڑے ہی اچھے انداز میں الف بائی ترتیب پر مرتب کیا ہے۔ واقعۃً یہ کتاب فن غریب الحدیث میں نہایہ ہے۔ بہت کم احادیث ان سے چھوٹ گئی ہیں، جس کو امام سیوطیؒ نے التذییل والتذنیب میں ذکر کیا ہے۔

امام جزریؒ نے اس کتاب کی ترتیب میں خاص طور سے دو کتابوں سے استفادہ کیا ہے۔

(۱) غریب الحدیث ہروی کی کتاب سے جس کی طرف حرف "ھ" سے اشارہ کیا ہے۔

(۲) ابوموسیٰ محمد بن ابی بکر المدینی کی کتاب "المغيث في غريب القرآن والحديث" سے جس کی طرف لفظ "س" سے اشارہ کیا ہے۔

اور دیگر کتابوں سے جن اشیاء کا استفادہ کیا ہے ان کی طرف کسی بھی حرف سے اشارہ نہیں کیا ہے۔

مثال:

قال رافع بن خديج: أصبنا نهب إبل فند منها بعير فرماه رجل بسهم فحبسه، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: (إن لهذه الإبل أوابد كأوابد الوحش، فإذا غلبكم منها شيئ فافعلوا به هكذا)

الأوابد جمع آبدة وهي التي قد تأبدت أي توحشت ونفرت من الإنس۔ وقد أبدت تأبد وتأبد۔ ومنه حديث أم زرع (فأراح علي من كل سائمة زوجين، ومن كل ابدة اثنتين) تريد أنواعا من ضروب الوحش۔ ومنه قولهم: جاء بآبدة: أي بأمر عظيم ينفر منه ويستوحش۔ وفي حديث الحج (قال له سراقة بن مالك: أرأيت متعتنا هذه العامنا أم للأبد؟ فقال: بل هي للأبد) وفي رواية (ألعامنا هذا أم لأبد؟ فقال: بل لأبد أبد) وفي أخرى (لا بد الأبد(

والأبد: الدهر، أي هي لآخر الدهر۔

(۷) مجمع بحار الانوار: مؤلف علامہ محمد بن طاہر پٹنیؒ (م:۹۸۶)

اس کتاب کا اصل اور مکمل نام "مجمع بحار الانوار فی غرائب التنزیل والاخبار" ہے، مگر اختصار اور عرف کی بناء پر عموماً لوگوں نے پورا نام لکھنے کے بجائے صرف "مجمع البحار" لکھا ہے، یہ مصنف کی سب سے اہم اور مہتم بالشان کتاب ہے۔ ان کا بیان ہے کہ اس کی بنیاد نہایہ ابن اثیر اور ناظر عین الغریبین پر رکھی ہے۔ یہ ایک جامع لغت ہے، جس میں کلام مجید اور حدیث کے مشکل الفاظ کی لغوی تحقیق کی گئی ہے۔ یہ کتاب اگرچہ مشکل اور غریب الفاظ حدیث کی توضیح کے لئے لکھی گئی ہے اور اس لحاظ سے یہ واقعۃً عدیم المثال ہے، مگر مصنف نے چونکہ ان حدیثوں کو بھی نقل کر دیا ہے، جن میں یہ الفاظ مذکور ہیں، اس طرح یہ حل لغات کے علاوہ حدیثوں کی عمدہ شرح وتفسیر بھی ہے، اسی لئے علماءِ فن نے اس کو صحاح ستہ کی شرح بھی کہا ہے، حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ فرماتے ہیں،

ازآنجملہ کتابے است کہ متکفل شرح صحاح ستہ است مسمی مجمع البحار۔ (ان کی تصنیفات میں ایک کتاب ہے جو صحاح ستہ کی شرح کی ضامن ہے، اس کا نام مجمع البحار ہے)

ڈاکٹر زبیر احمد صاحب رقمطراز ہیں،

شیخ محمد طاہر پٹنی کی تصنیف لطیف ہے۔ اس کو اپنے مرشد کامل شیخ علی متقی کے نام گرامی سے معنون کیا ہے، یہ تصنیف قرآن وحدیث کی جامع لغت ہے، الفاظ کی ترتیب مادہ کے حروف پر ہے، ایک

مادہ کے جس قدر حروف قرآن وحدیث میں آئے ہیں ان سب کو ایک جگہ بیان کرتے ہیں اور جن احادیث میں وہ الفاظ آئے ہیں ان کو بھی نقل کرتے ہیں، اس سے پہلے غرائب قرآن وحدیث پر کئی کتابیں لکھی جا چکی ہیں لیکن میری ناقص رائے میں یہ سب سے بہتر اور جامع تر ہے۔

کتاب کی اس عظمت واہمیت کی بنا پر اسے اہل علم میں بڑا حسن قبول حاصل ہے، خود مصنف کی زندگی ہی میں اسے بڑی شہرت ومقبولیت حاصل ہوگئی تھی اور اس کی نقلیں اور نسخے دور دراز شہروں میں پھیل گئے تھے۔ اسے مرتب کر کے مصنف نے دراصل علماء پر بہت بڑا احسان کیا ہے، مولانا حبیب الرحمن اعظمیؒ لکھتے ہیں۔

علماء اعلام نے اس کی جانب غیر معمولی اعتناء کیا، یہی وجہ ہے کہ مصنف کی زندگی ہی میں یہ کتاب پورے طور پر مقبول ہوگئی اور اس کی نقلیں دور دراز شہروں میں پھیل گئیں، انہوں نے اس کی نقل میں ایسی رغبت دکھائی کہ ہندوستان کے شہروں کا شاید ہی کوئی قابل ذکر کتب خانہ ایسا ہو جس میں اس کا نسخہ موجود نہ ہو۔ یہ کتاب علوم دینیہ سے شغف رکھنے والے تمام اصحاب علم کے پیش نظر رہتی ہے۔ ان کے حوالہ وماخذ کا کام دیتی ہے اور وہ اس سے مشکلات میں استفادہ کرتے ہیں۔

کتاب کے مقدمہ میں مصنف نے علم حدیث کی اہمیت بیان کی ہے اور غرائب پر قدیم مصنفین اور علمائے اسلام کے اعتناء اور کتابیں لکھنے کا ذکر کیا ہے، پھر خود اس موضوع پر یہ کتاب لکھنے کی وجہ، اس کی نوعیت اور وہ اصول تحریر کیے ہیں جن کو اس کتاب میں مدنظر رکھا ہے، کتاب کے آخر میں مصطلحات حدیث کی وضاحت اور سادات کی تاریخ درج ہے۔ ذیل میں اس کی چند نمایاں خصوصیات پیش کی جاتی ہیں۔

(۱) یہ اپنے موضوع پر اہم اور حاوی ہونے کے علاوہ احادیث کی تشریح وتفسیر کے لحاظ سے بھی نہایت مفید کارآمد اور بلند پایہ کتاب ہے۔

(۲) ابن اثیر کی نہایہ اس موضوع پر بے نظیر کتاب خیال کی جاتی ہے، مجمع البحار میں اس کے تمام مباحث

سمیٹ لئے گئے ہیں، اس کی کوئی اہم بحث شاذ و نادر ہی اس میں شامل ہونے سے رہ گئی ہو البتہ جو باتیں زیادہ مشہور ہیں انہیں اس میں قلم انداز کر دیا گیا ہے۔ النہایہ کے علاوہ بھی اس فن کی اہم تصانیف کے مندرجات اور مفید بحثوں کو بھی اس میں نقل کیا گیا ہے۔

(۳) اس موضوع پر اس سے پہلے جو کتابیں لکھی گئی ہیں یہ ان سب کی جامع بھی ہے اور ان پر اضافہ بھی ہے، کیونکہ اس میں متعدد ایسے امور سے بھی تعرض کیا گیا ہے جن کے ذکر سے اس فن کی دوسری کتابیں خالی ہیں۔

(۴) اوپر ذکر آچکا ہے کہ ابن اثیر کی النہایہ اس فن کی مہتم بالشان تصنیف ہے، جس کے مباحث کو مجمع البحار میں سمیٹ لیا گیا ہے، اس کے علاوہ اس کی یہ بھی خصوصیت ہے کہ اس میں اس پر متعدد اضافے بھی کئے ہیں جیسے ابن اثیر نے عموماً کلمات کو ضبط نہیں کیا ہے، مگر علامہ پٹنی ان کے ضبط کا بڑا اہتمام کرتے ہیں اور طلبہ کی سہولت کے خیال سے لفظوں کو اسی ہیئت میں نقل کرتے ہیں، جس میں وہ حدیث میں آئے ہیں، اسی طرح صاحب النہایہ مادہ کے ذکر میں حدیث میں اس کے دوسرے صیغوں اور مشتقات کو چھوڑ کر آگے بڑھ جاتے ہیں مگر صاحب مجمع البحار صیغوں اور مشتقات کا بھی ذکر کرتے ہیں، انہوں نے بعض شارحین کے حوالہ سے بھی ابن اثیر کے بیان پر اضافے کئے ہیں۔

(۵) یہ کتاب شرحوں کی کتابوں کے مباحث کی جامع بھی ہے، اس موضوع کی کتابوں میں لفظوں کے جو وضعی معنی بیان کئے گئے ہیں ان سے واقفیت کے بعد بھی حدیث کے مفہوم میں اشکال باقی رہتا ہے۔ جس کے حل کے لئے کتب شروح کی احتیاج رہ جاتی ہے، لیکن اس کتاب کا مطالعہ شروح سے بے نیاز کر دیتا ہے، کیونکہ مصنف ان امور کو بھی بیان کرتے ہیں جو شرحوں میں مذکور ہیں۔

(۶) غریب الحدیث کے مصنفین نے ان لفظوں کے معنی نہیں لکھے ہیں جن کے وضعی معنی معلوم و مشہور ہیں، لیکن مجمع البحار میں اسے اس لیے نقل کیا گیا ہے کہ زیر بحث حدیث میں اس لفظ کی تاویل کسی خاص نوعیت کی ہوتی ہے۔

(۷) معنی حدیث کی شرح بیان کرتے ہوئے وہ شارحین کے بیان پر اضافہ بھی کرتے ہیں، اس لحاظ سے بھی عام شرحوں پر بھی یک گونہ اضافہ ہے۔ (تذکرۃ المحدثین، مقدمہ مجمع بحار الانوار)

رموز :

(۱) نه - نهايه لابن الأثير

(۲) مخ بادر - الدر النثير مختصر نهايه

(۳) قس باق - ارشاد السادی للقسطلانی

(۴) ک - شرح بخاری لکرمانی

(۵) مق - المقاصد شرح البخاری

(۶) ن - شرح مسلم للنووی

(۷) ابی - شرح مسلم للأبی

(۸) ط - شرح مشکوۃ للطیبی

(۹) ج - شرح جامع الأصول للابن اثیر

(۱۰) غ - ناظر عين الغريبين

(۱۱) مف - مفاتيح شرح المصابيح

(۱۲) زر - حاشية البخاری للزرکشی

(۱۳) تو - توسط شرح سنن ابی داؤد

(۱۴) مد - مدارک التنزيل

(۱۵) قا - تفسير قاضی بیضاوی

(۱۶) ش - زبده شرح الشفا

(۱۷) شم - شرح الشفا للشمنی

(۱۸) شا - شفا کی دو شرحیں

الفاظ "غریبہ" کی وضاحت کے بعد مؤلف نے کتاب کے آخر میں چند فصلوں کا اضافہ کیا ہے، جو مندرجہ ذیل ہیں۔۔۔

(۱) فصل فی علومہ واصطلاحہ

(۲) فصل فی تعیین بعض الأحادیث المشتهرة علی الالسن والصواب خلافها۔

(۳) نوع فی ضبط بعض اسامی الرواة علی وجه الکلیة علی مافی کتاب المغنی۔

(۴) فصل فی آداب الکتابة۔

(۵) فصل فی السیر من سیدنا المختصر فی سبب قدوم الحبشة فی الیمن وتعرض ابرهة للکعبة المشرفة ووقوعه تحت ولایة کسری۔

(۶) فصل فیما یتصل بالصحابة۔

(۷) نوع فی العشرة المبشرة۔

(۸) نوع فی بعض الصحابة والتابعین وتبعهم وبعض المحدثین المصنفین والفقهاء المشهورین فی الأمة وبعض الفقهاء من طبقات الحنفیة وبعض المتکلمین وغیر ذلک۔

ان امور کو ذکر کرنے کے بعد مؤلف نے کتاب مجمع بحار الانوار کا تکملہ تحریر فرمایا ہے، جو مطبوعہ کتاب کی پانچویں جلد کے ساتھ ملحق ہے۔

کتاب سے ایک مثال :

(أبد) وفیه: ان لهذه الإبل اوابد جمع ابدة وهی التی تأبدت ای توحشت ونفرت من الإنس ومنه: ومن کل أبدة اثنین - تریدانواعا من ضروب الوحش: ومنه قولهم: جاء بأبدة ای أمر عظیم ینفر منه ویستوحش وتأبدت الدیار: خلت من سکانها ن: من نصر وضرب نه: والأبد: الدهر۔ ومنه ح: ألعامنا ام لأبد؟ فقال: بل للأبد ای: أخر الدهر۔

(۸) کتاب الدلائل تالیف : ابومحمد قاسم بن ثابت بن حزم سرقسطی (م: ۳۰۲ھ)

اندلس میں کتب غریب الحدیث میں کتاب الدلائل کو بلند مقام حاصل ہوا، اس لئے کہ اس کے مصنف قاسم بن ثابت نے اس کی تصنیف میں بڑی کاوش اور اہتمام سے کام لیا تھا، لغت کے معانی و شواہد پر عبور، زبان کی نزاکتوں اور باریکیوں کے شعور اور حدیث کی وسیع معلومات اور اس کے مشکل مباحث پر گہری نظر کی وجہ سے اس کام میں انہیں بڑی سہولت ہوئی، یہی وجہ ہے کہ کتاب الدلائل میں بعض ایسے لغوی مباحث ملتے ہیں جو غریب الحدیث پر لکھنے والے ابوعبید اور ابن قتیبہ کی کتابوں میں بھی نہیں ملتے۔

یاقوت حموی فرماتے ہیں کہ قاسم بن ثابت نے اپنی کتاب 'کتاب الدلائل' میں شرح حدیث سے متعلق وہ باتیں نقل کی ہیں جو ابوعبید اور ابن قتیبہ کی کتابوں میں بھی نہیں ہیں۔

کتاب الدلائل کی اہمیت اور اس کے محاسن کے بارے میں ابوعلی قالی کا بیان نقل کرنا مناسب ہوگا، ابوبکر محمد بن الحسین (م: ۳۷۹ھ) مصنف طبقات النحویین واللغویین نے لکھا ہے کہ میں نے اسماعیل بن قاسم بغدادی (ابوعلی قالی) کو فرماتے ہوئے سنا کہ حدیث کی شرح میں قاسم بن ثابت کی کتاب سے زیادہ مکمل کوئی کتاب اندلس میں تصنیف نہیں کی گئی، آپ کے یہاں جو کتابیں لکھی گئیں میں نے ان کا مطالعہ کیا ہے، شرح حدیث میں الخشنی کی کتاب بھی میری نظر سے گذری ہے، میں نے اس کا مطالعہ کیا تو کوئی خاص چیز نظر نہیں آئی، ایسے ہی عبدالملک بن حبیب کی کتاب بھی میری نظر سے گذری ہے، اس میں بھی کوئی خاص چیز نظر نہیں آئی۔

زبیدی نے اپنے استاذ ابوعلی قالی کے قول پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے: اگر اسماعیلی (ابوعلی قالی) نے یہ کہا ہوتا کہ انہوں نے قاسم بن ثابت کی کتاب سے زیادہ مکمل کوئی کتاب مشرق میں بھی نہیں دیکھی تو بھی میں ان کی بات کی تردید نہ کرتا، البتہ ابوعبید کو اس موضوع پر تقدم کی فضیلت حاصل ہوئی۔

ابومحمد بن احمد بن حزم نے بھی کتاب الدلائل کی تعریف کی ہے اور لکھا ہے کہ ابوعبید کو کتاب الدلائل کے مصنف پر صرف زمانی تقدم کی وجہ سے فوقیت حاصل ہے۔

طریقۂ تالیف:

(۱) قاسم بن ثابت نے اپنی اس کتاب میں وہی طریقہ اختیار کیا ہے جو طریقہ ابوعبید نے اپنی کتاب میں اختیار کیا تھا، یعنی اولاً نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کو ذکر کیا ہے، پھر خلفاء راشدین سے مروی روایات کو ذکر کیا ہے، پھر بقیہ عشرۂ مبشرہ کی احادیث کو ذکر کیا ہے، پھر دیگر صحابہ کی مرویات کو ذکر کیا ہے، پھر تابعین اور تبع تابعین کے آثار کو ذکر کیا ہے۔

(۲) اولاً حدیث ذکر کرتے ہیں پھر سند ذکر کرتے ہیں، اگر حدیث طویل ہوتی ہے تو صرف غریب الحدیث ذکر کرتے ہیں، اور بقیہ حدیث کی طرف ذکر الحدیث، ذکر حدیثا طویلا، الحدیث بطوله، فی الحدیث طول هذا فيه وغیرہ الفاظ کے ذریعہ اشارہ کرتے ہیں۔

(۳) احادیث کی اسانید کو عام طور پر احادیث کے فوراً بعد ذکر کرتے ہیں، البتہ بعض جگہ متعلق سند ذکر کرتے ہیں، اور یرویه فلان یا یرویه عن فلان جیسے الفاظ تحریر کرتے ہیں اور کبھی کبھی سند ذکر نہیں کرتے۔

(۴) مؤلفؒ نے احادیث مرفوعہ میں موقوف اور مقطوع احادیث کو بھی داخل کرلیا ہے۔

(۵) مؤلف غریب الحدیث کی توضیح میں اپنے شیوخ سے باتیں نقل کرتے ہیں، کبھی ان کا تعاقب بھی کرتے ہیں، نیز اپنی طرف سے ایسی باتوں کا اضافہ کرتے ہیں جن کا نص احتمال رکھتی ہوں۔

(۶) مؤلفؒ نے روایات مختلفہ کے درمیان حتی الامکان جمع وتطبیق کی کوشش کی ہے، اور روایات مختلفہ کے ذریعہ وضاحت مراد اور توضیح مقصود میں مدد حاصل کی ہے۔

(۷) مؤلفؒ نے اکثر حدیث کی تفسیر حدیث سے اور اقوال صحابہ سے کی ہے، نیز صحابہ کے اقوال اور بعد والوں کے اقوال کی تفسیر ایک دوسرے کے کلام سے کی ہے، اس کے بعد لفظ کی مزید

وضاحت کے لئے لغت عرب وغیرہ سے مدد حاصل کی ہے۔

(۸) ان الفاظ کی وضاحت کے سلسلہ میں تفصیلی کلام کیا ہے، جو چند معانی کا احتمال رکھتے ہیں اور ان کے ماٴخذ لغویہ کو بھی بیان کیا ہے۔

(۹) بظاہر متعارض احادیث کے درمیان تطبیق دے کر تعارض کو ختم کیا ہے، اسی طرح ان آثار کی بھی مناسب تاویل کی ہے جو بظاہر احادیث کے مخالف معلوم ہوتے ہیں۔

(۱۰) مؤلف نے روایت میں وارد شدہ ایسے الفاظ کی بھی وضاحت کی ہے جن کے متعلق گمان کیا جاتا ہے کہ لغتِ عرب میں ان کی کوئی مناسب توجیہ ذکر نہیں کی گئی ہے۔

(۱۱) مؤلف نے اپنی کتاب میں مسائل فقہیہ کو بیان کر کے ان کے طریق استنباط کی وضاحت کر دی ہے۔

(۱۲) مؤلف نے اپنی کتاب میں محدثین کے اوہام اور ان کی تصحیفات کو بھی بیان کرنے کا اہتمام کیا ہے۔

(۱۳) مؤلف نے الفاظ غریب کی وضاحت کے لئے آیات قرآنیہ، احادیث، آثار، امثال، قصص، اخبار، اشعار اور اراجیز سے مدد لی ہے۔

(۱۴) کلمات غریبہ کا ضبط حروف کے ذریعہ بیان کرتے ہیں، جیسے المدفر بالدال وتسکین الفاء (مقدمہ)۔

مثال:

فی حدیث النبی ﷺ انہ اتی بعلالۃ شاۃ فأکل منہا ثم صلی ولم یتوضأ یرویہ سفیان عن عبد اللہ بن محمد بن عقیل عن جابر۔

قولہ بعلالۃ شاۃ یرید بشیٔ یسیر کان قد فضل منہا

وقال الراجز أحمل امی وھی الجمالہ

ترضعني الدرة والعلاله

ولا يجازى والد فعاله

قال ابو زيد العلاله اللبن بعد حلب الدررة تنزله الناقة والام تعلل حبيها بشئ من المرق واللبن وانشد۔

وقال الذى يرجو العلالة ورعوا عن الماء لا يطرق وهن طوارفه

فما زلن حتى عاد طرقا و شبنه بأصفر تذريه سجالا ايانقه

واخبرنا ابو الحسين عن احمد بن يحى عن ابن الاعرابى قال التعله والتعلل واللهو واحد وانشد

غنينا فأفنينا النهار تعلة بإرقاص مرقال تخب تعنق

لها من رديف كان لدنا ردافه وذو رقع من خمر عانه متأق

لها اى من اللهو وذو رقع يريد زقا والهاه ذو رقع ايضا

وقال الاسود بن يعفر

الاهل لهذا الدهر من متعلل على الناس مهما شاء بالناس يفعل

وهذا ردائى عنده يستعيره ليسلبنى نفسى أمال بن حنظل

(۹) المجموع المغيث فی غریبی القرأن والحدیث

تالیف: حافظ ابوموسیٰ محمد بن ابی بکر بن ابی عیسیٰ المدینی اصفہانی (م:۵۸۱)

یہ کتاب ابوعبید ھروی کی کتاب الغریبین کا تتمہ ہے، ابوموسیٰ المدینی نے اس کتاب میں ان ہی کلمات کی وضاحت کی ہے جو ابوعبید ھروی سے غریب القرآن والحدیث میں چھوٹ گئے تھے، ایسے کسی لفظ کو ذکر نہیں کیا ہے جو ھروی کی کتاب میں موجود تھا، اگر کسی لفظ کو ذکر کیا ہے تو وہ بدرجۂ مجبوری ذکر کیا

ہے، یا تو اس وجہ سے کہ اس کے معنی میں کوئی خلل واقع ہو گیا تھا، یا اس لفظ کی مزید وضاحت مقصود تھی یا اس لفظ کے مزید معانی ذکر کرنے مقصود تھے۔

طریقۂ تالیف:

(۱) یہ کتاب حروف معجمہ کی ترتیب پر مرتب ہے، ہر حرف کے لئے الگ الگ کتاب کا عنوان قائم کیا ہے، جیسے کتاب الالف کتاب الباء وغیرہ پھر اس کے ماتحت ابواب ذکر کئے ہیں، جیسے باب الالف مع الباء باب الالف مع التاء وغیرہ۔

(۲) قرآن کی آیت یا حدیث کا وہی کلمہ ذکر کیا ہے جو محتاج شرح ہے، اکثر لفظ کی وضاحت میں خطابی کی غریب الحدیث سے مدد لیتے ہیں۔

(۳) اگر کسی حدیث میں ایک سے زائد غریب الفاظ ہوتے ہیں تو ہر لفظ کو اپنے مقام پر ہی ذکر کرتے ہیں۔

(۴) کبھی کبھی لفظ کو اپنے اصلی مقام کے بجائے دوسرے مقام پر ذکر کرتے ہیں، لیکن اس پر تنبیہ کر دیتے ہیں، جیسے کلمہ ابردۃ کو ابرد میں ذکر کیا ہے، اور لکھا ہے کہ ہمزہ زائد ہے، حالانکہ اس لفظ کا اصلی مقام مادۂ برد ہے، اسی طرح "اخوۃ الاسلام" کو خوۃ کے مادہ میں ذکر کیا ہے، حالانکہ اس کا اصلی مقام اخو ہے، لیکن ظاہری لفظ کا اعتبار کرتے ہوئے اس مادہ میں ذکر کر دیا۔

کتاب علماء کی نگاہ میں:

ابن اثیر جزری: میں نے اس کتاب کو انتہائی بہتر اور انتہائی کامل پایا۔

ابن خلکان: ابو موسیٰ المدینی نے المجموع المغیث فی غریبی القرآن والحدیث کے نام سے کتاب الغریبین ھروی کی کتاب کا تتمہ تالیف کیا ہے، اور اس کتاب کا استدراک کیا ہے، یہ کتاب بہت مفید ہے۔

امام ذھبی: ابوموسیٰ المدینی کی کتاب المجموع زبان عرب میں ان کے کمال کی واضح دلیل ہے۔

یہ کتاب تین جلدوں میں ہے اور عبدالکریم الغرباوی کی تحقیق وتعلیق کے ساتھ مرکز احیاء التراث العلمی مکہ مکرمہ سے شائع ہوئی ہے، چوتھی جلد فہرست پر مشتمل ہے۔

مثال: فی الحدیث أن النبی ﷺ بال قائما العلة بمأبضیه

المأبض: باطن الرکبة هاهنا وقد یکون باطن المرفق ایضا وهٰذا عام لکل ذی روح لا فرق فی شيء منهم ولعله اخذ من الإباض وهو حبل یشد به رسغ البحیر الی عضده والرسغ موصل الکف فی الذراع والقدم فی الساق فلعل المأبض مفعل منه ای موضع الإباض وشبه باطن الرکبة بذٰلک الموضع ایضا۔

والعرب تقول ان البول قائما یشعی من تلک العلة دائما لم نورد هٰذه الکلمة فی اللغة کلمة اولها میم کم باء۔

(۱۰) غریب الحدیث - تالیف : ابواسحاق حربیؒ

یہ کتاب بھی فن غریب الحدیث کی اہم کتاب مانی جاتی ہے، اس کتاب کے ابتدائی چار حصے اب تک مفقود ہیں جس میں مقدمہ بھی مفقود ہے، جس کی وجہ سے یہ جاننا مشکل ہے کہ انہوں نے اس کتاب کو کن امور کو پیش نظر رکھتے ہوئے تالیف کیا ہے؟ نیز تالیف کا کیا طریقہ اختیار کیا ہے؟ البتہ استقراء اور تتبع سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں، مؤلف نے اس کتاب کو کتب مسانید کے طریقہ پر مرتب کیا ہے، یعنی ہر صحابی کی احادیث کو الگ الگ بیان کیا ہے، احادیث رسول ﷺ کے ساتھ ساتھ صحابہ کے فتاویٰ اور اقوال کو بھی ذکر کیا ہے، مؤلف نے اس کتاب میں الفاظ غریبہ کی وضاحت کے ساتھ ساتھ قرآن کے مشکل الفاظ کی وضاحت، مسائل فقہیہ، قواعد نحویہ وصرفیہ علماء متقدمین کی تصحیفات واوھام وغیرہ امور پر بھی روشنی ڈالی ہے۔

طریقہ تالیف کی وضاحت کے لئے کتاب سے ایک مثال ذکر کی جاتی ہے۔۔۔

قال حدثنا حسین بن حریث، حدثنا الفضل بن موسی، عن حسین بن واقد، عن الربیع بن أنس،

عن أبي العالية، حدثن أبي في قوله تعالى : {وإذا البحار سجرت} [التكوير : ٦] "قالت الجن للإنس: نحن نأتيكم بالخبر فانطلقوا إلى البحر، فإذا هو نار تأجج" قال إبراهيم: قال المفسرون في قوله تعالى : {سجرت} [التكوير : ٦] : أوقدت، وقال آخرون : ملئت نارا، وقال آخرون: فاضت، وقال آخرون : يبست والسجر : إلقاؤك الحطب في التنور قال الله تعالى : {والبحر المسجور} [الطور : ٦] حدثنا يحيى بن خلف، عن أبي عاصم، عن موسى عن ابن أبي نجيح، عن مجاهد : "{والبحر المسجور} [الطور : ٦] الموقد حدثنا يحى بن خلف، عن أبي عاصم، عن موسى عن ابن أبي نجيح، عن مجاهد : "{والبحر المسجور} [الطور : ٦] : الموقد حدثنا أحمد بن نيزك، عن الخفاف، عن سعيد، عن قتادة : "{المسجور} [الطور : ٦] الممتلئ"، حدثنا سلمة عن الفراء : {المسجور} [الطور : ٦] المملوء قال أبو عمرو : المسجور : الملان، سجر السيل الفرات أو النهر يسجره : إذا ملأه، وهذا ماء سجر : إذا كانت بئرا قد ملأها الماء، وأوردوا ماء سجرا أخبرنا الأثرم عن أبي عبيدة: المسجور بعضه في بعض من الماء۔

ان مذکورہ بالا کتابوں کے علاوہ اور بھی بہت سی کتابیں اس فن میں تالیف کی گئی ہیں ان میں سے چند کتابوں کا ذکر اجمالاً کیا جاتا ہے۔

(۱۱) غریب الحدیث : ابوعمرو بن حمدویہ (م:۲۵۶)

(۱۲) کتاب الغریبین : تالیف : ابوعبیدہ احمد بن محمد بن محمد عبدی (م:۴۰۱)

(۱۳) مجمع الغرائب : تالیف : عبدالغافر فارسی (م:۵۲۹)

(۱۴) مشارق الانوار : تالیف : قاضی عیاض مالکی (م:۵۴۴)

(۱۵) مطالع الانوار علی صحاح الآثار: تالیف : ابن قرقول (م:۵۶۹)

(۱۶) التقریب : تالیف: محمود بن احمد قاضی ابوالثناء ابن خطیب (م:۸۳۴)

احادیث میں مذکور کلمات غریبہ کے صحیح ضبط اور معانی کے لئے طالب علم حدیث کو شروحات کے ساتھ ساتھ مذکورہ بالا کتابوں کی مراجعت کرنی چاہئے۔

باب سوم

تحقیق احوال رجال اسناد : یا نقد حدیث کا روایتی معیار

اس سے مراد ان اصول وقواعد کی تطبیق وتفہیم ہے، جن کی روشنی میں حضرات محدثین کرام رحمہم اللہ احادیث کے متعلق صحیح، حسن، ضعیف یا موضوع ہونے کا فیصلہ کرتے ہیں۔

اگر چہ ذخیرہ حدیث مدون ہو چکا، لیکن اس میں شبہ نہیں کہ اس ذخیرہ میں جہاں ایک بڑی مقدار ثابت وصحیح احادیث کی ہے، وہیں ایک بھاری مقدار غیر ثابت یا ضعیف احادیث کی بھی ہیں، اسی طرح اس میں بھی شبہ نہیں کہ محدثین کرام نے بہت سی احادیث کو اپنے اصول روایت کی کسوٹی پر پرکھ کر ان کا صحیح وغیر صحیح ہونا واضح کر دیا ہے، تاہم ایک بڑی مقدار ان احادیث کی بھی ہے جن کی اسنادی حیثیت سے متعلق ائمہ حدیث نے کوئی صراحت نہیں فرمائی ہے جن کا درجہ جاننا ہر اس فاضل یا عالم دین کی ضرورت ہے جو تدریسی، تصنیفی یا دعوتی مشاغل میں لگا ہو۔

اس میں بھی شک نہیں کہ اسنادی پہلو سے کسی حدیث کا مقام ومرتبہ جاننے کے لئے سب سے پہلے یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ مطلوب حدیث ذخیرہ حدیث میں کہاں کہاں ہے؟ اور کن کن سندوں سے مروی ہے جب تک ممکنہ حد تک پورے ذخیرہ حدیث سے حدیث کو کھنگال کر حدیث کے اطراف والفاظ سامنے نہیں لائے جائینگے تب تک اس حدیث کی صحت یا عدم صحت کا فیصلہ نہیں ہو سکتا اور یہ امر واقعہ ہے کہ فضلائے مدارس وجامعات کو احادیث تلاش کرنے میں بڑی دقتیں پیش آتی ہیں اور اس کی وجہ مصادر حدیث کے موضوع نہج اور انداز ترتیب سے ناواقفیت ہوتی ہے۔ اس لئے سب سے پہلے تخریج حدیث کے اصول کو ذکر کیا جاتا ہے نیز اس کے ضمن میں فن حدیث میں تالیف شدہ کتابوں کا بھی ذکر دیا جائے گا۔

تخریج حدیث:

تخریج کے لغوی معنی کسی چیز کو ظاہر کرنا، واضح کرنا۔ اصطلاحاً تخریج کا لفظ دو معنوں میں استعمال کیا جاتا ہے۔ (۱) کسی محدث کا احادیث کو اپنی کتاب میں اپنی سند سے ذکر کر دینا جیسے محدثین کا قول اخرجہ البخاری فی صحیحہ کا معنی یہ ہوتا ہے کہ امام بخاری نے اس حدیث کو اپنی صحیح بخاری میں اپنی سند سے ذکر کیا ہے۔

(۲) ائمہ حدیث میں سے کسی امام کی کتاب کی طرف حدیث کے درجہ کی تعیین کے ساتھ منسوب کر دینا جیسا کہ امام زیلعی نے احادیثِ ہدایہ کے ساتھ کیا ہے۔ آج کل تخریج کا لفظ بول کر زیادہ تر معنی ثانی مراد لیا جاتا ہے۔

لیکن ائمہ حدیث نے جو کتابیں تصنیف کی ہیں ان کی تین قسمیں ہیں۔ بالفاظ دیگر مصادر حدیث کی تین قسمیں ہیں اور حدیث کو ان کتابوں کی طرف منسوب کرنے کے لئے جو صیغے استعمال کئے جاتے ہیں وہ بھی مختلف ہیں۔

(۱) کتب اصلیہ : وہ کتابیں ہیں جن کے مؤلفین نے احادیث اپنی سند سے ذکر کی ہے، چاہے وہ کتابیں مندرجۂ ذیل موضوعات میں سے جس موضوع پر ہوں۔

(۱) حدیث: جیسے کتب ستہ، مؤطا امام مالکؒ، مسند احمد بن حنبلؒ وغیرہ

(۲) عقیدہ: جیسے الایمان (ابوبکر بن ابی شیبہؒ)، الایمان (ابن مندہ) وغیرہ

(۳) تفسیر: جیسے تفسیر طبری اور تفسیر ابن ابی حاتم وغیرہ

(۴) فقہ: جیسے کتاب الام (امام شافعیؒ) المحلی (ابن حزمؒ)

(۵) اصول فقہ: جیسے الرسالہ (امام شافعیؒ)، الاحکام فی اصول الاحکام ابن حزم ظاہری

(٦) تاریخ: جیسے تاریخ طبری، تاریخ بغداد (خطیب بغدادی) وغیرہ

یہ وہ کتابیں ہیں جن کے مؤلفین نے احادیث اپنی سند سے ذکر کی ہے۔

(۲) کتب شبہ اصلیہ : وہ کتابیں ہیں جن کے مؤلفین نے احادیث اپنی اسانید سے ذکر نہیں کی ہیں بلکہ کتب اصلیہ میں وہ احادیث جن اسانید سے مذکور تھیں ان احادیث کو انہیں اسانید کے ساتھ ذکر کر دیا۔ جیسے تفسیر ابن کثیرؒ، تحفۃ الاشراف، نصب الرایہ اور امام سیوطی کی اکثر تصانیف وغیرہ

نوٹ : کتب شبہ اصلیہ سے احادیث نقل کرنے کے بجائے کتب شبہ اصلیہ میں جن کتب اصلیہ کا حوالہ دیا گیا ہو ان کتب اصلیہ کی طرف مراجعت کر کے حدیث نقل کرنا چاہیے۔ ہاں اگر کتب شبہ اصلیہ میں جن کتب اصلیہ کا حوالہ دیا گیا ہوں وہ کتابیں مفقود ہوں یا مخطوط یا مطبوع ہوں مگر ان تک رسائی ناممکن یا مشکل ہو تو کتب شبہ اصلیہ کی طرف حدیث کو منسوب کر کے تحریر کرنا درست ہے۔

جیسے کوئی حدیث تفسیر ابن کثیرؒ میں ہو اور اس میں بخاری کا حوالہ دیا ہو تو اس حدیث کو بخاری شریف کی مراجعت کئے بغیر ابن کثیرؒ پر اعتماد کر کے لکھنا نہیں چاہئے، اور ابن کثیر کے حوالہ کے بغیر سیدھے ہی بخاری کا حوالہ دینا نہیں چاہیے تا آنکہ خود بخاری میں وہ حدیث نہ دیکھ لی جائے۔ ہاں اگر بخاری شریف مفقود ہو جائے یا اس کا ملنا مشکل ہو جائے تو ابن کثیرؒ پر اعتماد کر کے بخاری کا حوالہ دیا جا سکتا ہے۔ لیکن اس میں بھی اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ سیدھے ہی بخاری کا حوالہ نہ دیا جائے بلکہ اس طرح تحریر کیا جائے کہ اس حدیث کو ابن کثیرؒ نے بخاریؒ کے حوالہ سے اپنی تفسیر میں ذکر کیا ہے۔

(۳) کتب غیر اصلیہ : وہ کتابیں ہیں جن کے مؤلفین نے کتب اصلیہ سے احادیث بدون سند ذکر کر دی ہوں جیسے ریاض الصالحین (نووی) بلوغ المرام من ادلۃ الاحکام (ابن حجر)، جامع صغیر (سیوطیؒ) الدر المنثور (سیوطیؒ) جمع الفوائد (محمد مغربیؒ) مشکوۃ (خطیب تبریزیؒ) وغیرہ

کتب غیر اصلیہ کی احادیث کو منسوب کرتے ہوئے تحریر کرنے کا وہی حکم ہے جو کتب شبہ اصلیہ کے ضمن میں بیان کیا گیا۔

۞ کتب ثلاثہ کی طرف حدیث کو منسوب کرنے کے صیغے:

(۱) اگر حدیث کتب اصلیہ میں سے کسی کتاب کی ہو تو لکھنے کا طریقہ یہ ہے، اخرجه البخاری اور رواه

البخاری فی صحیحه

(۲) اگر حدیث کتب شبہ اصلیہ میں سے کسی کتاب کی ہو تو اس طرح لکھا جائے، اخرجه ابن مردویه فی تفسیره کمافی تفسیر ابن کثیر یاذکره او اورده ابن کثیر فی تفسیره وعزاه الی ابن مردویه اور جلد، صفحہ کتاب شبہ اصلی کے فوراً بعد لکھنا چاہئے۔

(۳) کتب غیر اصلیہ میں سے کسی کتاب کی حدیث ہو تو اس کے لکھنے کا طریقہ اس طرح ہے اخرجه او رواه احمد فی زهده کمافی الجامع الصغیر یاذکره او اورده السیوطی فی الجامع الصغیر وعزاه الی الزهد لأحمد اور جلد، صفحہ کتاب غیر اصلی کے فوراً بعد لکھنا چاہیئے۔

اخرجه اور رواه کے صیغہ کا استعمال کتب شبہ اصلیہ اور کتب غیر اصلیہ کے لئے کرنا درست نہیں ہے، اسی وجہ سے مخرِج پر ضروری ہے کہ وہ کتب حدیث، ان کی تالیف کے طریقے اور کتب حدیث کے طبقات کے ساتھ ساتھ ان میں سے کون سی کتابیں اصلیہ، کون سی شبہ اصلیہ اور کون سی غیر اصلیہ ہیں ان باتوں سے واقف ہو۔

تخریج کے فوائد:

تخریج کے بعض فوائد سند سے متعلق ہیں، بعض متن سے اور بعض سند و متن دونوں سے متعلق ہیں۔

(۱) سند سے متعلق فوائد:

(۱) حدیث کی بہت سی مختلف اسانید پر واقفیت حاصل ہوتی ہے، جس کے نتیجہ میں سند کا متصل، منقطع، مرسل، معضل، مرفوع، موقوف، متواتر، غریب، عزیز، مشہور وغیرہ ہونا معلوم ہوتا ہے۔

(۲) حدیث کی سند کو تخریج کی وجہ سے تقویت حاصل ہوتی ہے اس طرح کہ ہمارے پاس ایک حدیث جو ضعیف سند سے مروی ہے اب اس حدیث کی تخریج مختلف کتب حدیث سے کی جائیگی تو ہوسکتا ہے کہ ہم اس حدیث کی ایسی سند پر مطلع ہو جائیں جو موجودہ سند سے بہتر ہو۔ اب یہ سند ضعیف سے ترقی کر کے حسن درجہ کی ہو جائیگی۔

(۳) حدیث کا درجہ معلوم ہوجاتا ہے اس طور پر کہ جس حدیث کی تخریج مطلوب ہے اگر وہ حدیث صحیحین میں ہوگی یا ان دونوں میں سے کسی ایک میں ہوگی یا ایسی کتاب میں ہوگی جس کے مؤلف نے صحیح احادیث ذکر کرنے کا التزام کیا ہوگا جیسے صحیح ابن خزیمہ یا ایسی کتاب میں ہوگی جس کے مؤلف نے حدیث ذکر کرنے کے بعد حدیث پر صحت، حسن یا ضعف کا حکم لگانے کا التزام کیا ہوگا جیسے ترمذی، مستدرک حاکم، شرح السنہ وغیرہ۔ اس طرح حدیث کا درجہ بآسانی متعین ہوجائے گا۔

(۴) مہمل کی تمیز ہوجاتی ہے، (مہمل راوی وہ ہے جس کے نام کو ذکر کیا گیا ہو لیکن ما بہ الامتیاز وصف جیسے نسب، نسبت، کنیت، لقب وغیرہ میں سے کچھ بھی ذکر نہ کیا گیا ہو) مثال کے طور پر ایک حدیث کی سند میں عن الولید یا عن محمد یا عن سفیان ہو جب ہم مختلف کتابوں سے اس حدیث کی تخریج کریں گے تو ہوسکتا ہے کہ ہم ایسی سند پر مطلع ہوجائیں جس میں یہ نام ما بہ الامتیاز وصف کے ساتھ مذکور ہو جس کے نتیجہ میں اس مہمل کی تمیز ہوجائیگی۔

(۵) مبہم کی تعیین ہوجاتی ہے (مبہم وہ ہے کہ سرے سے جس کے نام، نسب، نسبت، کنیت وغیرہ میں سے کچھ بھی ذکر نہ کیا گیا ہو) مثال کے طور پر ایک حدیث کی سند میں حدثنی ثقة یا عن رجل یا عن شیخ جیسا کوئی مبہم لفظ ہے، جب ہم اس حدیث کی تخریج کریں گے تو ہوسکتا ہے کہ ہم کسی ایسی سند پر مطلع ہوجائیں جس میں اس راوی کا نام، نسب، نسبت، کنیت وغیرہ میں سے کسی کو ذکر کیا ہو جس سے اس مبہم راوی کی تعیین ہوجائیگی۔

(۶) مدلس کے عنعنہ میں تدلیس کا احتمال ختم ہوجاتا ہے، مثال کے طور پر ایک حدیث کی سند میں کسی مدلس نے عنعنہ کے ساتھ سند ذکر کی ہے جس کی وجہ سے تدلیس کا احتمال ہوتا ہے جب ہم اس حدیث کی تخریج کریں گے تو ہوسکتا ہے کہ ہم ایسی سند پر مطلع ہوجائیں جس میں اس مدلس نے ایسا صیغۂ ادا استعمال کیا ہو جو سماع پر دلالت کرنے والا ہو جیسے حدثنا، اخبرنا یا سمعت وغیرہ جس سے اس روایت میں تدلیس کا احتمال ختم ہوجائیگا۔

(۷) راوی نے اگر اپنے شیخ سے حدیث شیخ کے اختلاط کے بعد سنی ہوتی ہے تو اس روایت میں وہم کا احتمال ہوتا ہے، تخریج کے نتیجہ میں کبھی وہ وہم کا احتمال دور ہوجاتا ہے، اس طور پر کہ کبھی تخریج کرنے کی وجہ سے بعض ایسی اسانید پر اطلاع ہوجاتی ہے جس میں اس راوی کا ایسا متابع مل جاتا ہے جس نے حدیث شیخ کے اختلاط سے پہلے سنی ہوتی ہے، اس طرح وہم کا احتمال ختم ہوجاتا ہے، جیسے ابو اسحاق السبیعی یہ اپنی آخری عمر میں مختلط ہوگئے تھے، ابوالاحوص نے ان سے اختلاط کے بعد احادیث کا سماع کیا تھا، اور شعبہ وسفیان نے اختلاط سے پہلے سماع کیا تھا، اب اگر کوئی حدیث ایسی ہے جس میں ابوالاحوص ابواسحاق سے روایت کرتے ہیں تو اس روایت میں وہم کا احتمال ہوتا ہے، لیکن اگر اسی حدیث کو شعبہ یا سفیان ابواسحاق سے روایت کرنے والے ہوتو وہ وہم کا احتمال دور ہوجاتا ہے۔

متن سے متعلق فوائد :

(۱) کبھی تخریج کے نتیجہ میں ایسی اسانید پر اطلاع ہوتی ہے جس کے متن میں بعض الفاظ یا کلمات کا اضافہ ہوتا ہے، جس سے حدیث کے معانی کی وضاحت ہوجاتی ہے۔

(۲) کبھی تخریج سے ایسی اسانید پر اطلاع ہوتی ہے جس کے متن میں حدیث کا سبب ورود مذکور ہوتا ہے یا تاریخ وزمانہ مذکور ہوتا ہے کہ کس وقت یہ حدیث بیان کی گئی تھی جس سے ناسخ ومنسوخ کا علم ہوجاتا ہے یا ان حالات کا علم ہوجاتا ہے جن حالات میں یہ حدیث بیان کی گئی ہوتی ہے، جس کی مدد سے حدیث کے معانی کی تعیین بآسانی ہوسکتی ہے۔

(۳) تخریج سے جب طالب علم کو یہ معلوم ہوجاتا ہے کہ یہ حدیث فلاں فلاں جگہ ہے تو اس کے لئے حدیث کے معانی کی وضاحت کے لئے دوسرے شارحین حدیث کے کلام کو دیکھنا آسان ہوجاتا ہے جیسے ایک حدیث ابوداؤد میں ہے اور وہی حدیث بخاری ومسلم میں ہے تو طالب علم حدیث کے معانی کی وضاحت کے لئے بخاری ومسلم کی شروحات کا بھی مطالعہ کرسکتا ہے۔

۞ سند و متن دونوں سے متعلق فوائد :

(۱) تخریج سے اس بات کا بخوبی اندازہ ہوجاتا ہے کہ حدیث کتنی جگہوں پر ہے۔

(۲) تخریج کے دوران ایسی اسانید یا ایسے الفاظ مختلفہ پر اطلاع ہوتی ہے جس کی وجہ سے کبھی سند یا متن میں پائی جانے والی علت قادحہ کا علم ہوجاتا ہے۔

(۳) تخریج کے دوران متنِ حدیث یا سندِ حدیث میں موجود تصحیف و تحریف کا علم ہوجاتا ہے اور آدمی تحقیق کر کے درستگی تک پہنچ جاتا ہے۔

فوائد تخریجِ حدیث کے بیان ہوجانے کے بعد تخریجِ حدیث کے طرق کی وضاحت مناسب معلوم ہوتی ہے۔ تخریج حدیث کے چھ طریقے ہیں۔

(۱) حدیث میں موجود کلماتِ غریبہ یا کلماتِ مہمہ کے ذریعہ تخریج کرنا۔

(۲) متنِ حدیث کے پہلے لفظ کے ذریعہ تخریج کرنا۔

(۳) حدیث کے راوی اعلیٰ یعنی صحابی کے نام کے ذریعہ تخریج کرنا۔

(۴) حدیث کے موضوع کو دیکھ کر تخریج کرنا جیسے صلاۃ، زکوۃ وغیرہ۔

(۵) سند یا متن میں پائی جانے والی کسی صفت کو مدِ نظر رکھ کر تخریج کرنا۔

(۶) تتبع و استقراء کے ذریعہ تخریج کرنا۔

یہ تخریج کے چھ طریقے دراصل کتب حدیث کے تالیف کے طرز کے مختلف ہونے سے پیدا ہوتے ہیں اس لئے کہ کتب حدیث کی تالیف کے طریقے مختلف رہے ہیں۔

۞ اب ان تمام طرقِ تخریج کو قدرے تفصیل سے دکتور ابو اللیث خیر آبادی کی کتاب "تخريج الحديث نشأته ومنهجيته" سے ذکر کیا جاتا ہے۔

پہلا طریقہ:

(۱) حدیث میں پائے جانے والے کلماتِ غریبہ یا کلمات مبہمہ کے ذریعہ تخریج کرنا۔

اس طریقہ کے ذریعہ حدیث کی تخریج کرنے والے کے لئے ضروری ہے کہ وہ حدیث میں پائے جانے والے کلماتِ غریبہ (وہ کلمات جو مشکل اور قلیل الاستعمال ہوں) یا کلمات مبہمہ (وہ کلمات جن کے ذریعہ پوری حدیث کا مضمون سامنے آجائے) سے واقف ہو، جیسے حدیث من کذب علی متعمدا فلیتبوأ مقعدہ من النار میں کذب اور متعمدا کا لفظ ہے، ان کلمات کو لے کر طالب علم ان کتابوں کی طرف رجوع کرے جن کتابوں کو کلماتِ غریبہ یا کلماتِ مبہمہ کی ترتیب پر مرتب کیا گیا ہے جیسے کتب المعاجم والفھارس

کتب المعاجم والفھارس سے وہ کتابیں مراد ہیں جن کے مؤلفین نے کسی ایک کتاب یا چند کتابوں کو سامنے رکھ کر ان کتابوں میں موجود احادیث کے کلماتِ غریبہ یا کلماتِ مبہمہ کو الف ب کی ترتیب پر مرتب کر کے کتاب اور باب کا حوالہ یا کتاب اور رقم الباب یا رقم الحدیث کو ذکر کر دیا ہے، جس کی وجہ سے بآسانی معلوم ہو سکتا ہے کہ یہ حدیث کن کن کتابوں میں کن کن جگہوں میں مذکور ہے۔

ان کتابوں میں سے چند اہم کتابیں حسب ذیل ہیں۔

(۱) المعجم الفھرس لالفاظ الحدیث النبوی ﷺ

یہ کتاب چند مستشرقین کی تصنیف کردہ ہے، یہ کتاب کتب المعاجم والفھارس میں سب سے اہم ہے، اس لئے اس کتاب کا مفصل تعارف ان شاء اللہ آئندہ سطور میں ہوگا۔

(۲) مفتاح المنھل العذب المورود از : مصطفی بن علی بن محمد البیومی

(۳) المرشد الی احادیث سنن الترمذی از : صدقی البیک

(۴) الفھرس التفصیلی لصحیح مسلم از : استاذ محمد فواد عبدالباقی (م : ۱۳۸۸)

(۵) کشاف صحیح ابی عبداللہ البخاری از : مصطفی کمال وصفی

(۶) فھرس احادیث السنن دارقطنی از : یوسف عبدالرحمن المرعشلی و ریاض عبداللہ

تعارف : المعجم المفهرس لالفاظ الحدیث النبوی صلی اللہ علیہ وسلم

اس کتاب کو چند مستشرقین نے مل کر مرتب کیا ہے، ان میں پیش پیش پروفیسر آرنٹ جان ونسنک (Arent Jan Hensinck) ہولنڈی (م : ۱۹۳۹ء) ہے اور استاذ محمد فواد عبدالباقی صاحب (م : ۱۳۸۸) نے ان کا تعاون کیا ہے۔

اس کتاب میں مندرجۂ ذیل نو کتابوں کے کلماتِ غریبہ ومبہمہ کو الف ب کی ترتیب پر مرتب کر کے کتابوں کا مع باب یا مع رقم الاحادیث حوالہ دیا ہے۔

(۱) صحیح الامام البخاری (خ)

(۲) مسلم شریف (م)

(۳) ابوداؤد السجستانی (د)

(۴) سنن ترمذی (ت)

(۵) نسائی شریف (ن)

(۶) ابن ماجہ کے لئے پوری کتاب میں 'جہ' کا رمز استعمال کیا ہے، سوائے جزء اول کے تیئیس (۲۳) صفحات کے، ان میں 'ق' کا رمز استعمال کیا ہے۔

(۷) مؤطا امام مالکؒ (ط)

(۸) سنن دارمی (دی)

(۹) مسند احمد بن حنبل اس کتاب کا حوالہ دینے کے لئے جلد اول کے شروع کے تیئیس (۲۳) صفحات میں 'حل' کا رمز استعمال کیا ہے اور مابقیہ میں 'حم' کا رمز استعمال کیا ہے۔

یہ کتاب آٹھ جلدوں میں ہے، لیکن آٹھویں جلد کی ترتیب کچھ الگ ہے، اس جلد میں احادیث کے الفاظ نہیں ہیں، بلکہ احادیث میں وارد لوگوں کے نام، مکان، قرآن کی سورتیں، آیات وغیرہ مذکور ہیں۔ اس جزء کے مؤلف ویم رافن (Wim Raven) نے صرف اعلام اور اماکن ہی کو ذکر کیا ہے،

حدیث کا وہ جزء ذکر نہیں کیا ہے، جس میں یہ اماکن واعلام وارد ہوئے ہیں۔

ان طبعات کا ذکر جن کو سامنے رکھ کر معجم المفہرس کو تیار کیا گیا

(۱) بخاری شریف	مطبوعہ المكتبة الاسلامية استنبول تركى ۱۹۷۹
(۲) مسلم	مطبوعہ دار احياء الكتب العربيه قاهره ۱۹۵۵
(۳) ابوداؤد	مطبوعہ دار الحديث حمص سوريه ۱۹۷۴
(۴) ترمذی	مطبوعہ مصطفى البابى الحلبى قاهره ۱۹۳۸
(۵) نسائی	مطبوعہ المكتبة التجاريه الكبرى قاهره ۱۳۴۸
(۶) ابن ماجہ	مطبوعہ دار احياء الكتب العربيه ۱۹۵۲
(۷) دارمی	مطبوعہ دار الريان قاهره ۱۹۸۷
(۸) مؤطا مالک	مطبوعہ دار احياء الكتب العربيه ۱۹۵۱
(۹) مسند احمد	مطبوعہ الميمنة مصر ۱۳۱۳

معجم المفہرس اور مفتاح کنوز السنۃ سے (جس کا مفصل ذکر آگے آئیگا) استفادہ آسان ہوجائے اس بات کو پیش نظر رکھتے ہوئے استاذ محمد فواد عبد الباقی صاحب نے پہلی آٹھ جلدوں کی تفصیلی فہرست تیار کی ہے جو تيسير المنفعة بكتابى مفتاح كنوز السنة والمعجم المفهرس لالفاظ الحديث النبوی ﷺ کے نام سے مشہور ہے۔ جس میں کتاب اور ابواب ارقام کے ساتھ ذکر کئے ہیں، لیکن مسلم اور مؤطا کے لئے کتاب کے ارقام کے ساتھ ساتھ احادیث کے ارقام کا بھی اضافہ کردیا ہے۔

کلمات کی ترتیب :

حدیث سے کلمۂ غریبہ مبہمہ کو اختیار کرنے کے بعد مندرجۂ ذیل طریقہ پر اسکو مرتب کرتے ہیں۔

اولاً : فعل مجرد ماضی معروف کے چودہ صیغے علم صرف کی ترتیب پر ذکر کرتے ہیں، پھر اسی ترتیب پر مضارع کو ذکر کرتے ہیں، پھر فعل امر کے چھ صیغے پھر اسم فاعل اور اسم مفعول کے چھ چھ صیغے اسی ترتیب سے ذکر کرتے ہیں۔ پھر فعل مزید فیہ کو اسی ترتیب مذکورہ پر ذکر کرتے ہیں۔

ثانیاً : اسماء معانی جیسے صلاۃ، زکوۃ، امر وغیرہ کا ذکر اس ترتیب سے کرتے ہیں کہ پہلے مفرد مرفوع منون، پھر مفرد مرفوع غیر منون، پھر مجرور بالاضافت منون، پھر مجرور بالاضافت غیر منون، پھر مجرور بحرف الجر منون، پھر مجرور بحرف الجر غیر منون، پھر منصوب منون، پھر منصوب غیر منون پھر اس کے بعد اسی لفظ کا تثنیہ مفرد کی ترتیب پر ذکر کرتے ہیں، پھر جمع کا صیغہ اسی ترتیب پر ذکر کرتے ہیں۔

ثالثاً : پھر دیگر مشتقات جیسے اسم صفت، اسم ظرف، اسم آلہ، افعل التفضیل ان مشتقات کے ذکر کرنے کی ترتیب یہ ہے کہ پہلے بغیر اضافت والے ذکر کرتے ہیں، اس کے بعد اضافت والے ذکر کرتے ہیں، مثال کے طور پر کلمہ امر لیا جائے تو پہلے امر سے مجرد فعل ماضی معروف، مجہول کے چودہ چودہ صیغے پھر اسی طرح مضارع پھر امر پھر اسم فاعل پھر اسم مفعول کے چھ چھ صیغے پھر مزید فیہ جیسے أَمَّرَ، آمَرَ، تَأَمَّرَ، اِسْتَأمَرَ پھر اِمرٌ پھر أمیر پھر اِمرۃ پھر أمارۃ پھر اِمارۃ پھر أَمَر اسم تفضیل کو ذکر کیا ہے۔

کلمہ غریبہ یا کلمہ مبہمہ کے ذکر کرنے کے ساتھ ساتھ اس حدیث کا تھوڑا سا ٹکڑا بھی ذکر کرتے ہیں، جس میں یہ کلمہ ہوتا ہے۔ حدیث کا جزء ذکر کرنے کے بعد کتب تسعہ میں سے جس نے اس حدیث کی تخریج کی ہوتی ہے اس کا رمز تحریر کرتے ہیں، اس کے بعد کتاب کا عنوان جیسے الصلوۃ لکھتے ہیں، اس کے بعد رقم الباب اور مسلم اور موطا کا رقم الحدیث تحریر کرتے ہیں اور اگر مسند احمد کی روایت ہوتی ہے تو بڑے حروف میں جزء کا رقم اور چھوٹے حروف میں صفحہ کا رقم ذکر کرتے ہیں، کبھی صفحہ کے رقم پر دو نجم (ستارہ) ڈالتے ہیں، اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ یہ کلمہ اس حدیث میں یا اس باب میں یا اس صفحہ میں ایک سے زائد مرتبہ آیا ہے۔

اس کتاب سے تخریج کرنے کے لئے طالب کو مذکورہ ذیل باتوں کا لحاظ کرنا ہوگا۔

(۱) مطلوبہ حدیث سے کلماتِ غریبہ ومبہمہ کو اختیار کرنا۔

(۲) ان کلمات مختارہ سے معجم میں مراجعت کر کے ذکر کی گئی معلومات کو کاپی میں نقل کرنا۔

(۳) معلومات میں مکررات حذف کرنا اور زوائد کو لے لینا۔

(۴) جن کتابوں کا حوالہ دیا گیا ہے ان کتابوں کی مراجعت کرنا۔

(۵) تحقیق سند یا تحقیق الفاظِ حدیث کے لئے ان احادیث کو مع اسانید کے کاپی میں نقل کرنا۔

مذکورہ باتوں کو ایک مثال سے واضح کیا جاتا ہے۔

مثال کے طور پر اگر ہم حضرت انسؓ کی حدیث لایؤمن احدکم حتی یحب لاخیه مایحب لنفسه کی تخریج کرنا چاہتے ہیں تو مذکورہ ذیل طریقے سے کی جاسکتی ہے۔

(۱) کلماتِ غریبہ ومبہمہ کو اختیار کرنا۔

پس ہم نے اس حدیث سے یؤمن، احد، یحب، اخیه اور نفسه کو اختیار کیا۔

(۲) ان کلمات کی معجم میں مراجعت اور کاپی میں نقل۔

پس ہم نے جب ان کلمات کی معجم میں مراجعت کی تو مذکورہ معلومات حاصل ہوئی۔

کلمہ 'أمن' کے مضارع مزید فیہ میں یؤمن کے تحت ذکر کردہ معلومات

لایؤمن احدکم حتی یحب

م ایمان ۷۱، ۷۲، خ ایمان ۷، ت قیامۃ ۵۹، ن ایمان ۱۹ ☆☆ ۳۳، جہ مقدمہ ۹،

دی رقاق ۲۹، حم ۳۔۱۷۶، ۱۷۷، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۵۱، ۲۷۲، ۲۷۵، ۲۷۸، ۲۸۹، ۴۔۳۳۳،

۳۳۶

۞ کلمہ 'احد' کی معجم میں مراجعت کی لیکن وہاں مطلوب حدیث کے لئے کوئی معلومات ذکر نہیں کی گئی ہے۔

۞ کلمہ 'حب' کے مضارع مزید فیہ میں 'یحب' کے تحت ذکر کردہ معلومات

۞ حتی یحب لاخیہ اوقال اولجارہ مایحب لنفسہ

مَ ایمان ۷۱، ۷۲، خَ ایمان ۷، تَ قیامۃ ۵۹، نَ ایمان ۱۹، ۳۳ جہ مقدمہ ۹ جنائز ۱،

دی استیذان ۵، رقاق ۲۹، حم ۱، ۸۹، ۳۔۱۷۶، ۲۰۶، ۲۵۱، ۲۷۲، ۲۷۸، ۲۸۹

۞ کلمہ 'لاخیہ' کے ماتحت ذکر کردہ معلومات

من الایمان ان یحب لأخیہ مایحب لنفسہ

خَ ایمان ۷، مَ ایمان ۷۱، ۷۲، تَ قیامہ ۵۹، نَ ایمان ۱۹، ۳۳

۞ کلمہ 'نفس' کی مجم میں مراجعت کی لیکن وہاں مطلوب حدیث کے لئے کوئی معلومات ذکر نہیں کی گئی۔

(۳) مذکورہ بالا معلومات کو ایک جگہ جمع کرنا۔

پس جب ان مذکورہ بالا معلومات کو مکررات کو حذف کر کے جمع کرتے ہیں تو اس طرح کی معلومات حاصل ہوتی ہے۔

مَ ایمان ۷۱، ۷۲۔ خَ ایمان ۷، تَ قیامہ ۵۹۔ نَ ایمان ۱۹ دومرتبہ، ۳۳۔ جہ مقدمہ ۹، جنائز ۱۔ دی استیذان ۵، رقاق ۲۹۔ حم ۱/ ۸۹، ۳/ ۱۷۶، ۱۷۷، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۵۱، ۲۷۲، ۲۷۵، ۲۷۸، ۲۸۹، ۴/ ۲۳۳، ۳۳۶

حاصل کلام یہ ہے کہ یہ حدیث سات کتابوں میں تیئیس (۲۳) جگہوں میں ذکر کی گئی ہے۔

(۴) مجم میں جن کتابوں کا حوالہ دیا گیا ہے ان کی مراجعت:

پھر ہم مراجعت کریں گے اس بات کی تاکید ووضاحت کے لئے جن مواضع کا حوالہ دیا گیا ہے، واقعۃً وہاں حدیث مطلوب ہے؟ یا کوئی دوسری حدیث ہے، چنانچہ مراجعت کے بعد معلوم ہوا کہ حدیث انسؓ مذکورہ بالا تمام جگہوں میں نہیں ہے بلکہ مندرجۂ ذیل مقامات پر ہے۔ مَ ایمان ۷۱، ۷۲۔ خَ ایمان ۷۔ تَ قیامۃ ۵۹، نَ ایمان دومرتبہ، ۳۳۔ جہ مقدمہ ۹۔ دی رقاق ۲۹۔ حم

۳/۱۷۶،۱۷۷،۲۰۶،۲۵۱،۲۷۲،۲۷۹، ۲۷۹، مابقیہ مقامات پر مطلوبہ حدیث مذکور نہیں ہے۔

نوٹ : تحقیق سند یا تحقیق الفاظ حدیث کے لئے احادیث کو اسانید کے ساتھ مذکورہ بالا کتابوں سے نقل کرنی چاہئے، اس کے بعد متلقی سند معلوم کرنے کے لئے شجرۂ اسانید تیار کرنا چاہئے۔ (دیکھئے تخریج الحدیث ص ۵۹)

ہر چیز کے کچھ محاسن ہوتے ہیں اور کچھ معایب ہوتے ہیں اسی طرح معجم المفھرس کے ذریعہ تخریج حدیث کے کچھ محاسن ہیں اور کچھ معایب ہیں۔

۞ اولاً محاسن کو ذکر کیا جاتا ہے۔

(۱) بآسانی یہ معلوم ہوجاتا ہے کہ مطلوب حدیث کی اصحاب کتب تسعہ میں سے کس کس نے تخریج کی ہے اور وہ حدیث کن کن مقامات میں ہے؟

(۲) مخرج بہت جلد اپنی مطلوب حدیث تک رسائی حاصل کرلیتا ہے۔

(۳) بہت سا وقت اور بہت سی محنت بچ جاتی ہے، جو ایک مخرج کی اصل پونجی ہے۔

۞ ثانیاً معایب کو ذکر کیا جاتا ہے۔

(۱) کبھی ایک ہی لفظ بہت سی احادیث میں آیا ہوتا ہے، معجم المفھرس میں اس لفظ کی جب مراجعت کی جاتی ہے تو وہاں بہت سے حوالے درج ہوتے ہیں، جب سب حوالوں کے مطابق کتب حدیث کی مراجعت کی جاتی ہے تو اکثر جگہ مطلوب حدیث کے علاوہ حدیث ہوتی ہے، اسی طرح کافی وقت ضائع ہوجاتا ہے۔

(۲) صاحب معجم المفھرس سے کتب تسعہ کی بعض احادیث ساقط ہوگئی ہیں، خاص طور پر ترمذی کی روایات ساقط ہوگئی ہیں، اب کسی مخرج نے اپنی مطلوب حدیث کے لئے معجم المفھرس کی مراجعت کی اور وہ حدیث نہ ملی تو وہ سمجھتا ہے کہ مطلوب خدیث کتب تسعہ میں نہیں ہے، حالانکہ وہ حدیث ان کتابوں میں مذکور ہوتی ہے۔

(۳) کبھی ایک حدیث مختلف اللفظ متحد المعنی ہوتی ہے، اب دونوں کے الفاظ میں سے مخرج کے سامنے ایک حدیث کے الفاظ ہوتے ہیں، اس کے مطابق وہ معجم المفہرس سے حوالے نقل کر لیتا ہے، حالانکہ اسی حدیث کے ہم معنی حدیث بھی ان کتابوں میں موجود ہوتی ہے لیکن اس حدیث کے الفاظ ذہن میں نہ ہونے کی وجہ سے مخرج کی وہاں تک رسائی نہیں ہوتی اور احادیث کا ایک اچھا ذخیرہ اس کی نظروں سے اوجھل رہ جاتا ہے۔

مثلاً ایک حدیث حضرت عائشہؓ سے منقول ہے کہ ماخیر رسول اللہ ﷺ بین امرین الا اختار ایسر ھما مالم یکن اثما اور دوسری حدیث کے الفاظ اس طرح ہے ماعرض علیہ امر ان قط الا اختار الارشد منھما یہ دونوں حدیثیں باعتبار الفاظ کے مختلف ہیں، لیکن باعتبار معنی کے متحد ہیں اب کسی مخرج کو ان دونوں میں سے کسی ایک کے الفاظ معلوم نہ ہوں تو وہ مخرج دوسری حدیث کے مصادر و مراجع سے بے خبر رہے گا، اس لئے کہ معجم المفہرس کو الفاظ کو سامنے رکھ کر مرتب کیا گیا ہے نہ کہ معنی کو سامنے رکھ کر۔

(۴) کبھی ایک کلمہ کو ذکر کر کے 'راجع' لکھ کر بہت سے حوالے ذکر کر دیتے ہیں، اب ان سب حوالوں کو دیکھنا اور پھر مطلوبہ حدیث کی تعیین کرنا مخرج کے لئے بڑا دشوار ہو جاتا ہے اور بہت سا وقت ضائع ہو جاتا ہے جیسے کلمہ 'قاتل' میں ۶۸ اور کلمہ 'علم' میں ۵۰ جگہوں کا حوالہ دیا ہے۔

(۵) مطلوبہ حدیث کتب تسعہ کے علاوہ اور کن کن کتابوں میں ہے اس کا علم نہیں ہو سکتا ہے، کیونکہ معجم المفہرس کو صرف ان نو کتابوں ہی کی احادیث کو سامنے رکھ کر مرتب کیا گیا ہے اس وجہ سے مخرج صرف معجم المفہرس پر اکتفا نہیں کر سکتا ہے۔

دوسرا طریقہ:

متن حدیث کے اول لفظ کے ذریعہ تخریج کرنا

بعض کتب حدیث کا طرز تصنیف یہ ہے کہ ان میں احادیث الف ب کی ترتیب پر مرتب ہے، ایسی کتابوں سے تخریج کرنے کے لئے مخرج کے لئے ضروری ہے کہ اسے حدیث کا پہلا لفظ معلوم ہو، ایسی کتابیں اکثر غیر اصلیہ ہیں ان کی تین قسمیں ہیں۔

(۱) عام احادیث کے متعلق کتابیں چاہے وہ احادیث زبان زد (مشہور) ہو یا نہ ہو۔

(۲) ان احادیث کے متعلق کتابیں جو زبان زد (لوگوں میں مشہور ہو چاہے وہ احادیث صحیح ہوں یا ضعیف یا موضوع) ہوں۔

(۳) موسوعات حدیثیہ

پہلی قسم: عام احادیث کے متعلق کتابیں بہت سی ہیں، ان میں سے چند اہم کتابیں کچھ اجمال اور کچھ تفصیل کے ساتھ مندرجۂ ذیل ہیں۔

(۱) جمع الجوامع یا الجامع الکبیر علامہ جلال الدین سیوطیؒ (م :۹۱۱) کی تصنیف ہے، اس کا مفصل تعارف ان شاء اللہ آئندہ سطور میں مرقوم ہوگا۔

(۲) الجامع الصغیر من حدیث البشیر النذیر یہ بھی علامہ جلال الدین سیوطی کی تصنیف ہے، اس کا بھی مفصل تعارف آئندہ سطور میں ہوگا۔

(۳) زیادۃ الجامع الصغیر یہ کتاب بھی علامہ جلال الدین سیوطیؒ کی ہے، مصنف نے (۴۴۴۰) احادیث کا جامع کبیر اور دیگر کتب حدیث سے اضافہ کیا ہے اور الف ب کی ترتیب پر مرتب کیا ہے۔ اس میں جامع صغیر کے ہی رموز استعمال کئے ہیں، علامہ مناویؒ (م:۱۰۳۱) نے اس کی شرح "مفتاح السعادۃ بشرح الزیادۃ" کے نام سے لکھی ہے۔

(۴) الفتح الکبیر فی ضم الزیادۃ الی الجامع الصغیر

یہ شیخ یوسف بن اسماعیل النبہانی (م: ۱۳۵۰) کی تالیف ہے جس میں مؤلف نے جامع صغیر اور زیاداتِ جامع صغیر کو جمع کر دیا ہے اور دونوں کی احادیث کو الف ب کی ترتیب پر ایک ساتھ کر دیا ہے اور زیادۃ جامع صغیر کے لئے حرف زای کا رمز لگا دیا ہے تاکہ وہ احادیث ممتاز ہو جائے، لیکن علامہ سیوطیؒ کے ذکر کردہ صحت وضعف اور حسن کے رموز کو چھوڑ دیا ہے، جس کی بناء پر اس تالیف میں کچھ نقص آ گیا ہے۔

(۵) الجامع الازھر فی حدیث النبی الانور

یہ کتاب عبدالروف بن تاج العارفین المناوی القاھری (م: ۱۰۳۱) کی ہے۔ اس کتاب میں مؤلف نے امام سیوطیؒ کی جامع پر استدراک کیا ہے، اس میں جامع کبیر کی احادیث کو بھی ذکر کیا ہے اور اپنی طرف سے کچھ زائد احادیث بھی ذکر کی ہے اور حروف ہجائیہ کی ترتیب پر مرتب کیا ہے۔ البتہ اقضیۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق احادیث کو مستقل باب کے تحت ذکر کیا ہے۔ اس باب کو باب القاف المحلی بأل اور القاف بدون أل کے درمیان ذکر کیا ہے۔ حدیث کا درجہ بھی متعین کرنے کا مقدمہ میں وعدہ کیا تھا لیکن بعض احادیث میں اس وعدہ کا وفا نہ کر سکے۔ کل احادیث کی تعداد ۵۱۹۱ ہے۔

(۶) کنوز الحقائق فی حدیث خیر الخلائق

یہ تالیف بھی علامہ مناوی کی ہے، جس میں مختصر مختصر دس ہزار احادیث ذکر کی ہے، احادیث کو حروف ہجائیہ کی ترتیب پر مرتب کیا ہے۔ ائمہ حدیث میں جس نے اس حدیث کی تخریج کی ہوتی ہے اس میں صرف ایک کا حوالہ دیا ہے۔ راوی حدیث صحابی کا نام اور حدیث کا درجہ بھی متعین نہیں کیا ہے۔

(۷) البیان والتعریف فی اسباب ورود الحدیث الشریف

یہ ابراہیم بن محمد المعروف بابن حمزہ الحسینی (م: ۱۱۲۰) کی تالیف ہے۔ جس میں مؤلف نے ایسی احادیث کو الف ب کی ترتیب پر مرتب کیا ہے جن کا شان ورود خود احادیث میں بیان کیا گیا ہو، یا اسی حدیث کے دوسرے طرق میں، یا دوسری احادیث میں، چاہے وہ شانِ ورود عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے

بعد ذکر کیا گیا ہو، طریقہ یہ ہے کہ حدیث ذکر کرتے ہیں اور ساتھ حوالہ بھی دیتے ہیں۔ کل احادیث کی تعداد ۱۸۴۳ ہے۔

(۸) اسعاف الطلاب بترتیب الشہاب

یہ تالیف بھی علامہ مناوی کی ہے۔ دراصل شہاب الدین ابوعبداللہ محمد بن سلامہ بن جعفر القضاعی (م: ۴۵۴) نے کتاب الشہاب نامی کتاب لکھی، جس میں حکم، وصایا، آداب ومواعظ کے متعلق چھوٹی چھوٹی احادیث بغیر اسانید کے ذکر کی ہیں۔ پھر خود علامہ قضاعی نے احادیث کو مع اسانید کے ذکر کیا ہے، جس کا نام مسند الشہاب رکھا، لیکن احادیث بلاترتیب ذکر کی۔ پھر علامہ مناوی نے انہی احادیث کو حروف ہجائیہ کی ترتیب پر مرتب کر دیا اور ساتھ ساتھ دیگر حوالے بھی ذکر کئے۔

(۹) مسند الفردوس

یہ کتاب ابومنصور شہردار بن شیرویہ دیلمی (م: ۵۵۸) کی ہے، دراصل مؤلف کے والد ابوشجاع شیرویہ بن شہردار (م: ۵۰۹) نے ''الفردوس'' نامی کتاب کی تالیف کی، جس میں ۹۰۵۶ چھوٹی چھوٹی احادیث ذکر کی، حروف ہجائیہ کی ترتیب پر مرتب کیا، لیکن احادیث بدون اسناد ذکر کی اور کتاب کا پورا نام فردوس الاخبار بمأثور الخطاب المخرج علی کتاب الشہاب رکھا۔ پھر ان کے صاحبزادے شہردار نے احادیث کو مسنداً ذکر کیا اور کتاب کا نام مسند الفردوس رکھا اور بعد میں حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے اس کتاب کا اختصار کیا اور اس کا نام تسدید القوس فی مختصر مسند الفردوس رکھا۔

۞ جمع الجوامع کا مفصل تعارف

مؤلف : امام حافظ جلال الدین عبدالرحمن بن ابی بکر محمد السیوطیؒ المتوفی ۹۱۱ھ

طریقۂ تالیف: اس کتاب میں امام سیوطیؒ نے اسی (۸۰) سے زائد کتابوں سے ۴۶۶۲۴ احادیث کو جمع کر دیا ہے۔ ان احادیث کو دو قسموں پر منقسم کیا ہے۔

(۱) احادیث قولیہ: اس سے مراد وہ احادیث ہیں جنہیں نبی اکرم ﷺ نے اپنی زبان مبارک سے ارشاد فرمایا ہو، ان احادیث کو اول لفظ حدیث کے اعتبار سے الف ب کی ترتیب پر مرتب کیا ہے۔ مگر چند وجوہاتِ مندرجۂ ذیل کی بناء پر اس ترتیب کو چھوڑ دیا ہے۔

(۱) حدیث ماقبل کی حدیث کے لئے شاہد ہو۔

(۲) حدیث ماقبل کی حدیث کا تتمہ ہو۔

(۳) حدیث ماقبل کی حدیث سے معنًی ارتباط رکھتی ہو۔

(۴) حدیث ماقبل کی حدیث کے لئے دلیل کی حیثیت رکھتی ہو۔

(۲) احادیث فعلیہ: احادیث فعلیہ سے تین طرح کی حدیث مراد لی ہے۔

(۱) خالص احادیث فعلیہ: اس سے مراد وہ احادیث ہیں جن میں صحابی نے صراحۃً نبی اکرم ﷺ کا فعل بیان کیا ہو یا آپ ﷺ کی تقریر بیان کی ہو۔

(تقریر سے مراد کسی صحابیؓ نے نبی اکرم ﷺ کی موجودگی میں کوئی کام کیا ہو اور آپ ﷺ نے اس پر سکوت فرمایا ہو)

(۲) وہ احادیث جن میں قول وفعل مخلوط ہو۔

(۳) وہ احادیث جن میں کوئی سبب یا اس طرح کی کوئی چیز بیان کی گئی ہو یعنی جن میں کوئی خالص فعل نبوی ﷺ کو بیان نہ کیا گیا ہو۔

امام سیوطیؒ نے ان احادیث فعلیہ کو اسماء صحابہؓ (جنہوں نے ان احادیث کو روایت کیا ہے) کی ترتیب پر تحریر کیا ہے، اس طور پر کہ پہلے عشرۂ مبشرہؓ کی احادیث کو ذکر کیا ہے۔ اس کے بعد عام صحابہؓ کے ناموں کو حروف تہجی کی ترتیب پر مرتب کیا ہے۔ پھر ان صحابہؓ کی روایات کو ذکر کیا ہے، جو کنیت سے مشہور ہیں۔ پھر ان صحابہؓ کی روایات کو جن کے اسماء کو صراحۃً ذکر نہیں کیا گیا ہے، اسی ترتیب پر صحابیاتؓ کے اسماء اور ان کی روایات ذکر کی ہے۔ پھر احادیث مرسلہ کو مرسلین کے اسماء کی ترتیب کے موافق ذکر کیا ہے۔

کتابت حدیث کا طریقہ : اولاً حدیث کو ذکر کرتے ہیں پھر کن کن محدثین نے اس حدیث کی تخریج کی ہیں، اس کی طرف اپنے مخصوص رموز کے ذریعہ اشارہ کرتے ہیں۔ پھر احادیث قولیہ کے باب میں اس صحابیؓ کا نام تحریر کرتے ہیں جنہوں نے اس حدیث کو روایت کیا ہوتا ہے۔

احادیث کا درجہ بیان کرنے کا طریقہ : امام سیوطیؒ نے صحت، حسن اور ضعف کے اعتبار سے احادیث کا درجہ بیان کرنے کے لئے ان کتابوں کو تین قسموں پر منقسم کر دیا ہے، جن سے احادیث اخذ کی ہے۔

(۱) وہ کتابیں جن سے حدیث کی صحت کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہوتا ہے۔

(۱) صحیح بخاری (۲) صحیح مسلم (۳) صحیح ابن حبان (۴) المستدرک علی الصحیحین للحاکم امام ذہبی کی تلخیص کے ساتھ (۵) المختارۃ للضیاء المقدسی (۶) مؤطا مالک (۷) صحیح ابن خزیمہ (۸) صحیح ابوعوانہ (۹) الصحاح لابن السکن (۱۰) المنتقی لابن الجارود (۱۱) المستخرجات علی الصحیحین او علی احدھما

(۲) وہ کتابیں جو صحیح، حسن، ضعیف احادیث سے مخلوط ہیں، جن کے مؤلفین صحیح، حسن احادیث پر سکوت فرماتے ہیں اور ضعیف احادیث پر عام طور پر تنبیہ کرتے ہیں۔

(۱) سنن ابی داؤد (۲) جامع ترمذی (۳) سنن النسائی (۴) سنن ابن ماجہ

(۵) مسند ابی داؤد طیالسی (۶) مسند احمد و زیادات ابنہ علیہ (۷) مصنف عبدالرزاق

(۸) مصنف ابی بکر ابن ابی شیبہ (۹) سنن سعید بن منصور (۱۰) مسند ابویعلی الموصلی

(۱۱) المعجم الکبیر، المعجم الاوسط، المعجم الصغیر (۱۲) مؤلفات الدارقطنی (۱۳) الحلیۃ لابی نعیم

(۱۴) السنن الکبری و شعب الایمان اور امام بیہقی کی دیگر تالیفات

(۳) وہ کتابیں جن سے احادیث کے ضعیف ہونے کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہوتا ہے۔

(۱) الضعفاء ۔ عقیلی (۲) الکامل فی الضعفاء ۔ ابن عدی (۳) تاریخ بغداد ۔ خطیب

بغدادی (۴) تاریخ دمشق ۔ ابن عساکر (۵) نوادر الاصول۔حکیم ترمذی (۶) تاریخ نیسابور ۔ حاکم (۷) تاریخ ابن الجارود (۸) مسند الفردوس ۔ دیلمی

امام سیوطیؒ کی اس طریقۂ کار سے غرض :

امام سیوطیؒ کی اس طریقۂ کار سے غرض ہر ہر حدیث کا درجہ بیان کرنے سے مستغنی ہو جانا ہے کہ قسم اول کی کتابوں میں سے کسی کتاب کی طرف حدیث منسوب کرنا، اس حدیث کی صحت کی دلیل ہوگی، قسم ثانی کی طرف حدیث کو منسوب کرنا حدیث کے صحیح و حسن ہونے کی دلیل ہوگی بشرطیکہ اس حدیث پر سکوت برتا گیا ہو اور قسم ثالث کی طرف حدیث کو منسوب کرنا اس حدیث کے ضعف کی دلیل ہوگی۔

لیکن امام سیوطیؒ کا یہ طریقۂ کار علماء فن کے نزدیک مسلم نہیں ہے، اس لئے کہ یہ کوئی ضروری نہیں ہے کہ قسم اول کی کتابوں کی تمام احادیث صحیح ہوں، اسی طرح یہ بھی کوئی ضروری نہیں ہے کہ قسم ثانی کی کتابوں کی مسکوت عنہا احادیث تمام صحیح و حسن ہوں، اسی طرح یہ بھی کوئی لازمی بات نہیں ہے کہ قسم ثالث کی کتابوں کی تمام احادیث ضعیف ہوں۔ اسی وجہ سے علماء فن تصحیح و تحسین حدیث کے سلسلہ میں امام سیوطیؒ کو متساھلین میں شمار کرتے ہیں۔

وہ رموز جن سے کسی کتاب کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہوتا ہے۔

(۱) خ ۔ بخاری (۲) م ۔مسلم (۳) حب ۔ ابن حبان (۴) ک ۔ حاکم

(۵) ض ۔ ضیاء مقدسی (مختارہ) (۶) د ۔ ابوداؤد سجستانی (۷) ت ۔ ترمذی

(۸) ن ۔ نسائی (۹) ہ ۔ ابن ماجہ (۱۰) ط ۔ ابوداؤد طیالسی (۱۱) حم ۔ مسند احمد

(۱۲) عم ۔ عبداللہ بن احمد زیادۃ علی احمد (۱۳) عب ۔ مصنف عبدالرزاق

(۱۴) ص ۔ سعید بن منصور (۱۵) ش ۔ ابن ابی شیبہ (۱۶) ع ۔ ابو یعلی

(۱۷) طب ۔ طبرانی کبیر (۱۸) طس۔طبرانی اوسط (۱۹) طص ۔طبرانی صغیر

(۲۰) قط ۔ دارقطنی (۲۱) حل ۔ ابونعیم فی الحلیہ (۲۲) ق ۔ بیہقی
(۲۳) ھب ۔ بیہقی شعب الایمان (۲۴) عق ۔ عقیلی فی الضعفاء (۲۵) عد ۔ ابن عدی فی الکامل
(۲۶) خط ۔ خطیب (۲۷) کر ۔ ابن عساکر فی تاریخہ (۲۸) ابن جریر کی حدیث اگر تہذیب الآثار سے ہوتی ہے تو مطلق ابن جریر تحریر کرتے ہیں اگر تفسیر ابن جریر یا تاریخ ابن جریر سے ہوتی ہے تو وضاحت کر دیتے ہیں۔

تعارف : الجامع الصغیر من حدیث البشیر النذیر

مؤلف : حافظ جلال الدین عبدالرحمن بن ابی بکر محمد السیوطیؒ م ۹۱۱ھ

❁ حقیقتِ کتاب :

اس کتاب میں حافظ سیوطیؒ نے ایسی ۱۰۰۳۱، احادیث ذکر کی ہیں جس کا انتخاب اپنی کتاب جمع الجوامع کی احادیثِ قولیہ سے کیا ہے اور اس بات کا التزام کیا ہے کہ وہ احادیث مختصر اور صحیح ہوں، نیز اس کتاب میں ایسی احادیث کا اضافہ بھی کیا ہے، جو جمع الجوامع میں مذکور نہیں ہیں۔

❁ طریقۂ تالیف :

ایک حرف سے شروع ہونے والی احادیث کو دو قسموں میں منقسم کیا ہے۔

(۱) وہ احادیث جو بلا واسطہ اس حرف سے شروع ہوتی ہوں، جیسے حرف باء سے شروع ہونے والی احادیث میں بادروا بصلوۃ المغرب ۔۔۔

(۲) وہ احادیث جو اسی حرف سے شروع ہوتی ہوں لیکن شروع میں 'ال' ہو جیسے الباری وغیرہ

اولاً: قسم اول کی احادیث (بلا ال) الف ب کی ترتیب پر ذکر کرتے ہیں پھر اسی ترتیب پر قسم ثانی کی احادیث ذکر کرتے ہیں لیکن دوسری قسم کی احادیث میں 'ال' کا اعتبار نہیں کرتے۔

۞ چند ملاحظات جن کا جاننا ضروری ہے۔

(۱) حدیث انما الاعمال بالنیات۔۔۔الخ کو اپنی اصلی جگہ یعنی باب الالف مع النون فالمیم والالف میں ذکر نہیں کیا ہے بلکہ اس حدیث سے تبرکاً اپنی کتاب کا آغاز کیا ہے، جیسا کہ امام بخاری اور دیگر ائمہ نے کیا ہے۔

(۲) وہ احادیث جن کے شروع میں لفظ 'کان' ہے ان کو دو قسموں میں منقسم کیا ہے۔

(۱) وہ احادیث جن میں شمائل نبوی ﷺ کو بیان نہیں کیا گیا ہے ان احادیث کو ترتیب میں اپنی اصلی جگہ ہی پر رکھا ہے یعنی باب الکاف مع الالف والنون

(۲) وہ احادیث جن کا تعلق شمائل نبویہ ﷺ سے ہے ان احادیث کو حرف الکاف کی دونوں قسم (محلی بِالْ وغیر محلی بِالْ) کے بعد باب کان وھی الشمائل الشریفة کے مستقل عنوان کے تحت ذکر کیا ہے۔ جو رقم ۶۴۷۰ سے شروع ہوتی ہیں۔

۞ پھر احادیث شمائلیہ کو بھی دو قسموں میں منقسم کیا ہے

(۱) وہ احادیث جن کا تعلق صفاتِ خَلقیہ سے ہے جیسے کان ابیض ملیحا مقصدا وغیرہ

(۲) وہ احادیثِ شمائلیہ جن کا تعلق صفات خُلقیہ سے ہے جیسے کان ابغض الخلق الیه الکذب وغیرہ

اولاً: صفاتِ خَلقیہ سے متعلق احادیث ذکر کی ہیں جو رقم ۶۴۷۰ سے شروع ہو کر ۶۴۹۹ پر ختم ہو جاتی ہیں، پھر صفاتِ خُلقیہ سے متعلق احادیث ذکر کی ہیں جو رقم ۶۵۰۰ سے شروع ہو کر ۷۱۸۸ پر ختم ہو جاتی ہیں، پھر صفات خُلقیہ ہی سے متعلق ایسی تین حدیثیں ذکر کی ہے جو کلمہ کان کے بعد الف مدہ سے شروع ہوتی ہیں، جیسے کان آخر کلامه الصلوة

(۳) وہ احادیث جو حرف نون سے شروع ہوتی ہے، ان کو بھی دو قسموں میں منقسم کیا ہے۔

(۱) قسم المناھی یعنی وہ احادیث جن کے شروع میں نُھی رسول اللہ ﷺ ہو۔

(۲) قسم غیر المناهی یعنی وہ احادیث جن کے شروع میں نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ ہو بلکہ نون سے شروع ہونے والا کوئی اور لفظ ہو جیسے نبدأ بما بدأ اللّٰه به

حرف نون سے شروع ہونے والی احادیث کی دونوں قسموں کو (المحلی بأل اور غیر محلی بأل) ذکر کرنے کے بعد باب المناهی کا عنوان قائم کیا ہے اور اس کے ماتحت قسم المناهی کو ذکر کیا ہے، جو رقم ۹۳۲۸ سے شروع ہو کر ۹۵۷۶ پر ختم ہوتی ہے۔

(۴) وہ احادیث جو حرف 'لا' سے شروع ہوتی ہیں، ان کو حرف الواو کی احادیث کے بعد ذکر کیا ہے، اپنی اصلی جگہ حرف اللام کے ماتحت ذکر نہیں کیا ہے۔ یہ احادیث ۹۶۹۴ سے شروع ہو کر ۹۹۸۷ پر ختم ہوتی ہیں، اس کے بعد حرف یاء سے شروع ہونے والی احادیث ذکر کی ہے۔

طریقۂ کتابت حدیث :

حضرت امام سیوطیؒ اولاً حدیث ذکر کرتے ہیں، اس کے بعد جن محدثین نے اس حدیث کی اپنی کتابوں میں تخریج کی ہے ان کی طرف مخصوص رموز میں (جن کا ذکر آئندہ سطور میں ہوگا) اشارہ کرتے ہیں، اس کے بعد راوی حدیثِ صحابیؓ کا نام ذکر کرتے ہیں پھر حدیث کا درجہ رموز سے متعین کرتے ہیں، حدیث صحیح کے لئے "صح" حسن کے لئے "ح" اور ضعیف کے لئے "ض" کا رمز استعمال کرتے ہیں۔

رموز :

جامع صغیر میں بھی چند کے علاوہ وہی رموز استعمال کئے ہیں جو جمع الجوامع میں استعمال کئے ہیں، وہ چند رموز حسب ذیل ہیں۔

(۱) ق : متفق علیہ یعنی بخاری ومسلم فی صحیحیھما جب کہ یہ رمز جمع الجوامع میں بیہقی کی سنن کبریٰ کے لئے استعمال کیا ہے۔

(۲) (۴) : سنن اربعہ یعنی ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ

(۳) ۳ : ابوداؤد، ترمذی اور نسائی

(۴) خد : الادب المفرد للبخاری

(۵) تخ : التاریخ الکبیر للبخاری

(۶) فر : مسند الفردوس للدیلمی

(۷) ھق : سنن کبریٰ بیہقی

نوٹ : دو نمبر سے سات نمبر تک کے رموز جمع الجوامع میں استعمال نہیں کئے گئے ہیں۔

(۸) ض : المختارۃ للضیاء المقدسی

(۹) ط : ابوداؤد للطیالسی

(۱۰) کر : تاریخ لابن عساکر

نوٹ : آٹھ سے دس نمبر کے رموز جامع صغیر میں استعمال نہیں کئے گئے ہیں بلکہ صرف جمع الجوامع میں استعمال کئے گئے ہیں، ان کے علاوہ باقی رموز وہی ہیں جو جمع الجوامع میں استعمال کئے گئے ہیں۔

نوٹ : جامع صغیر کے ساتھ ساتھ طالب علم کو علامہ مناویؒ کی فیض القدیر کی مراجعت کرنی چاہئے۔ اس لئے کہ علامہ مناوی کبھی کبھی امام سیوطیؒ کی تخریج پر استدراک اور کبھی امام سیوطیؒ کے ذکر کردہ حدیث کے حکم پر اعتراض کرتے ہیں۔ اس سے طالب علم کو حدیث کی تخریج اور حدیث پر حکم سے متعلق دو بڑے فائدے حاصل ہوتے ہیں۔

دوسری قسم : وہ کتابیں جن میں زبان زد (مشہور علی الالسنۃ) احادیث ذکر کی گئی ہیں، چونکہ عام طور پر ان میں احادیث اول لفظ حدیث کے اعتبار سے الف ب کی ترتیب پر مرتب ہوتی ہیں، اس لئے ان کتابوں کا ذکر یہاں مناسب ہے۔

زبان زد (مشہور علی الالسنۃ) سے وہ احادیث مراد ہیں جو لوگ عام طور پر بیان کرتے رہتے ہیں قطع نظر اس سے کہ وہ صحیح ہو، حسن ہو یا ضعیف ہو یا موضوع ہو لیکن زیادہ تر احادیث ان کتابوں میں

ضعیف یا موضوع قسم کی ہوتی ہیں، یہاں مشہور سے مراد محدثین کا اصطلاحی معنی مشہور نہیں ہے کہ جس حدیث کے روایت کرنے والے ہر طبقہ میں دو سے زائد ہوں۔

اس نوع کی ساری کتابیں غیر اصلیہ کی قبیل سے ہیں، چند اہم کتابیں مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) التذکرۃ فی الاحادیث المشتھرۃ مؤلف : بدرالدین ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ بن بہادر زرکشیؒ (م:۷۹۴)

(۲) اللآلی المنثورۃ فی الاحادیث المشتھرۃ مما الفہ الطبع و لیس لہ اصل فی الشرع مؤلف : حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م:۸۵۲)

(۳) المقاصد الحسنۃ فی بیان کثیر من الاحادیث المشتھرۃ علی الالسنۃ مؤلف : حافظ محمد بن عبد الرحمن سخاوی (م:۹۰۲)۔

اس کتاب میں مؤلف نے (۱۳۵۶) احادیث وسط سند سے ذکر کی ہے، نیز جس امام نے اس حدیث کی تخریج کی ہے اس کو بیان کرنے کے ساتھ ساتھ حدیث کا درجہ بھی بیان کیا ہے۔

(۴) الغماز علی اللماز مؤلف : ابوالحسن نورالدین علی بن عبداللہ بن احمد السمھودی (م:۹۱۱)

اس کتاب میں مؤلف نے مشہور احادیث ضعیفہ و موضوعہ کو بیان کیا ہے، احادیث کی تعداد ۳۵۱ ہیں۔

(۵) الدرر المنتثرۃ فی الاحادیث المشتھرۃ مؤلف : امام سیوطیؒ (م:۹۱۱)۔ یہ کتاب زرکشی کی سابق کتاب کی تلخیص ہے اور زرکشی کی کتاب پر کچھ اضافہ کیا ہے۔

(۶) تمییز الطیب من الخبیث فیما یدور علی السنۃ الناس من الحدیث مؤلف : امام عبدالرحمن بن علی المعروف بابن الدیبع (م:۹۴۴)

اس کتاب میں مؤلف نے علامہ سخاویؒ کی کتاب المقاصد الحسنہ کا اختصار کیا ہے۔ اس طرح کہ اسانید کے بعض رواۃ پر کئے گئے تفصیلی کلام کو حذف کردیا ہے۔ اصل کتاب کی ترتیب کو باقی

رکھتے ہوئے کچھ احادیث کا اپنی طرف سے اضافہ کیا ہے۔جس کے شروع میں لفظ قلت اور آخر میں واللہ اعلم ذکر کرتے ہیں،کل احادیث کی تعداد ۱۶۹۷ ہیں۔

(۷) الشذرۃ فی الاحادیث المشتہرۃ مؤلف : علامہ محمد بن علی طولون صالحیؒ۔(م:۹۵۳)

اس کتاب میں ۱۱۶۹ احادیث مذکور ہیں۔

(۸) تسہیل السبل الی کشف الالتباس عما دار من الاحادیث بین الناس مؤلف : محمد بن احمد خلیلی

(۹) اتقان ما یحسن من الاحادیث الدائرۃ علی الالسن مؤلف : نجم الدین محمد بن محمد الغزی(م:۱۰۶۱)

اس کتاب میں مؤلف نے زرکشی،سخاوی،سیوطیؒ کی مذکورہ کتابوں کی احادیث جمع کردی ہیں اور کچھ احادیث کا اضافہ بھی کیا ہے۔

(۱۰) کشف الخفاو مزیل الالباس عمااشتہر من الاحادیث علی السنۃ الناس مؤلف : اسماعیل بن محمد بن عبدالہادی العجلونی الدمشقی(م:۱۱۶۲)(اس کتاب کا تعارف آگے ذکر کیا جارہا ہے)

اس کتاب میں مؤلف نے ابن حجرؒ،سخاویؒ،ابن الدیبعؒ اور سیوطیؒ کی کتابوں کی تلخیص کی ہے اور کچھ اضافہ بھی کیا ہے،یہ کتاب اس باب میں سب سے بڑی کتاب مانی جاتی ہے،جس میں احادیث کی تعداد ۳۲۸۱ ہیں۔ اس کتاب کا تعارف چند سطور کے بعد آرہا ہے۔

(۱۱) اسنی المطالب فی احادیث مختلفۃ المراتب

مؤلف : شیخ محمد بن درویش الحوت البیروتی(م:۱۲۷۶)

یہ کتاب ابن الدیبع کی کتاب کا اختصار ہے اور کچھ احادیث کا اضافہ کیا گیا ہے۔

کشف الخفاء کا تعارف

رموز:

(۱) اللآلی - اللآلی المنثورہ فی الاحادیث المشتہرہ لابن حجر

(۲) اصل یا مقاصد - المقاصد الحسنة

(۳) التمییز - تمییز الطیب من الخبیث لابن الدیبع

(۴) الدرر - الدرر المنثرہ فی الاحادیث المشتہرہ للسیوطی

(۵) شیخان - بخاری و مسلم

(۶) بیہقی - شعب الایمان للبیہقی

(۷) الأربعة - ابو داؤد، سنن النسائی، ترمذی، ابن ماجه

(۸) سته - صحاح سته

(۹) النجم - اتقان ما یحسن لنجم الدین

(۱۰) قاری - ملا علی قاری (الاسرار المرفوعه)

(۱۱) صغانی - حسن بن محمد

مثال:

(إنما الأعمال بالنيات، وإنما لكل امرئ ما نوى، فمن كانت هجرته إلى الله ورسوله فهجرته إلى الله ورسوله، ومن كانت هجرته إلى دنيا يصيبها أو امرأة ينكحها فهجرته إلى ما هاجر إليه) رواه الشيخان عن عمر بن الخطاب، وكذا رواه غيرهما من أصحاب الكتب المعتمدة، حتى مالک، لكن في غير الموطأ، وقول ابن دحية إن مالكا رواه في موطأه، وهَمَهُ في ذلک المحدثون، لكن قال الحافظ السيوطي في شرحه الصغير على الموطأ أنه موجود في الموطأ من رواية محمد بن الحسن صاحب أبي حنيفة قال وبذلک يتبين صحةُ قول من عزا روايته إلى الموطأ ووهم من

خطأه في ذلك، انتهى فاعرفه۔

ورواه البخاري في صحيحه عن عمر في سبعة مواضع بألفاظ مختلفة بيناها وغيرها في الفيض الجاري بشرح صحيح البخاري، منها: إنما الأعمال بالنيات وإن لكل امرئ ما نوى، فمن كانت هجرته إلى الله ورسوله فهجرته إلى ما هاجر إليه ومن كانت هجرته إلى دنيا يصيبها أو امرأة ينكحها فهجرته إلى ما هاجر إليه۔

وهذه الرواية ليست في الصحيحين، بل خرجها ابن الجارود في المنتقى من طريق يحيىٰ بن سعيد، وقد رُوِىَ حديث إنما الأعمال بالنيات عن نحو سبعة عشر صحابيا لكنه لم يصح إلا من طريق عمر رضي الله عنه، فهو فرد غريب باعتبار أول سنده مشهور باعتبار آخره، قال الكرماني وغيره قال الحافظ لا تصح روايته عن النبي صلى الله عليه وسلم إلى من جهة عمر، ولا عن عمر إلا من جهة علقمة، ولا عن علقمة إلا من جهة محمد بن إبراهيم، ولا عن محمد إلا من جهة يحي بن سعيد وعنده انتشر، اذ رواه عنه أكثر من مائتي مسند فهو مشهور باعتبار آخره، غريب باعتبار أوله، لكنه مجمع على صحته انتهى وهو أحد الأحاديث الأربعة التي عليها مدار الدين، وقد نظمها طاهر بن مفوز الإشبيلي، وقيل الإمام الشافعي بقوله: عمدة الدين عندنا كلمات۔۔۔ أربع من كلام خير البرية۔

اتق الشبهات وازهد ودع ما۔۔۔ ليس يعنيك، واعملن بنيه

وقد أشبعنا الكلام عليه في الفيض الجاري فراجعه۔

۞ مذکورہ بالا دو قسموں کی کتابوں کے محاسن:

(۱) آسانی سے یہ بات معلوم ہو جاتی ہے کہ مطلوبہ حدیث کن کن کتابوں میں موجود ہے۔

(۲) ان کتابوں کے مؤلفین نے احادیث ذکر کرنے میں کسی معین کتابوں کو سامنے نہیں رکھا جیسا کہ معجم المفهرس کا حال ہے۔

(۳) مؤلفین کے نزدیک حدیث کا کیا درجہ ہے اس کا بھی علم ہو جاتا ہے۔

عیوب :

(۱) حدیث مطلوب کے اول لفظ میں ادنی سے اختلاف کی وجہ سے حدیث کا تلاش کرنا دشوار ہو جاتا ہے۔ جیسے حدیث اذا کان الماء قلتین لم یحمل الخبث کو جامع صغیر میں تلاش کیا جائیگا تو نہیں مل سکتی ہے، کیونکہ یہ حدیث اس میں اذا بلغ الماء۔۔۔ کے الفاظ سے مذکور ہے۔ اس لئے طالب علم پر ضروری ہے کہ کسی حدیث کا اول لفظ معلوم ہو اور وہ حدیث مذکورہ کتابوں میں نہ ملے تو ایسا نہ سمجھے کہ یہ حدیث مذکورہ کتابوں میں نہیں ہے بلکہ ہوسکتا ہے کہ دوسرے کسی لفظ سے شروع ہوتی ہو۔

(۲) ان کتابوں سے کسی ایک موضوع کی احادیث تلاش کرنے کے لئے ایک ایک حدیث کو دیکھنا پڑتا ہے، جس کی وجہ سے بہت سا وقت ضائع ہوتا ہے۔

(۳) حدیث بیان کرنے کے بعد کتابوں کا حوالہ تو دیا ہے لیکن وہ حدیث حوالہ دی ہوئی کتابوں میں کہاں ہے، اس کا ذکر نہیں ہوتا، اس وجہ سے طالب علم کے لئے کتب محال الیھا میں تلاش کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔

تیسری قسم : موسوعات، مفاتیح اور فہارس

اس سے وہ کتابیں مراد ہیں جن میں مفہرس ایک یا چند کتابوں کی (چاہے وہ کتابیں موضوعاتِ فقہیہ پر مرتب ہوں یا اسانید صحابہؓ پر مرتب ہوں یا اسماء رجال یا علل حدیث سے متعلق ہوں) احادیث کے اطراف الف ب کی ترتیب پر مرتب کرے اور کتابوں کا حوالہ دے دے۔

چند اہم کتابیں حسب ذیل ہیں۔

(۱) موسوعۃ اطراف الحدیث

مؤلف : استاذ ابوھاجر محمد السعید بن بسیونی زغلول

اس کتاب میں مؤلف نے حدیث، سیرت، فقہ، علل، رجال، موضوعات وغیرہ سے متعلق ۱۵۰

کتابوں کے اطراف کو الف ب کی ترتیب پر مرتب کر دیا ہے اور ہر کتاب کے لئے الگ الگ رمز استعمال کیا ہے۔ جن کا ذکر جلد اول کے شروع میں کر دیا ہے، یہ ایک بہترین موسوعہ ہے جس سے تخریج حدیث کا کام بڑی سرعت و سہولت کے ساتھ ہو جاتا ہے، اس کتاب کے ساتھ ذیل علی الموسوعۃ کے نام سے ایک ذیل بھی ملحق ہے، جس میں مزید ۵۰ کتابوں کے اطراف کو لے لیا گیا ہے، اس طرح کل ۲۰۰ کے قریب کتابوں کی احادیث کا بڑا ذخیرہ اس کتاب میں جمع ہو گیا ہے۔

(۲) فہرس الفہارس :

مؤلف : ام عبداللہ العسلی اور محمد بن حمزہ

یہ کتاب عقائد سے متعلق ۲۰ کتابوں کی احادیث کے اطراف پر مشتمل ہے، احادیث قولیہ، احادیث امر و نہی اور 'کان' سے شروع ہونے والی احادیث کو الف ب کی ترتیب پر مرتب کیا ہے اور احادیث فعلیہ تقریریہ، احادیث قولیہ کے باب کو مستقل ابواب کے ماتحت ذکر کیا ہے۔

وہ کتابیں حسب ذیل ہیں:

(۱) الایمان۔ ابو عبید
(۲) العلم۔ ابو خیثمہ
(۳) الایمان۔ ابن ابی شیبہ
(۴) الرد علی الجھمیہ۔ دارمی
(۵) الرد علی المریسی۔ دارمی
(۶) الایمان۔ ابن مندہ
(۷) البدع۔ ابن وضاح
(۸) السنۃ۔ ابن ابی عاصم
(۹) السنۃ۔ محمد بن نصر
(۱۰) التوحید۔ ابن خزیمہ
(۱۱) الشریعۃ۔ آجری
(۱۲) الصفات۔ دارقطنی
(۱۳) النزول۔ دارقطنی
(۱۴) الرد علی الجھمیہ۔ ابن مندہ
(۱۵) اعتقاد اھل السنۃ۔ لالکائی
(۱۶) عقیدۃ السلف۔ صابونی
(۱۷) الاعتقاد۔ بیہقی
(۱۸) الاسماء والصفات۔ بیہقی

(۱۹) العلو۔ ذہبی　　　(۲۰) السنۃ۔ عبداللہ بن احمد بن حنبل

ان دو کے علاوہ اور بھی الگ الگ کتابوں کی احادیث کے اطراف کی فہرستیں محققین نے تیار کی ہیں، عام طور پر یہ فہارس کتاب کی آخری جلد کی شکل میں ساتھ ہی ملحق ہوتی ہیں۔

۞ محاسن :

(۱) حدیث مطلوب کن کن مصادر میں مذکور ہے اس کا علم آسانی سے ہو جاتا ہے۔

(۲) ان مصادر میں وہ حدیث کن کن مقامات پر مذکور ہے اس کا بھی علم ہو جاتا ہے، اس لئے کہ ان کتابوں کے مؤلفین صرف حوالہ ذکر نہیں کرتے بلکہ مواضع حدیث کی بھی تعیین کر دیتے ہیں۔

(۳) یہ کتابیں چند معین کتابوں کی احادیث پر مشتمل نہیں ہیں بلکہ بہت زیادہ کتابوں کو سامنے رکھ کر تیار کی گئی ہیں، جس کی وجہ سے حدیث مطلوب کے بہت سے مصادر پر طالب علم مطلع ہو جاتا ہے۔

(۴) اگر حدیث طویل ہوتی ہے تو اس کے الگ الگ اجزاء کر کے ہر جزء کو بھی الف ب کی ترتیب پر مرتب کیا گیا ہے جس کی وجہ سے اگر اول حدیث معلوم نہ ہو اور حدیث کا کوئی جزء معلوم ہو تب بھی طالب علم مطلوب حدیث تک رسائی حاصل کر سکتا ہے۔

۞ عیوب :

(۱) اول حدیث میں ادنیٰ سا اختلاف ہو جانے کی وجہ سے حدیثِ مطلوب تک رسائی حاصل کرنا دشوار ہو جاتا ہے۔

(۲) احادیث فعلیہ اکثر فہارس میں چھوڑ دی گئی ہیں، جس کی وجہ سے احادیث فعلیہ کو تلاش کرنے میں مشقت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

تیسرا طریقہ

حدیث کے راوی اعلیٰ (صحابیؓ) کے نام کے ذریعہ تخریج کرنا

راوی اعلیٰ سے مراد وہ راوی ہے جس کا نام سند میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے پہلے ہوتا ہے، اگر حدیث موصولاً ہوتی ہے، تو وہ راوی صحابیؓ ہوتے ہیں اور اگر حدیث مرسلاً ہوتی ہے تو وہ راوی تابعی ہوتے ہیں۔

بعض کتب حدیث کا طریقۂ تالیف یہ ہے کہ ان میں احادیث مسانید صحابہؓ پر مرتب ہوتی ہیں، اس لئے ان کتابوں سے حدیث کی تخریج کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ طالب علم کو راویٔ اعلیٰ کا نام معلوم ہو، اس کے بغیر حدیث کا ملنا دشوار ہو جاتا ہے۔

❁ ان کتابوں کی چار قسمیں ہیں۔

(۱) کتب المسانید (۲) کتب المعاجم (۳) کتب الاطراف (۴) صحابہؓ یا تابعین کے تراجم کی وہ کتابیں جن میں مترجم لہم کی بعض احادیث بھی بیان کی جاتی ہیں۔

کتب المسانید:

مسند سے مراد وہ کتابیں جن میں پہلے ایک صحابیؓ کی تمام روایات چاہے وہ جس موضوع سے متعلق ہو جمع کردی جاتی ہیں، پھر دوسرے صحابیؓ کی، اسی طرح ترتیب سے تمام صحابہؓ کی مرویات ذکر کی جاتی ہیں۔ اس ترتیب میں کبھی صحابہؓ کے ناموں کو الف ب کی ترتیب پر مرتب کیا جاتا ہے، کبھی مراتب صحابہؓ کو ملحوظ رکھا جاتا ہے اور کبھی سبقتِ اسلام کو مدنظر رکھا جاتا ہے۔

چند اہم کتابیں:

(۱) المسند مؤلف : ابوداؤد سلیمان بن داؤد بن الجارود البصری الطیالسی (م: ۲۰۴)

اس کتاب کو ابوداؤد طیالسی کے بعض شاگردوں نے مرتب کیا ہے، جس میں ۲۸۱ صحابہؓ کے

مسانید اور (۲۷۶۸) احادیث ذکر کی گئی ہیں۔ شیخ احمد بن عبدالرحمن البنا الساعاتی نے اس کتاب کی احادیث کو ابواب فقہیہ کی ترتیب پر مرتب کردیا ہے، جس کا نام منحة المعبود فی ترتیب مسند الطیالسی ابی داؤد رکھا ہے۔

(۲) المسند مؤلف : ابوبکر عبداللہ بن زبیر الحمیدی (م:۲۱۹)

اس کتاب میں ۱۸۰ صحابہؓ کے مسانید کے ماتحت (۱۳۰۰) احادیث ذکر کی گئی ہیں، یہ کتاب شیخ حبیب الرحمن الاعظمیؒ کی تحقیق کے ساتھ شائع ہوئی ہے۔

(۳) المسند مؤلف : امام احمد بن محمد بن حنبل الشیبانی البغدادی (م:۲۴۱)

اس کتاب میں ۱۰۵۶ صحابہؓ وصحابیاتؓ کے مسانید کے ماتحت تقریباً (۲۷۱۰۰) احادیث ذکر کی گئی ہیں، نیز اس کتاب میں امام احمد کے صاحبزادے عبداللہ بن احمد کے زیادات بھی شامل ہیں، اسی طرح عبداللہ سے روایت کرنے والے ابوبکر احمد بن جعفر القطیعی کے زیادات بھی ہیں۔

<u>نوٹ:</u> اگر اس کتاب میں حدیث کے شروع میں حدثنی عبداللّٰہ حدثنی ابی ہو تو وہ حدیث مسند احمد کی شمار کی جائیگی اور تخریج میں اخرجه احمد فی مسنده لکھا جائیگا، اور سند "ابی" کے بعد سے لی جائیگی اور اگر حدیث کے شروع میں حدثنی عبداللّٰہ ہو اس کے بعد حدثنی ابی نہ ہو تو وہ حدیث زیاداتِ عبداللہ کی شمار کی جائیگی اور تخریج میں اخرجه عبداللّٰہ فی زیاداته علی مسند ابیه لکھا جائیگا اور عبداللہ کے بعد سے سند لی جائیگی اور اگر حدیث کے شروع میں نہ حدثنی عبداللّٰہ اور نہ حدثنی ابی ہو تو وہ حدیث زیادات القطیعی کی شمار کی جائیگی اور تخریج میں اخرجه القطیعی فی زیاداته علی مسند احمد لکھا جائیگا۔

اس کتاب کو شیخ احمد بن عبدالرحمن البنا الساعاتی نے ابواب فقہیہ کی ترتیب پر مرتب کردیا ہے، جس کا نام "الفتح الربانی لترتیب مسند الامام احمد بن حنبل الشیبانی" رکھا ہے۔

(۴) المسند المعلل الموسوم البحر الزخار فی مسند البزار مؤلف : ابوبکر احمد بن عمرو البزار (م: ۲۹۲)

(۵) المسند : مؤلف ابو یعلی احمد بن علی مثنی (م: ۳۰۷)

(٦) جامع المسانید والسنن والهادی لاقوم السنن : مؤلف اسماعیل بن عمر المعروف بابن کثیر (م: ۷۷۴)

اس کتاب میں کتب ستہ، مسند احمد، مسند بزار، مسند ابی یعلی، معجم کبیر کی احادیث کو مسانید صحابہؓ کی ترتیب پر مرتب کر دیا ہے، اسی طرح اپنی طرف سے بھی کچھ احادیث کا اضافہ کیا ہے۔

(۷) جمع الجوامع مؤلف : امام سیوطیؒ (م: ۹۱۱)

یہ کتاب احادیث فعلیہ کے اعتبار سے مسانید صحابہؓ پر مرتب ہے، باقی احادیث قولیہ کو اول متنِ حدیث کے اعتبار سے مرتب کیا ہے، جس کا مفصل ذکر طریقۂ ثانیہ کے ماتحت ہو چکا ہے۔

بعض مسانید ایسی بھی ہیں جن میں صرف کسی ایک ہی صحابیؓ کی روایات ذکر کی گئی ہیں، جیسے مسند ابی بکر الصدیقؓ، مسند عمر بن الخطابؓ، مسند عبداللہ بن عمرؓ، مسند سعد بن ابی وقاصؓ، مسند عبداللہ بن ابی اوفی، مسند اسامہ بن زیدؓ وغیرہ

(۲) کتب المعاجم:

معاجم سے مراد وہ کتابیں ہیں جن میں احادیث اسماء صحابہؓ یا اسماء شیوخ یا اسماء بلدان کی ترتیب پر مرتب کی گئی ہوں، عام طور پر ان کے اسماء ذکر کرنے میں الف ب کی ترتیب کو ملحوظ رکھا جاتا ہے اگر احادیث اسماء صحابہ کی ترتیب پر ہوں تو ایسی کتابوں کو مسانید کہا جاتا ہے، البتہ مسانید جس کا اوپر ذکر ہوا، ان میں اسماء صحابہؓ کے ذکر کرنے میں کوئی معین طریقہ نہیں ہوتا بلکہ کبھی مراتبِ صحابہؓ کو ملحوظ رکھا جاتا ہے، کبھی سبقتِ اسلام کو ملحوظ رکھا جاتا ہے، جب کہ معاجم میں اسماء صحابہؓ کو الف ب کی ترتیب پر مرتب کیا جاتا ہے۔ یہاں معاجم سے مسانید ہی کا معنی مراد ہے، اور وہ معاجم جن میں احادیث اسماء شیوخ کی ترتیب پر مرتب ہوئی ہیں جیسے معجم اوسط، معجم صغیر وغیرہ ان کا ذکر ان شاء اللہ چھٹے طریقہ میں ہوگا۔ اس طرح کی چند کتابیں ہیں ان میں سے صرف ایک کا ذکر کیا جاتا ہے۔

المعجم الکبیر

مؤلف : ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی (م:۳۶۰)

کہا جاتا ہے کہ مؤلف نے ساٹھ ہزار احادیث ذکر کی تھیں۔ کتب معاجم میں سب سے بڑی یہی کتاب ہے۔ سب سے پہلے خلفاء راشدینؓ کی احادیث ترتیب سے ذکر کی ہے، پھر بقیہ عشرۂ مبشرہؓ کی احادیث پھر مابقیہ صحابہؓ کو الف ب کی ترتیب پر مرتب کرکے ان کی احادیث ذکر کی ہے۔ ہاں! حضرت ابوھریرہؓ کی احادیث کو مستقل کتاب میں ذکر کیا ہے، لیکن یہ کتاب مفقود ہوگئی۔ فی الحال اس کا کوئی پتہ نہیں ہے۔ اسی طرح جزء ۱۵۔۱۶ اور ۱۳، ۱۴ اور ۲۱ کا بعض حصہ مفقود ہے، احادیث کی کل تعداد تقریباً ۲۲۲۶۰ اور احادیث طوال جو آخری جلد میں ہیں ان کی تعداد ۶۲ ہیں۔

(۳) کتب الاطراف:

اطراف یہ طرف کی جمع ہے۔ محدثین کی اصطلاح میں طرف الحدیث حدیث کے اس جزء کو کہتے ہیں، جس سے حدیث کے مابقیہ حصہ پر دلالت ہوتی ہو چاہے وہ حدیث ہی کا جزء ہو وغیرہ جیسے بنی الاسلام علی خمس یا ایسا لفظ ہو جس سے مضمونِ حدیث کی طرف اشارہ ہو جیسے حدیث جبرئیل یا حدیث نغیر

کتب الاطراف سے وہ کتابیں مراد ہیں جن کے مؤلفین نے ایک یا چند کتابوں کی احادیث کے ایسے اطراف ذکر کئے ہوں جو مابقیہ حدیث کے حصہ پر دلالت کریں۔ یہ اطراف اسماء صحابہؓ یا اسماء تابعین کی ترتیب پر مرتب ہوتے ہیں۔ اس طور پر کہ پہلے حضرت ابوبکرؓ کی وہ تمام احادیث جو پیش نظر کتابوں میں ہوں ایک جگہ ان کے اطراف مع اسانید یا بعض اسانید کے ذکر کردیئے جاتے ہیں، پھر حضرت عمرؓ کی احادیث کے اطراف، اسی طرح تمام صحابہؓ کی احادیث کے اطراف، پھر اگر راوی اعلیٰ تابعی ہو تو تابعین کی مرسل روایات کے اطراف اسی ترتیب پر مرتب کئے جاتے ہیں۔

چند اہم کتابیں

(۱) اطراف الکتب السنۃ مؤلف: ابوالفضل محمد بن طاہر المقدسی (م:۵۰۷)

اس کتاب میں بخاری، مسلم، ابوداود، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ کے اطراف ذکر کئے گئے ہیں۔

(۲) الاشراف علی معرفۃ الاطراف مؤلف: ابوالقاسم علی ابن الحسن المعروف بابن عساکر الدمشقی (م:۵۷۱)

اس کتاب میں ابوداود، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ کے اطراف ذکر کئے گئے ہیں۔

(۳) تحفۃ الاشراف بمعرفۃ الاطراف مؤلف: ابوالحجاج جمال الدین یوسف بن عبدالرحمن الدمشقی المزی (م:۷۴۲) اس کتاب کا مفصل تعارف ان شاء اللہ آئندہ صفحات میں ہوگا۔

(۴) اتحاف المھرۃ الخیرۃ باطراف المسانید العشرۃ مؤلف: شھاب الدین احمد بن ابی بکر بن اسماعیل البوصیری (م:۸۴۰)

اس کتاب میں مؤلف نے مسند ابوداؤد طیالسی، مسند حمیدی، مسند مسدد، مسند محمد بن یحیی العدنی، مسند اسحاق بن راھویہ، مسند ابوبکر بن ابی شیبہ، مسند احمد بن منیع، مسند عبد بن حمید، مسند الحارث بن محمد بن اسامہ اور مسند ابویعلی الموصلی کے اطراف جمع کردیئے ہیں۔

(۵) اتحاف المھرۃ باطراف العشرۃ مؤلف: حافظ ابن حجر عسقلانی (احمد بن علی بن حجر) (م: ۸۵۲) اس کتاب کا مفصل تعارف آئندہ صفحات میں ہوگا۔

(۶) ذخائر المواریث فی الدلالۃ علی مواضع الحدیث مؤلف: عبدالغنی بن اسماعیل بن عبدالغنی الدمشقی النابلسی (م:۱۱۴۳)

اس کتاب میں مؤلف نے صحاح ستہ اور مؤطا امام مالکؒ کے اطراف جمع کردیئے ہیں، یہ کتاب امام مزی کی تحفہ کا اختصار ہے۔ اس میں صحاح ستہ کے ملحقات کے اطراف نہیں لئے گئے ہیں، نیز مکمل اسانید بھی ذکر نہیں کی ہے، بلکہ صرف شیخ کے ذکر کرنے پر اکتفا کیا گیا ہے۔

۞ تعارف: تحفۃ الاشراف بمعرفۃ الاطراف

مؤلف :ابوالحجاج یوسف بن عبدالرحمن بن یوسف المزی الدمشقی (م:۷۴۲)

۞ حقیقت :اس کتاب میں صحاح ستہ اور ملحقات صحاح ستہ (مؤلفین صحاح ستہ کی دیگر کتب حدیث) کے اطراف کو جمع کر دیا گیا ہے۔

صحاح ستہ : (۱) صحیح بخاری (۲) صحیح مسلم (۳) سنن ابوداؤد (۴) جامع ترمذی (۵) سنن نسائی (۶) سنن ابن ماجہ

ملحقات صحاح ستہ : (۱) تعلیقات صحیح بخاری (۲) مقدمہ صحیح بخاری (۳) مراسیل ابوداؤد (۴) شمائل ترمذی (۵) العلل الصغیر للترمذی (۶) السنن الکبری للنسائی (۷) عمل الیوم واللیلۃ للنسائی (۸) خصائص علیؓ

اس طرح یہ کتاب چودہ کتابوں کے اطراف احادیث پر مشتمل ہے۔۹۸۶ صحابہؓ اور ۴۰۵ تابعین کی مکررات کے ساتھ ۱۹۶۲۶ احادیث اس کتاب میں مذکور ہیں،جن میں سے ۱۸۳۸۹ مسند اور ۱۲۳۷ مرسل روایات ہیں۔

امام مزیؒ نے اس کتاب کو مرتب کرتے وقت تین کتابوں کو پیش نظر رکھا تھا۔

(۱) اطراف الصحیحین۔ابومسعود الدمشقی (م:۴۰۱)

(۲) اطراف الصحیحین۔ابومحمد الواسطی (م:۴۰۱)

(۳) الاشراف علی معرفۃ الاطراف۔ابن عساکر (م:۵۷۱)

مؤلف نے ان تینوں کتابوں کو جمع کر دیا ہے اور جن اوہام واغلاط پر مطلع ہوئے ان کی اصلاح کی۔نیز جو احادیث چھوٹ گئی تھیں ان کا اضافہ کیا،ان احادیث کو رمز 'ز' سے ممتاز کیا اور ابن عساکر پر جو استدراک کیا تھا ان کو حرف 'ک' کے رمز سے ممتاز کیا۔

اسماء صحابہؓ اور اسماء تابعین ذکر کرنے کی ترتیب :

اسماء صحابہ، اسماء تابعین اور اسماء تبع تابعین کو حروف تہجی کی ترتیب پر مرتب کیا ہے، پھر کنی کو ذکر کیا ہے جیسے ابواسید، ابوذر، ابوھریرہ وغیرہ، پھر منسوب الی الآباء والاجداد کو ذکر کیا ہے جیسے ابن ابزی، ابن الحضرمی وغیرہ، پھر مبہمات کو ان سے روایت کرنے والوں کی ترتیب پر جیسے اسماعیل ابن ابراھیم عن رجل من بنی سلیم پھر ان میں کنٰی کو ذکر کیا ہے جیسے ابوالبختری الطائی عن رجل، ابن سندر عن رجال منھم من اسلم، پھر نساء عن المبھمین کو ذکر کیا ہے جیسے اسماء بنت ابی بکر عن رجل پھر مبہم عن المبہم کو ذکر کیا ہے جیسے ایوب السختیانی عن شیخ من بنی قشیر عن عمہ پھر صحابیات کے مسانید کو حروف تہجی کی ترتیب پر ذکر کیا ہے، آخر میں تابعین کی روایات مرسلہ کو اسماء صحابہؓ کی ترتیب کے عین مطابق ذکر کیا ہے۔

صحابیؓ اور تابعی کی احادیث بیان کرنے کی ترتیب :

ہر صحابیؓ کے ترجمہ کے ماتحت اس صحابی کی ساری احادیث جو کتب ستہ اور ان کے ملحقات میں ہوتی ہیں، ذکر کرتے ہیں، ان احادیث کی ترتیب کا طریقہ یہ اختیار کیا ہے کہ سب سے پہلے اس حدیث کو ذکر کرتے ہیں جس کو مذکورہ کتابوں کے مؤلفین میں سے ہر ایک نے ذکر کیا ہو، مثلاً جس حدیث کو اصحاب صحاح ستہ نے روایت کیا ہے، اس حدیث کو اصحاب خمسہ کی روایت پر مقدم کرتے ہیں۔ اسی طرح جس کو اصحاب خمسہ نے روایت کیا ہوتا ہے، اس حدیث کو اصحاب اربعہ کی روایت پر مقدم کرتے ہیں، اس ترتیب میں اصحیت کی ترتیب کو ملحوظ رکھا ہے، جیسے پہلے بخاری پھر مسلم پھر ابوداؤد پھر ترمذی پھر نسائی پھر ابن ماجہ کی روایت ذکر کرتے ہیں۔

لیکن اگر وہ صحابیؓ ایسا ہو کہ ان سے روایت کرنے والے بکثرت ہوں تو پھر احادیث کو ان روایات کرنے والوں کے اعتبار سے مرتب کرتے ہیں لیکن ان روایت کرنے والوں کو بھی حروف ہجائیہ کی ترتیب کے مطابق ذکر کرتے ہیں، مثلاً حضرت ابوھریرہؓ ان کے تلامذہ بکثرت ہیں، ان کو مندرجہ ذیل ترتیب پر ذکر کیا ہے۔

سب سے پہلے حضرت ابوھریرہؓ کے ترجمہ میں ان سے روایت کرنے والوں میں سے ابراھیم بن اسماعیل کی روایات ذکر کی ہیں، پھر ابراھیم بن عبداللہ المدنی، پھر ابراھیم بن عبداللہ الزھری پھر اسحاق بن عبداللہ اس طرح ان کے تمام تلامذہ کی روایات ذکر کی ہیں، اگر صحابیؓ کے تلامذہ میں سے کسی کے شاگرد بکثرت ہوتے ہیں تو ان کے اسماء بھی حروف ہجائیہ کی ترتیب پر ذکر کرتے ہیں جیسے حضرت ابوھریرہؓ کے شاگرد ابوصالح ذکوان بن سمان کے تلامذہ بکثرت ہیں تو ان تلامذہ کی روایات کو حسب ذیل طریقہ پر ذکر کیا ہے، سب سے پہلے ذکوان کے شاگرد ابراھیم بن ابی میمونہ کی روایات ذکر کی ہیں، پھر بکیر بن عبداللہ بن الاشجع، پھر حبیب بن ابی ثابت اس طرح ان کے تمام تلامذہ کی روایات ذکر کی ہیں۔ اسی طرح اگر صحابی کے شاگرد (مثلاً ذکوان) کے شاگرد (مثلاً اعمش) کے شاگرد بکثرت ہوتے ہیں تو ان کو بھی حروف ہجائیہ کی ترتیب پر ذکر کرتے ہیں مثلاً حضرت ابوھریرہؓ کے شاگرد ذکوان کے شاگرد سلیمان اعمش ہیں، پھر ان کے شاگرد بکثرت ہیں تو ان کو اس طرح ذکر کیا ہے، سب سے پہلے ابراھیم بن طہمان کی روایات ذکر کی ہیں پھر اسباط بن محمد پھر اسماعیل بن زکریا پھر جابر بن نوح اس طرح تمام شاگردوں کی روایات ذکر کی ہیں۔ ان مذکورہ باتوں کی مزید وضاحت ان شاء اللہ "محقق کتاب کا کام" کے عنوان کے ماتحت ہوگی۔

۞ رموز : امام مزی نے جن کتابوں کا بکثرت استعمال کیا ہے ان کے چند رموز متعین کئے ہیں جو حسب ذیل ہیں۔

(۱) ع۔ کتب صحاح ستہ
(۲) خ۔ بخاری فی صحیحہ مسنداً
(۳) خت۔ بخاری فی صحیحہ معلقا
(۴) تم۔ ترمذی فی شمائلہ
(۵) س۔ نسائی فی سننہ المجتبی
(۶) سی۔ نسائی فی عمل الیوم واللیلۃ
(۷) م۔ مسلم فی صحیحہ
(۸) د۔ ابوداؤد فی سننہ
(۹) مد۔ ابوداؤد فی مراسیلہ
(۱۰) ت۔ ترمذی فی سننہ

(۱۱) ق۔ابن ماجه فی سننه (۱۲) ز۔زیادات المزی علی سابقیه

(۱۳) ک۔استدراکات المزی علی ابن عساکر

اور جن کتابوں کا استعمال بقلت ہوا ہے ان کتابوں کو ان کے ناموں کے ساتھ ذکر کیا ہے، جیسے م۔فی المقدمة، د۔فی المراسیل، ت۔فی العلل الصغیر، س۔فی الکبری، س۔فی خصائص علی رضی اللہ عنہ

محقق کتاب کا کام :

اس کتاب کی تحقیق کا کام شیخ عبدالصمد شرف الدین نے انجام دیا ہے، ان کی ایک خاص ترتیب ہے، جس کا جاننا ہر طالب علم کے لئے ضروری ہے۔

(۱) راوی کے نام سے پہلے ایک ستارہ (نجم) لگاتے ہیں۔اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ یہ راوی صحابیؓ سے روایت کرنے والا ہے، کبھی تو یہ راوی صحابیؓ ہوتے ہیں جیسے انس بن مالکؓ عن ابی کعبؓ، حضرت انسؓ صحابی ابی بن کعبؓ سے روایت کرتے ہیں، عام طور پر جس پر ایک ستارہ لگاتے ہیں وہ تابعی ہوتے ہیں۔

(۲) دو ستارے لگانا اس بات کی علامت ہوتی ہے کہ راوی تابعی سے روایت کرتے ہیں۔

(۳) تین ستارے لگانا اس بات کی علامت ہوتا ہے کہ راوی تبع تابعی سے روایت کرتا ہے۔

مثال : ابو هريره رضی اللہ عنہ

۞ ابراهیم بن اسماعیل

۞ ابراهیم بن عبدالله المدنی۔۔۔۔۔۔الی

۞ حمید بن عبدالرحمن۔ان کے نیچے ان سے روایت کرنے والوں کے نام شروع ہوتے ہیں۔

۞۞ سعد بن ابراهیم۔ مطلب یہ ہے کہ سعد حمید سے روایت کرتے ہیں اور حمید حضرت ابوهریرہؓ سے روایت کرتے ہیں۔

۞۞ صفوان بن سلیم ۞۞ محمد بن مسلم بن شہاب یہ دونوں بھی حمید سے روایت کرتے ہیں، جو حضرت ابوھریرہؓ سے روایت کرتے ہیں۔

۞۞ ابراھیم بن طھمان ان کے اوپر سلیمان اعمش ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ابراہیم، سلیمان سے اور سلیمان، ذکوان سے اور ذکوان، حضرت ابوھریرہؓ سے روایت کرتے ہیں۔ دیکھئے۔ تحفة الاشراف ۹/ ۵۱۷، ۵۱۸

(ب) احادیث، صحابہؓ، تابعینؒ کی ترقیم کی ہے۔

(ج) مصنف کتاب امام مزیؒ نے حدیث کا طرف ذکر کرنے کے بعد اصل کتاب کا رمز اور اس کے بعد عنوان جیسے صلاۃ، زکوۃ وغیرہ ذکر کیا تھا، لیکن محقق صاحب نے بین القوسین رقم الباب کا بھی اضافہ کر دیا جیسے (فی الخراج۔ ۳۶) یعنی اس حدیث کو امام ابوداؤد نے کتاب الخراج باب نمبر ۳۶ میں ذکر کیا ہے، کبھی کبھی بین القوسین دو نمبر ڈالتے ہیں، پہلا نمبر باب کا ہوتا ہے اور دوسرا حدیث کا نمبر ہوتا ہے جیسے فی المغازی ۱/ ۶۴ یعنی یہ حدیث امام مسلم نے کتاب المغازی کے باب نمبر ۶۴ میں پہلے نمبر پر ذکر کی ہے اور کبھی کبھی اسانید ذکر کرنے کے دوران اس طرح (ح ۱۵۷۳) کا اضافہ کرتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ یہ حدیث نفس کتاب میں ۱۵۷۳ پر بھی مذکور ہے۔

(د) محقق صاحب نے ہر جلد کے شروع میں اسماء صحابہؓ، اسماء تابعینؒ اور ان سے روایت کرنے والوں کی فہرست شامل کی ہے، جیسا کہ پہلے مثال کے ساتھ بیان کر دیا گیا۔

(ھ) امام مزیؒ نے عنوان الکتاب (صلوۃ، زکوۃ) لکھا تھا، محقق کتاب نے رقم الباب کا اضافہ کیا لیکن ابواب کے نام ذکر نہیں کئے تھے۔ جس کی وجہ سے تخریج حدیث میں دشواری پیش آتی تھی۔ اس دشواری کو دور کرنے کے لئے ہر کتاب کے عناوین اور ابواب کے ناموں کی ایک فہرست تیار کی۔ یہ فہرست آخری جلد کی شکل میں کتاب کے ساتھ ملحق ہے، جس کا نام "کشاف" رکھا ہے۔ اب رقم الباب سے کون سا باب مراد ہے۔ اس کا علم آسانی سے ہو جاتا ہے۔ خصوصا ہندوستانی نسخوں میں رقم الباب نہیں

ہوتا۔ اس فہرست کے تیار ہو جانے کے بعد ہندوستانی نسخوں میں بھی باب کو تلاش کرنا بہت آسان ہو گیا ہے۔

(ء) ہر جلد کی پشت پر اس جلد میں موجود مسانید صحابہؓ کی طرف اشارہ کر دیا ہے جسے مذکورہ ذیل طریقہ پر لکھ دیا ہے۔

(۱) ابیض۔انس۔ یعنی ابیض اور انس کے درمیان کے صحابہؓ کی روایات اس جلد میں ہیں۔

(۲) اهبان۔جودان (۳) حابس۔سعد (۴) سعد۔عبداللّٰه (۵) عبداللّٰه ابن عباس۔عبداللّٰه بن عمر (۶) عبداللّٰه ابن عمر۔عبداللّٰه بن مالک (۷) عبداللّٰه بن مسعود۔عمارة بن شبيه

(۸) عمر بن الحكم۔المهاجر بن قنفذ (۹) ناجيه۔ابوهريره (۱۰) ابوهريره

(۱۱) ابوهريره۔عائشه (۱۲) عائشه۔نسيبه (۱۳) هند۔يسره والكنى والمبهمات

۞ یہ کتاب سب سے پہلے الدار القیمہ بمبئی سے شیخ عبدالصمد شرف الدین کی تحقیق کے ساتھ چھپی۔اس کے بعد دمشق سے چھپی۔ اس کتاب میں ہر صفحہ کے نیچے والے حصہ میں "النكت الظراف على الاطراف" کا اضافہ ہے، جو حافظ ابن حجرؒ کی تصنیف ہے۔جس میں انہوں نے امام مزی سے فوت شدہ احادیث کا اضافہ کیا ہے اور ساتھ ساتھ امام مزیؒ سے سرزد ہونے والے بعض اوہام کی اصلاح کی ہے، نیز الفاظ حدیث کے ذکر کرنے میں امام مزیؒ سے جو غلطیاں ہوئی تھیں اس پر تنبیہ کی ہے۔اس لئے طالب علم کے لئے ضروری ہے کہ تحفۃ الاشراف کے ساتھ ساتھ النکت الظراف کو بھی سامنے رکھے۔

۞ دو مثالیں تحفۃ الاشراف سے ذکر کی جا رہی ہیں۔

قلیل الروایت صحابی کی مثال:

۱۹۔امية بن مخشي ابى عبدالله الخزاعي عن النبي ﷺ

۱۶۴۔ د، س حدیث : كان النبي ﷺ جالساً، ورجل يأكل، فلم يسم۔۔۔ الحديث د، في الاطعمة (۱۶: ۴) عن مؤمل بن الفضل الحراني، عن عيسى بن يونس، عن جابر بن صبح، عن

المثنى بن عبد الرحمن الخزاعي، عن عمه امية به، س في الوليمة (في الكبرى) عن عمرو بن علي، عن يحيى بن سعيد، عن جابر بن صبح، قال: حدثني مثنى بن عبدالرحمن الخزاعي، قال: حدثني جدي امية بن مخشي۔ وكان من اصحاب النبي ﷺ بنحوه،

وضاحت :

۞ (۱۹) : تحفۃ الاشراف میں مذکور صحابہ کے مسلسل نمبروں میں سے ایک ہے، یعنی امیہ بن مخشیؓ کی احادیث (۱۹) نمبر پر ذکر کی گئی ہیں۔

۞ (۱۶۴) : تحفۃ الاشراف میں موجود احادیث کے مسلسل نمبروں میں سے ایک نمبر ہے گویا یہ حدیث ۱۶۴ نمبر پر ذکر کی گئی ہے۔

۞ د، س : اس سے اجمالی تخریج کی طرف اشارہ ہے، یعنی یہ حدیث ابوداؤد اور نسائی میں ہے، ان دو کے علاوہ دیگر کتابوں میں یہ حدیث نہیں پائی جاتی ہے۔

پھر حدیث کا اتنا حصہ ذکر کیا گیا ہے جس سے حدیث کے باقی حصہ پر دلالت ہوتی ہے، اس کے بعد لگائے گئے تین نقطے (...) اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ حدیث کا مابقیہ حصہ بھی ہے، جو بیان ذکر نہیں کیا گیا ہے۔

پھر بالتفصیل حدیث کی تخریج کو بیان کیا۔

۞ (د فی الاطعمۃ (۱۶:۴) :

اس کا مطلب یہ ہے کہ امام ابوداؤد نے اس حدیث کو اپنی سنن کے کتاب الاطعمہ میں باب نمبر ۱۶ر میں چوتھے نمبر پر ذکر کیا ہے، پھر مکمل سند مؤلف سے لے کر صاحب ترجمہ امیہ تک ذکر کی۔

به : کلمۂ به کا مطلب یہ ہے کہ یہ حدیث سنن ابوداؤد میں بلفظہ ہے۔

۞ س فی الولیمۃ (فی الکبری) :

یعنی امام نسائی نے اس حدیث کو اپنی سنن کبری کے کتاب الولیمہ میں ذکر کی ہے، پھر مکمل سند

عمرو بن علی سے صاحبِ ترجمہ امیہ تک ذکر کی۔

بنحوہ:

یعنی حدیث بلفظہ نہیں ہے، بلکہ الفاظ کے کچھ فرق کے ساتھ نسائی میں مذکور ہے۔

ب۔ کثیر الروایت صحابی کی مثال:

من احادیث ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ:

★★محمد بن مسلم بن شھاب الزھری، عن سعید بن المسیب، عن ابی ھریرۃ

★★★ابراھیم بن سعید، عن الزھری، عن سعید بن المسیب، عن ابی ھریرۃ

۱۰۱۳۱ حدیث: سئل النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ای العمل افضل؟ قال "ایمان باللہ" قیل: ثم ماذا؟ قال: "جھاد فی سبیل اللہ" قیل: ثم ماذا؟ قال: "ثم حج مبرور"۔ خ فی الایمان (۸۸) عن احمد بن یونس۔ وموسی بن اسماعیل۔ وفی الحج (۴: ۱) عن عبدالعزیز بن عبداللہ۔ م فی الایمان (۳۵: ۱) عن منصور بن ابی مزاحم۔ ومحمد بن جعفر بن زیاد الورکانی۔ س فیہ (الایمان ۱: ۱) مختصر عن عمرو بن علی، عن عبدالرحمن بن مھدی۔ ستتھم عنہ بہ

وضاحت:

★★ دو ستاریں اس بات کی علامت ہوتی ہے، ان ستاروں کے بعد ذکر کیا گیا راوی ایسے آدمی سے روایت کرتا ہے جس نے صحابی سے حدیث روایت کی ہے یعنی یہاں راوی تبع تابعی ہے، محمد بن مسلم بن شھاب عن سعید عن ابی ھریرۃؓ۔

★★★ تین ستارے اس بات کی علامت ہے، ان ستاروں کے بعد کا راوی روایت کرنے والا ہے، ایسے راوی سے جس نے ایسے راوی سے نقل کیا ہے جس نے کسی صحابی سے نقل کیا ہے، گویا وہ راوی اتباع تبع تابعی میں سے ہے اور وہ راوی یہاں ابراہیم بن سعد ہے، جو زہری سے اور زہری سعید بن المسیب سے اور سعید حضرت ابوھریرۃؓ سے نقل کرتے ہیں۔

۞ ۱۳۱۰۱ یہ تحفۃ الاشراف میں مذکور احادیث کا مسلسل نمبر ہے۔

۞ خ م س : اجمالی تخریج یعنی اس حدیث کو بخاری، مسلم اور نسائی میں ذکر کیا گیا ہے۔

۞ تفصیلی تخریج :

خ فی الایمان (۸۸) عن احمد بن یونس و موسیٰ بن اسماعیل

یعنی یہ حدیث بخاری شریف کے کتاب الایمان میں ۸۸ نمبر کے باب میں امام بخاری نے احمد بن یونس اور موسیٰ بن اسماعیل سے روایت کیا ہے۔

۞ وفی الحج (۴:۱) عن عبدالعزیز بن عبداللہ

یعنی بخاری شریف کے کتاب الحج میں باب نمبر ۴ رکی یہ پہلی حدیث ہے، جس کو امام بخاری نے اپنے شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ سے روایت کیا ہے۔

۞ م فی الایمان (۳۵:۱) عن منصور بن ابی مزاحم و محمد بن جعفر بن زیاد الورکانی

یعنی مسلم شریف کے کتاب الایمان کے باب نمبر ۳۵ کی یہ پہلی حدیث ہے، جس کو امام مسلم نے منصور بن ابی مزاحم اور محمد بن جعفر سے روایت کیا ہے۔

۞ س فی الایمان (۱:۱) عن عمرو بن علی عن عبدالرحمٰن بن مہدی

یعنی امام نسائی نے اپنی سنن کے کتاب الایمان کے پہلے باب میں پہلی حدیث کے طور پر اس کو عمرو بن علی عن عبدالرحمٰن کے طریق سے روایت کیا ہے۔

۞ ستھم:

یعنی احمد بن یونس، موسیٰ بن اسماعیل، عبدالعزیز بن عبداللہ، منصور بن ابی مزاحم، محمد بن جعفر بن زیاد الورکانی اور عبدالرحمٰن بن مہدی۔

۞ عنہ:

یعنی صاحب ترجمہ ابراہیم بن سعد سے اور انہوں نے زھری سے اور زہری نے سعید بن المسیب سے اور سعید نے حضرت ابوھریرۃ سے اور حضرت ابوھریرۃ نے آپ ﷺ سے

اس حدیث کو روایت کیا ہے۔

بہ:

یعنی یہ حدیث ان کتابوں میں بلفظہ مذکور ہے۔

تحفة الاشراف کے ذریعہ تخریج کرنے کا طریقہ :

(۱) حدیث مطلوب کے روایت کرنے والے صحابیؓ کا نام معلوم کرے۔

(۲) پھر یہ معلوم کرلے کہ وہ صحابیؓ قلیل الروایۃ ہے یا کثیر الروایۃ اس کا علم ہر جلد میں لگی فہرست دیکھنے سے بخوبی ہوسکتا ہے۔

(۳) اگر وہ صحابیؓ قلیل الروایت ہوتو ان صفحات کو دیکھے جن میں اس صحابیؓ کی مرویات مذکور ہیں۔

(۴) اگر وہ صحابیؓ کثیر الروایۃ ہو جیسے حضرت انسؓ، حضرت ابوہریرہؓ وغیرہ تو اس بات کا جاننا بھی ضروری ہے کہ حدیث مطلوب کو اس صحابیؓ سے روایت کرنے والا کون ہے؟ اس بات کا علم ہوجانے کے بعد اس صحابیؓ کا ترجمہ نکال کر ان سے روایت کرنے والوں میں حدیث مطلوب کے راوی عنہ کی مرویات کو دیکھے، اگر صحابی سے روایت کرنے والے کے تلامذہ بکثرت ہوں تو حدیث مطلوب کو روایت کرنے والے کا نام بھی معلوم ہونا چاہئے۔

(۵) پھر جن کتابوں کا حوالہ دیا گیا ہو ان کتابوں کی طرف مراجعت کرے۔

(۶) اب آخری دو جلدوں کی شکل میں اطراف کی فہرست تیار کردی گئی ہے اس لئے اگر صحابی کا نام معلوم نہ ہو بلکہ صرف حدیث کا طرف معلوم ہو تب بھی آدمی حدیث مطلوب تک رسائی حاصل کرسکتا ہے۔

اتحاف المهرة باطراف العشرة کا تعارف :

مؤلف : ابوالفضل احمد بن علی بن حجر العسقلانی المصری (م:۸۵۲)

حقیقت : اس کتاب میں مؤلف نے کل دس کتابوں کی احادیث کے اطراف مع اسانید ذکر کئے ہیں اور طریقہ وہی اختیار کیا ہے جو امام مزی نے تحفۃ الاشراف میں اختیار کیا ہے۔ وہ دس کتابیں مع رموز کے حسب ذیل ہیں۔

(۱) سنن الدارمی (می) (۲) صحیح ابن خزیمة (خز) (۳) المنتقی لابن الجارود (جا) (۴) مسند ابی عوانه (عه) (۵) صحیح ابن حبان (حب) (۶) المستدرک للحاکم (کم) (۷) سنن الدارقطنی (قط) (۸) شرح معانی الاثار طحاوی (طح) (۹) موطا مالک (صرح باسمه) (۱۰) مسند الشافعی (صرح باسمه) (۱۱) مسند احمد (صرح باسمه)

یہ کل گیارہ کتابیں ہوئی، تفصیل میں ایک بڑھ گئی چونکہ صحیح ابن خزیمہ کے نصف ثانی کے اطراف چھوٹ گئے اس کے انجبار کے لئے سنن دارقطنی کو ملا لیا۔

مثال تخریج الحدیث ص ۱۱۴ پر سے نقل کی جارہی ہے۔

من مسند ابی بن کعب رضی اللہ عنہ، جاء فی الکتاب

قیس بن عباد عن ابی

حدیث (کونوا فی الصف الذی یلینی)

خز فی (الامامة) حدثنا محمد بن عمر بن علی بن عطاء بن مقدم، ثنا یوسف بن یعقوب السدوسی، ثنا التیمی، عن ابی مجلز، عن قیس بن عباد، قال: بینما انا فی المسجد، فی الصف المقدم، قائم اصلی، فجبذنی رجل من خلفی جبذة، فنحانی وقام مقامی۔۔۔۔ الحدیث۔ طح (فیه) عن بکار، وابن مرزوق، قالا: ثنا وهب بن جریر، عن شعبة، عن ابی حمزة، عن ایاس بن قتادة، عن قیس بن عباد، قال: قال لی ابی، فذکر المتن دون القصة۔ حب فی (الصلاة) وفی

(السادس عشر من الرابع) اخبرنا ابن خزيمة به، كم في (الصلاة) حدثنا على بن عيسى الحيرى، ثنا الحسين بن محمد القبانى، ثنا محمد بن عمر بن على، به۔ وفى (المناقب) انا ابو النضر الفقيه، ثنا عثمان بن سعيد الدارمى، ثنا الحسن بن بشر، ثنا الحكم بن عبد الملك، عن قتادة، عن قيس بن عباد، بمعناه، رواه احمد عن سليمان بن داؤد ومحمد بن جعفر ووهب بن جرير كلهم عن شعبة به۔

چوتھی قسم : وہ تراجمِ صحابہ کی کتابیں جن کے مؤلفین نے مترجم لہم صحابہ کی بعض مرویات ذکر کرنے کا التزام کیا ہو۔ اس نوع کی چند کتابیں حسب ذیل ہیں۔

(۱) الطبقات الکبری از ابوعبداللہ محمد بن سعد البغدادی (م:۲۳۰)

(۲) حلیۃ الاولیاء از ابونعیم احمد بن عبداللہ الاصبھانی (م:۴۳۰)

(۳) تاریخ بغداد از احمد بن علی بن ثابت الخطیب البغدادی (م:۴۶۳)

(۴) تاریخ دمشق از ابن عساکر ابوالقاسم الدمشقی (م:۵۷۱)

ان تمام کتابوں میں احادیث ان کے مؤلفین کی اسانید سے ذکر کی گئی ہیں اور مترجم لہم کے اسماء حروف ہجائیہ کی ترتیب پر ذکر کیے گئے ہیں، سوائے طبقات ابن سعد کہ وہ طبقات کی ترتیب پر مرتب ہے، لیکن بعض متاخرین نے ان کتابوں میں مذکور احادیث اور مترجم لہم کے اسماء کی فہرست حروف ہجائیہ کی ترتیب پر تیار کی ہے، جس سے احادیث اور مترجم لہم کے اسماء تک بآسانی رسائی حاصل ہوسکتی ہے۔

۞ مذکورہ کتابوں کے محاسن :

(۱) مسانید اور معاجم الصحابہ کی وجہ سے ایک صحابی کی تمام مرویات یکجا بآسانی دستیاب ہوجاتی ہیں۔

(۲) مسانید صحابہ میں مسند احمد بن حنبل، مسند ابویعلی موصلی، المعجم الکبیر جیسی کتابیں احادیث کے ایک بہت بڑے ذخیرہ پر مشتمل ہیں۔

(۳) کتب الاطراف کی وجہ سے حدیث کی مختلف اسانید جو مختلف کتابوں میں ہوتی ہیں ایک ساتھ سامنے آجاتی ہیں، جس کے نتیجہ میں ان کتابوں میں مذکور اسانید کے اعتبار سے حدیث کا غریب، عزیز یا مشہور ہونا بآسانی معلوم ہو جاتا ہے۔

(۴) کتب الاطراف کی وجہ سے طالب علم کو بآسانی یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ حدیث مطلوب کی کن کن ائمہ نے تخریج کی ہے اور وہ حدیث ان کی کتابوں میں کن کن جگہوں میں ذکر کی گئی ہے۔

(۵) کتب الاطراف کی وجہ سے صحابی کی روایات کی تعداد معلوم ہو جاتی ہے، آخر الذکر دونوں محاسن خاص ان کتابوں کے اعتبار سے ہیں، جن کتابوں کو سامنے رکھ کر کتب الاطراف کو مرتب کیا گیا ہو۔

۞ عیوب :

(۱) اگر راوی اعلیٰ صحابیؓ یا تابعی کا نام معلوم نہ ہو تو، طالب علم حدیث مطلوب تک رسائی حاصل نہیں کر سکتا ہے۔

نوٹ : لیکن اب احادیث کے اطراف کی فہرستیں تیار ہو چکی ہیں، اس لئے اس عیب کا انجبار ہو جاتا ہے۔

(۲) حدیث مطلوب کے شواہد طالب علم کو معلوم نہیں ہو سکتے ہیں۔

نوٹ : لیکن اب احادیث کے اطراف اور ان احادیث کو روایت کرنے والے صحابہؓ کی فہرستیں تیار ہو چکی ہیں، اس لئے اس عیب کا بھی انجبار ہو جاتا ہے۔

(۳) مسانید، معاجم اور کتب تراجم کے مؤلفین نے تمام صحابہؓ کی تمام مرویات ذکر کرنے کا التزام نہیں کیا ہے۔

(۴) اگر صحابیؓ مکثرین فی الحدیث میں سے ہو تو حدیث مطلوب کے تلاش کرنے میں بہت سا وقت صرف ہو جاتا ہے، لیکن یہ اس وقت ہے جب اطراف کی فہارس جلد کے آخر میں ملحق نہ ہو۔

(۵) کتب الاطراف میں حدیث بلفظہ اور مکمل ذکر نہیں کی جاتی، جس کی وجہ سے اطراف کی فہارس ہونے کے باوجود دشواری ہو جاتی ہے۔

تخریج کا چوتھا طریقہ

حدیث کے موضوع کو دیکھ کر تخریج کرنا

موضوعِ حدیث سے مراد وہ معنی یا حکم ہے جس پر حدیث مشتمل ہوتی ہے، جیسا کہ حدیث عقائد، صلوۃ، زکوۃ، صوم، نکاح، بیوع، اداب، اخلاق، سیر و مغازی، زھد، رقاق، فضائل و مناقب، تاریخ تفسیر وغیرہ موضوعات علمیہ اور ابواب فقہیہ میں سے کسی سے متعلق ہو، چونکہ بعض کتابیں موضوعات فقہیہ وعلمیہ کی ترتیب پر مرتب ہیں اس لئے اس طرح کی کتابوں سے حدیث کی تخریج کرنے کے لئے طالب علم پر ضروری ہے کہ وہ حدیث سے مناسب موضوع مستنبط کرلے، پھر اس موضوع سے متعلق ابواب کی طرف مراجعت کرلے، اس طریقہ سے وہ آدمی بھی حدیث کی تخریج کرسکتا ہے جسے الفاظِ حدیث بالکل یاد نہ ہوں بلکہ صرف معنی یاد ہو اسی طرح وہ آدمی بھی تخریج کرسکتا ہے جسے راوی اعلی صحابیؓ یا تابعی کا نام معلوم نہ ہو اس طریقہ سے تخریج کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ ایک موضوع سے متعلق بہت ساری روایات ایک جگہ اکٹھا مل جاتی ہیں، وہ کتابیں جو موضوعات علمیہ اور ابواب فقہیہ سے متعلق ہیں ان کی تین قسمیں ہیں۔

(۱) وہ کتابیں جو تمام ابواب دین پر مشتمل ہیں۔

(۲) وہ کتابیں جو اکثر ابواب دین پر مشتمل ہیں۔

(۳) وہ کتابیں جو ابواب دین میں کسی خاص باب سے متعلق ہیں۔

(۱) وہ کتابیں جو تمام ابواب دین پر مشتمل ہیں۔

وہ کتابیں جو تمام ابواب دین پر مشتمل ہیں ان کی چند قسمیں ہیں۔

(۱) جوامع : جوامع یہ جامع کی جمع ہے، اس کتاب کو کہتے ہیں جن میں عقائد، عبادات، معاملات، آداب، اخلاق، زہد، رقائق، فضائل، مناقب، شمائل، سیر، مغازی، تاریخ، تفسیر، امور آخرت

وغیرہ جیسے موضوع سے متعلق احادیث کو جمع کردیا گیا ہو، اس نوع کی تمام کتابیں کتب اصلیہ کی قبیل سے ہیں، چند اہم کتابیں حسب ذیل ہیں۔

(۱) الجامع ابوعروۃ معمر بن راشد البصری (م:۱۵۳)

(۲) الجامع ابوعبداللہ سفیان بن سعید بن مسروق الثوری (م:۱۶۱)

(۳) الجامع ابومحمد عبداللہ بن وھب المصری (م:۱۹۷)

(٤) الجامع ابومحمد سفیان بن عیینہ (م:۱۹۸)

(٥) الجامع المسند المختصر من امور رسول ﷺ وسننه وایامه۔ ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری (م:۲۵٦)

(٦) الجامع المسند الصحیح ابوالحسین مسلم بن حجاج (م:۲٦۱)

(۷) الجامع ابوعیسی محمد بن عیسی بن سورۃ الترمذی (م:۲۷۹)

(۸) الجامع ابوبکر احمد بن محمد الخلال الحنبلی (م:۳۱۱)

(۹) الجامع ابوبکر عبدالرزاق بن ھمام الصنعانی (م:۲۱۱)

(۱۰) الجامع فی السنن والآداب والمغازی والتاریخ ابومحمد عبداللہ بن ابی زید عبدالرحمن القیروانی (م:۳۸٦)

(۲) المستخرات علی الجوامع

مستخرج اس کتاب کو کہتے ہیں جس میں کسی دوسری کتاب کی احادیث کو اپنی ایسی سند سے روایت کیا گیا ہو جس میں مصنف کا واسطہ نہ آتا ہو، گویا مستخرِج اپنے مستخرج کے ذریعہ مصنف کتاب کی تائید کرتا ہے، چند کتابیں حسب ذیل ہیں۔

(۱) المستخرج علی البخاری اسماعیلی ابوبکر احمد بن ابراھیم بن اسماعیل (م:۳۷۱)

(۲) المستخرج علی مسلم ابوعوانہ یعقوب بن اسحاق النیسابوری (م:۳۱٦)

(۳) المستخرج علی الصحیحین ابونعیم احمد بن عبداللہ بن احمد الاصبہانی (م:۴۳۰)
(۴) المستخرج علی جامع الترمذی ابوعلی الحسن بن علی بن نصر الطوسی الخراسانی (م:۳۱۲)
(۵) المستخرج علی جامع الترمذی ابوبکر احمد بن علی ابن منجویہ الاصبہانی (م:۴۲۸)

(۳) المستدرک علی الجوامع

مستدرک اس کتاب کو کہتے ہیں، جس میں کسی دوسری کتاب کی ایسی فوت شدہ احادیث کو جمع کیا گیا ہو جو اُس کتاب کے شرائط کے مطابق ہوں گویا عمل استدراک کے ذریعہ مصنف کتاب پر ایک طرح سے اعتراض کیا جاتا ہے۔ چند کتابیں حسب ذیل ہیں۔

(۱) المستدرک علی الصحیحین ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ بن محمد بن حمدویہ المعروف بالحاکم النیسابوری (م:۴۰۵)

مصنف کتاب نے اپنی کتاب میں اپنی اسانید سے چار طرح کی روایات ذکر کی ہیں۔

(۱) ایسی احادیث صحیحہ جو شیخین یا ان دونوں میں کسی ایک کی شرط پر ہوں، لیکن شیخین یا ان دونوں میں سے کسی ایک نے ان احادیث کو ذکر نہ کیا ہوں، ایسی روایات کو ذکر کرنے کے بعد صحیح علی شرط الشیخین یا صحیح علی شرط البخاری یا صحیح علی شرط مسلم جیسے الفاظ تحریر کرتے ہیں۔

(۲) ایسی احادیث جو امام حاکم کے نزدیک صحیح ہیں، لیکن شیخین یا ان دونوں میں سے کسی کی شرط کے موافق نہ ہوں، ان روایات کو ذکر کرنے کے بعد صحیح الاسناد تحریر کرتے ہیں۔

(۳) وہ احادیث جو امام حاکم کے نزدیک صحیح نہیں ہوتی ان احادیث کے ضعف پر تنبیہ کرتے ہیں۔

(۴) وہ احادیث جن پر حکم لگانے سے امام حاکم نے سکوت اختیار کیا ہے۔

لیکن امام حاکم تصحیح احادیث کے سلسلہ میں علماء فن کے نزدیک متساہل ہیں۔ اس لئے ان کی تصحیح

قابل اعتماد نہیں۔ بدرالدین بن جماعہ فرماتے ہیں کہ درست بات یہ ہے کہ حاکم کی روایات کی تحقیق کے بعد ہی صحت وحسن وضعف کا مناسب حکم لگانا چاہئے۔ لیکن یہ تحقیق وجستجو کی مشکل ایک اعتبار سے دور ہوگئی ہے۔ اس لئے کہ امام ذہبیؒ نے مستدرک حاکم کی تلخیص کی ہے نیز احادیث پر حکم بھی لگایا ہے۔ بعض احادیث میں امام حاکم کی تصحیح کو برقرار رکھا ہے اور بعض احادیث کی تصحیح کے سلسلہ میں حاکم کی مخالفت کی ہے اور زبردست گرفت کی ہے اور بعض احادیث سے سکوت اختیار کیا ہے، اب یہ حصہ جن پر حاکم وذہبی دونوں نے سکوت اختیار کیا ہے تحقیق کا محتاج ہے۔ اسی وجہ سے طالب علم پر ضروری ہے کہ حاکم کے کلام کو نقل کرنے کے بعد امام ذہبی کی رائے بھی ذکر کردے۔

(۲) الالزامات: ابوالحسن علی بن عمر الدارقطنی (م:۳۸۵)

یہ مستدرک علی الصحیحین کے مانند ہے، اس کتاب میں ایسی احادیث ذکر کی گئی ہیں جو شیخین کی شرط پر تھیں لیکن شیخین نے اپنی کتاب میں ان کو ذکر نہیں کیا تھا، یہ کتاب ایک جلد میں مسانید کی ترتیب پر مرتب ہے جس میں ۷۰/احادیث ہیں۔

(۳) المستدرک علی الصحیحین: مؤلف: ابوذر عبد بن احمد محمد الھروی۔

یہ کتاب الزامات الدارقطنی پر مستخرج کی حیثیت رکھتی ہے۔

(٤) کتب الترتیب

اس سے مراد وہ کتابیں ہیں جو پہلے مسانید یا اوائل حدیث کی ترتیب پر ہوں لیکن بعد میں کوئی ان کتابوں کو ابواب فقہیہ کی ترتیب پر کردے۔ چونکہ ان کتابوں میں احادیث ابواب فقہیہ کی ترتیب پر ہوتی ہیں اس لئے ان کتابوں سے حدیث تخریج کرنے کا یہی طریقہ رابعہ ہے۔

چند اہم کتابیں حسب ذیل ہیں۔

(۱) الاحسان فی تقریب صحیح ابن حبان: مؤلف: علاؤ الدین ابوالحسن علی بن بلبان الفارسی (م:۷۳۹)

امام ابوحاتم محمد بن حبان بن احمد البستی نے "التقاسیم والانواع" کے نام سے ایک کتاب کی تالیف کی تھی لیکن احادیث کی ترتیب میں غیر مالوف طریقہ اختیار کیا تھا اولاً احادیث کو اوامر ،نواہی، اخبار، اباحات، افعال النبی صلی اللہ علیہ وسلم جیسی پانچ قسموں میں منقسم کیا تھا پھر ان پانچ قسموں کو مختلف اقسام میں تقسیم کیا تھا۔ اس غیر مالوف ترتیب کی وجہ سے حدیث کی تخریج میں دشواری کا سامنا کرنا پڑتا تھا اس دشواری کو سامنے رکھتے ہوئے ابوالحسن علی بن بلبان نے اس کتاب کو ابواب اور موضوعات فقہیہ کی ترتیب پر مرتب کردیا جس کی وجہ سے حدیث کی تخریج کا کام آسان ہوگیا۔ یہ کتاب "الاحسان فی تقریب صحیح ابن حبانؒ" کے نام سے اور شعیب الارناؤط کی تحقیق کے ساتھ شائع ہوچکی ہے۔

(۲) بدائع المنن فی جمع وترتیب مسند الشافعی والسنن : مؤلف : شیخ احمد بن عبدالرحمن البنا الساعاتی۔ (م:۱۳۷۸)

اس کتاب میں مؤلف نے مسند الشافعی اور سنن الشافعی کو جمع کرتے ہوئے ابواب اور موضوعات فقہیہ کی ترتیب پر کردیا۔ احادیث وآثار کی تعداد ۱۸۶۴ ہیں۔

(۳) فیض القدیر لترتیب وشرح الجامع الصغیر : مؤلف: محمد حسن ضیف اللہ۔

مؤلف نے امام سیوطی کی جامع صغیر کی احادیث ضعیفہ، منکرہ اور احادیث موضوعہ کو چھوڑ کر باقی احادیث کو ابواب اور موضوعات فقہیہ کی ترتیب پر مرتب کردیا ہے اور مختصر تعلیق بھی کی ہے۔

(۴) منحۃ المعبود بترتیب مسند الطیالسی أبی داؤد : مؤلف: شیخ احمد بن عبدالرحمن البنا الساعاتی۔ (م:۱۳۷۸)

اس کتاب میں مؤلف نے مسند ابوداؤد طیالسی کو ابواب فقہیہ کی ترتیب پر کردیا ہے۔ احادیث کی تعداد ۲۸۴۲ ہیں۔

(۵) الفتح الربانی لترتیب مسند الامام احمد بن حنبل الشیبانی : مؤلف: شیخ احمد بن عبدالرحمن البنا الساعاتی۔

امام احمد بن حنبل کی مشہور ومعروف کتاب مسند احمد بن حنبل کو ابواب فقہیہ کی ترتیب پر کردیا ہے۔ صفحہ کے بالائی حصہ میں الفتح الربانی اور نیچے والے حصہ میں اسانید مع درجۂ حدیث کے ذکر کی ہیں۔ احادیث کی درجہ بندی میں اکثر ہیثمی کی مجمع الزوائد پر اعتماد کیا ہے۔

مذکورہ بالا تمام کتابوں کا شمار کتب اصلیہ میں ہوتا ہے البتہ فیض القدیر کا شمار کتب غیر اصلیہ میں ہوتا ہے۔

(۵) کتب الجمع

وہ کتابیں ہیں جن میں ایک سے زائد کتابوں کی تمام احادیث یا منتخب احادیث کو جمع کردیا گیا ہو۔

چند اہم کتابیں حسب ذیل ہیں۔

(۱) الجمع بین الصحیحین مؤلف: ابوعبداللہ محمد بن ابی نصر فتوح الحمیدی الاندلسی القرطبی (م:۴۸۸)

(۲) الجمع بین الستة مؤلف: ابوالحسن رزین بن معاویہ السرقسطی الاندلسی۔ (م:۵۳۵)
کتب ستہ میں چھٹی کتاب کے طور پر مؤطا مالک کو لیا ہے نہ کہ ابن ماجہ کو لیا ہے۔

(۳) جامع الاصول من احادیث الرسول: ابوالسعادات المبارک بن محمد المعروف بابن الاثیر الجزری۔ (م:۶۰۶)

اس کتاب میں بھی صحاح ستہ کو جمع کردیا ہے اور چھٹی کتاب کے طور پر مؤطا مالک کو لیا ہے احادیث کی تعداد ۹۵۳۳ ہیں۔ ابواب کے عناوین حروف تہجی کی ترتیب پر ہیں۔

(۴) جمع الفوائد من جامع الأصول ومجمع الزوائد: مؤلف ابوعبداللہ محمد بن سلیمان المغربی۔ (م:۱۰۹۴)

اس کتاب میں مؤلف نے ابن اثیر کی جامع الاصول اور ہیثمی کی مجمع الزوائد کو جمع کردیا ہے۔ ساتھ ساتھ سنن ابن ماجہ اور سنن دارمی کی روایات کو بھی لے لیا ہے۔

(۵) کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال: مؤلف: علاء الدین علی بن حسام الدین المتقی الھندی برہان پوری۔(م:۹۵۷)

اس کتاب میں مؤلف نے امام سیوطیؒ کی جامع کبیر، جامع صغیر اور زیادات جامع صغیر کی احادیث کو جمع کر دیا ہے۔ احادیث کو ابواب کی ترتیب پر کر دیا ہے اور ابواب کو حروف تہجی کی ترتیب پر مرتب کیا ہے۔کل احادیث کی تعداد ۴۶۶۲۴ ہیں۔

(۶) مشکوۃ المصابیح: مؤلف: ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الخطیب العمری التبریزی۔ (م:۷۴۲)

مشکوۃ المصابیح دراصل مصابیح السنہ کی مکمل ومدون شکل ہے جس میں امام محی السنہ قامع البدعہ ابو محمد حسین بن مسعود الفراء البغوی نے کتب فقہ کے ابواب کی ترتیب پر اہم اور عظیم الشان احادیث کا ذخیرہ جمع کیا تھا، امام بغویؒ نے مصابیح کی ترتیب دو فصلوں پر قائم کی تھی، پہلی فصل میں انہوں نے شیخین یعنی بخاری ومسلم کی روایت کردہ احادیث کو نقل کیا تھا، جس کا نام "صحاح" رکھا تھا، اور دوسری فصل میں دیگر ائمہ ومحدثین مثلاً امام ابوداؤد وامام ترمذی سے مروی احادیث کو جمع کیا تھا، جس کا نام "حسان" رکھا تھا، نیز انہوں نے صرف احادیث کے نقل کرنے پر اکتفا کیا نہ تو کتابوں کے حوالے دئے تھے اور نہ راوی کے نام ذکر کئے تھے۔

لہٰذا آٹھویں صدی ہجری کے جلیل القدر عالم رفیع المرتبت محدث ولی اللہ ابوعبداللہ محمد بن عبد اللہ الخطیب تبریزیؒ نے اس کتاب کو ازسرنو ترتیب وتدوین کے لئے اختیار کیا۔آپ نے سب سے پہلے تو اس کتاب میں ایک تیسری فصل کا اضافہ کیا اور اس میں نہ صرف یہ کہ دوسرے ائمہ اور محدثین کی احادیث کو نقل کیا بلکہ خود شیخین یعنی بخاری ومسلم کی ان احادیث کا بھی اضافہ فرمایا جنہیں اصل کتاب مصابیح میں امام محی السنہ نے چھوڑ دیا تھا۔ دوسرے آپ نے ہر حدیث کے بعد اس کتاب یا محدث کا حوالہ دیا جن سے وہ حدیث نقل کی گئی تھی۔ تیسرے حدیث سے پہلے راوی کا نام ذکر کیا جن سے وہ

حدیث روایت کی گئی تھی۔امام بغویؒ نے اصل کتاب مصابیح السنہ میں (۴۴۳۴) احادیث نقل کی تھی بعد میں علامہ خطیب تبریزی نے (۱۵۱۱) احادیث کا اضافہ کیا، اس طرح مشکوۃ شریف کی تمام احادیث کی تعداد ۵۹۴۵ ہوئی۔

(۷) التاج الجامع الاصول فی احادیث الرسول ﷺ مؤلف : شیخ منصور علی ناصف۔

اس کتاب میں مؤلف نے ابن ماجہ کے علاوہ دیگر پانچ کتابوں کو جمع کردیا ہے، مذکورہ بالا تمام کتابیں یا شبہ اصلیہ ہیں یا غیر اصلیہ۔

(٦) کتب الزوائد

وہ کتابیں ہیں جن میں کسی کتاب کی صرف وہ احادیث جمع کردی جاتی ہیں جو کسی دوسری کتاب سے زائد ہیں، جیسے علامہ نورالدین ہیثمی کی مجمع الزوائد ومنبع الفوائد اس کتاب میں مسند احمد، مسند بزار، مسند ابی یعلی اور معاجم ثلاثہ طبرانی کی ان زائد احادیث کو یکجا کردیا گیا ہے، جو صحاح ستہ میں نہیں ہے۔چند اہم کتابیں حسب ذیل ہیں۔

(۱) اتحاف السادۃ المہرۃ الخیرۃ بزوائد المسانید العشرۃ علی الکتب الستۃ

مؤلف : شہاب الدین احمد بن محمد بن اسماعیل البوصیری ثم القاہری (م:۸۴۰)

مسانید عشرہ سے مراد مسند الطیالسی، مسند الحمیدی، مسند مسدد، مسند احمد بن منیع، مسند محمد بن یحیی المدنی، مسند اسحاق بن راھویہ، مسند ابی بکر بن ابی شیبہ، مسند عبد بن حمید، مسند الحارث بن محمد بن ابی اسامہ اور مسند ابی یعلی الموصلی ہے۔

(۲) المطالب العالیۃ بزوائد المسانید الثمانیۃ (علی الکتب الستۃ ومسند احمد)

مؤلف : ابوالفضل احمد بن علی بن محمد ابن حجر عسقلانیؒ المصری (م:۸۵۲)

مسانید ثمانیہ سے مراد مسند طیالسی، مسند الحمیدی، مسند مسدد، مسند محمد بن یحیی بن ابی عمرو العدنی، مسند ابی بکر بن ابی شیبہ، مسند احمد بن منیع، مسند عبد بن حمید، مسند الحارث بن محمد بن ابی اسامہ

یہ تو وہ مسانید ہیں جن کے تمام اجزاء پر حافظ صاحب مطلع ہوئے اور تمام اجزاء کو پیش نظر رکھا اور اسی وجہ سے کتاب کا نام زوائد المسانید الثمانیہ رکھا ورنہ کچھ ایسے مسانید ہیں جن میں بعض اجزاء پر حافظ صاحب مطلع ہوئے اور ان کے زوائد بھی اس کتاب میں ذکر کردیئے۔ وہ مسانیدِ ناقصہ یہ ہیں۔ مسند اسحاق بن راہویہ، مسند الحسن بن سفیان، مسند محمد بن ہاشم السدوسی، مسند محمد بن ھارون الرویانی، مسند الہیثم بن کلیب وغیرہ، یہ کتاب شیخ حبیب الرحمن اعظمیؒ کی تحقیق سے شائع ہوئی ہے، جس میں ۴۷۰۲ احادیث ہیں۔

(۳) غاية المقتصد فی مسند زوائداحمد (علی الستہ) مؤلف : ابوالحسن علی بن ابی بکر الھیثمی (م:۸۰۷)

(۴) کشف الاستار عن زوائدمسندالبزار (علی الستہ) ابوالحسن علی بن ابی بکرالھیثمی (م:۸۰۷)

(۵) زوائدمسندابی یعلی الموصلی (علی الستہ) ابوالحسن علی بن ابی بکرالھیثمی (م:۸۰۷)

(۶) البدرالمنیر فی زوائد المعجم الکبیر الطبرانی (علی الستہ) ابوالحسن علی بن ابی بکر الھیثمی (م:۸۰۷)

(۷) مجمع البحرین فی زوائدالمعجمین (الاوسط والصغیر للطبرانی (علی الستہ) ابوالحسن علی بن ابی بکرالھیثمی (م:۸۰۷)

(۸) مجمع الزوائدومنبع الفوائد : ابوالحسن علی بن ابی بکرالھیثمی (م:۸۰۷)

اس کتاب میں مؤلف نے مسند احمد، مسند بزار، مسند ابی یعلی الموصلی اور معاجم ثلاثہ کی ان زائد احادیث کو جمع کردیا ہے جو صحاح ستہ میں نہیں ہیں، اسانید کو حذف کردیا ہے، نیز احادیث پر باعتبار صحت، حسن اور ضعف کے کلام کیا ہے اور بعض رواۃ پر بھی باعتبار جرح وتعدیل کے کلام کیا ہے۔

(۹) موارد الظمآن الیٰ زوائد صحیح ابن حبان (علی الصحیحین) . ابوالحسن علی ابن ابی بکر الھیثمی (م:۸۰۷)

(۱۰)زوائد سنن الدار قطنی (علی الستہ) ابوالعدل قاسم بن قطلوبغاؒ (م:۸۷۹)

(۱۱)زوائد شعب الایمان البیہقی (علی الستہ) جلال الدین سیوطیؒ (م:۹۱۱)

(۱۲)زوائد نوادر الاصول للحکیم الترمذی۔ جلال الدین سیوطیؒ (م:۹۱۱)

یہ تمام کتابیں شبہ اصلیہ ہیں۔

(۷) شروحات : حدیث کی تخریج کے لئے شروحات کو بھی سامنے رکھنا چاہئے۔اس لئے کہ کبھی کبھی شارحین شرح کے دوران معنی کی تائید کے لئے احادیث کو مختلف اسانید کے ساتھ ذکر کر دیتے ہیں اور حدیث کا درجہ بھی بیان کر دیتے ہیں، جس سے حدیث مطلوب کا درجہ شارح کے نزدیک کیا ہے، اس کا علم ہو جاتا ہے۔شروحات حدیث مشہور و متداول ہیں، اس لئے اجمالاً ان کا ذکر کر دیا جاتا ہے۔

(۱)فتح الباری (۲)عمدۃ القاری (۳)ارشاد الساری (۴)شرح النووی

(۵)فتح الملہم لشرح صحیح مسلم (۶)عارضۃ الاحوذی شرح ترمذی

(۷)النفح الشذی شرح ترمذی (۸)تحفۃ الاحوذی شرح ترمذی

(۹)معارف السنن شرح ترمذی (۱۰)بلوغ الامانی من اسرار الفتح الربانی لترتیب مسند الامام احمد بن حنبل علیہ الرحمۃ

(۸)الموسوعات والمفاتیح الموضوعۃ:

یہ وہ کتابیں ہیں جن کے مؤلفین چند کتابوں سے ایک موضوع سے متعلق تمام احادیث ایک جگہ جمع کر دیں۔

(۱)(۱)موسوعۃ الحدیث النبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۔ دکتور عبدالملک بکر عبداللہ قاضی

مؤلف مذکور مختلف مصادر حدیث سے ایک ایک موضوع پر احادیث کی جمع و ترتیب میں کوشاں ہے، اب تک ابواللیث خیر آبادی کے قول کے مطابق تین موسوعات منظر عام پر آچکے ہیں۔

(۱) موسوعة الحديث النبوی ﷺ احاديث الزكوة

مؤلف نے اس کتاب میں زکوۃ سے متعلق ۲۵ کتابوں سے احادیث کو جمع کر دیا ہے۔

(۲) موسوعة الحديث النبوی ﷺ احاديث الصيام

مؤلف نے اس کتاب میں صوم سے متعلق ۷۶ کتابوں سے احادیث جمع کر دی ہیں۔

(۳) موسوعة الحديث النبوی ﷺ احاديث الحرمين الشريفين والاقصى المبارک

مؤلف نے اس کتاب میں حرمین شریفین اور اقصیٰ مبارک سے متعلق ۱۴۶ کتابوں سے احادیث جمع کر دی ہیں۔

موسوعہ کا یہ کام انتہائی مشکل کام ہے، ہم اللہ سے دعا گو ہیں اللہ تعالیٰ اس کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچا دیں۔ حدیث کے موضوع کے ذریعہ سے تخریج کے سلسلہ میں ایک مفید کتاب مفتاح کنوز السنۃ ہے، اس کی افادیت کے پیش نظر اس کا مفصل تعارف قارئین کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے۔

تعارف : مفتاح كنوز السنة

مؤلف : پروفیسر آرند جان ونسنک ہولنڈی (ArendJanHensinck) (م:۱۹۳۹ء)

مؤلف نے کتاب انگریزی میں لکھی تھی، استاذ محمد فؤاد عبد الباقی صاحب نے عربی زبان میں منتقل کیا ہے۔

اس کتاب میں کل چودہ کتابوں کے کلمات کو حدیث کے موضوع کے اعتبار سے مرتب کیا گیا ہے، ان کتابوں کی طرف رہنمائی کے لئے حسب ذیل رموز استعمال کئے گئے ہیں۔

(۱) صحیح البخاری (بخ) رمز کے بعد کا نمبر کتاب کا اور اس کے بعد باب کا نمبر ہوتا ہے۔

(۲) صحیح مسلم (مس) رمز کے بعد کا نمبر کتاب کا اور اس کے بعد حدیث کا نمبر ہوتا ہے۔

(۳) سنن ابوداؤد (بد) رمز کے بعد کا نمبر کتاب کا اور اس کے بعد باب کا نمبر ہوتا ہے۔

(۴) سنن الترمذی (ت) رمز کے بعد کا نمبر کتاب کا اور اس کے بعد باب کا نمبر ہوتا ہے۔
(۵) سنن النسائی (نس) رمز کے بعد کا نمبر کتاب کا اور اس کے بعد باب کا نمبر ہوتا ہے۔
(۶) سنن ابن ماجہ (جہ) رمز کے بعد کا نمبر کتاب کا اور اس کے بعد باب کا نمبر ہوتا ہے۔
(۷) سنن الدارمی (می) رمز کے بعد کا نمبر کتاب کا اور اس کے بعد باب کا نمبر ہوتا ہے۔
(۸) موطا مالک (ما) رمز کے بعد کا نمبر کتاب کا اور اس کے بعد حدیث کا نمبر ہوتا ہے۔
(۹) مسند احمد (حم) رمز کے بعد کا نمبر جزء کا اور اس کے بعد صفحہ کا نمبر ہوتا ہے۔
(۱۰) مسند الطیالسی (ط) رمز کے بعد کا نمبر حدیث کا نمبر ہوتا ہے۔
(۱۱) مسند زید بن علی (ز) رمز کے بعد کا نمبر حدیث کا نمبر ہوتا ہے۔
(۱۲) الطبقات الکبری لابن سعد (عد). رمز کے بعد کا نمبر قسم کا پھر جزء، پھر صفحہ کا نمبر ہوتا ہے۔
(۱۳) سیرۃ ابن ہشام (ہش) رمز کے بعد صفحہ کا نمبر ہوتا ہے۔
(۱۴) المغازی للواقدی (قد) رمز کے بعد صفحہ کا نمبر ہوتا ہے۔

۞ دیگر رموز اور ان کی مراد

(۱) ک ۔ کتاب (۲) ب ۔ باب (۳) ح ۔ حدیث
(۴) ج ۔ جزء (۵) ص ۔ صفحہ (۶) ق ۔ قسم (۸) مم م ۔ حدیث کا مکرر ہونا (۹) باب یا صفحہ کے نمبر پر لگا ہوا چھوٹا نمبر اس حدیث کے اتنی بار مکرر ہونے پر دلالت کرتا ہے۔

ترتیب : استاذ ونسنک نے ان چودہ کتابوں کی احادیث کو اولاً بڑے بڑے موضوعات کے ماتحت جمع کیا ہے، اور ان موضوعات کو حروف ہجائیہ کی ترتیب پر رکھا ہے جیسے صلاۃ حرف صاد میں، توبہ حرف تاء میں، پھر ان موضوعات سے متعلق مسائل کو مستقل فقرات میں ذکر کیا ہے، یہ موضوعات ان کے نزدیک مذکورہ ذیلی امور پر مشتمل ہیں۔

(۱) مسائل : توبہ، دعاء، زکوۃ، شہداء، صلاۃ، طہارۃ وغیرہ

(۲) اشخاص: ابوبکر، داود، عمر ابن الخطاب، عیسی، محمد وغیرہ

(۳) واقعات : احد، بدر، قیامت، صفین وغیرہ

(۴) اماکن : حجر اسود، دمشق، صراط، صفہ وغیرہ

ان موضوعات کو حروف ہجائیہ کی ترتیب پر ذکر کیا ہے، لیکن ترتیب میں اصل کلمہ کی ہیئت کا اعتبار کیا ہے، نہ کہ مادہ کا، اسی وجہ سے کلمہ "الاعمال" کو حرف الالف میں ذکر کیا ہے، نہ کہ حرف العین میں، کلمہ "توحید" کو حرف التاء میں ذکر کیا ہے، نہ کہ حرف الواؤ میں، کلمہ "الاقضیۃ" کو حرف الالف میں ذکر کیا ہے، نہ کہ حرف القاف میں، کلمہ "التسبیح" کو حرف التاء میں ذکر کیا ہے نہ کہ حرف السین میں اور "ابوبکر" کو حرف الالف میں ذکر کیا ہے نہ کہ حرف الباء میں اسی طرح معرف باللام لفظ میں 'ال' کا بھی اعتبار نہیں کرتے ہیں۔

مفتاح کنوز السنہ کے ذریعہ تخریج کا طریقہ :

اگر مفتاح کنوز السنہ کے ذریعہ حدیثِ انس ؓ تسحروا فان فی السحور برکۃ کی تخریج کرنا ہو تو مندرجہ ذیل باتوں پر عمل کرنا ہوگا۔

(۱) حدیث کے موضوع عام کا استنباط کرنا جیسے ہماری حدیث کا موضوع عام ''صوم'' ہے۔

(۲) موضوع خاص کا استنباط کرنا جیسے ہماری حدیث کا موضوع خاص "فضل السحور" ہے۔

(۳) پھر مفتاح میں موضوع عام کو تلاش کرنا پس ہم نے تلاش کیا تو موضوع عام صوم، ص ۳۱۴ پر مل گیا۔

(۴) اس موضوع عام کے ماتحت موضوع خاص کو تلاش کرنا، پس ہم نے تلاش کیا تو موضوع خاص فضل السحور، ص ۳۲۱ پر مل گیا۔

(۵) پھر وہاں سے حدیث کے حوالے اخذ کر کے اصل کتابوں کی طرف مراجعت کرنی چاہئے۔

(۲) وہ کتابیں جو اکثر ابواب دین پر مشتمل ہیں :

وہ کتابیں جو اکثر ابواب پر مشتمل ہیں ان کی چند قسمیں ہیں۔

(۱) السنن : سنن سے مراد وہ کتابیں ہیں جن میں فقہ اور احکام سے متعلق احادیث مرفوعہ ہوں، ان کتابوں میں موقوف اور مقطوع روایات نہیں ہوتی ہیں۔ چند اہم کتابیں :۔

(۱) السنن للشافعی : مؤلف امام شافعیؒ (م:۱۵۰)۔

اس کتاب کو امام ابو جعفر احمد بن محمد بن سلامہ الحنفی الطحاوی نے اپنے ماموں امام ابو ابراہیم اسماعیل بن یحیی المزنی سے سن کر جمع کیا ہے، اور امام مزنیؒ نے ان احادیث کو امام شافعیؒ سے سنا تھا۔

(۲) سنن دارمی : مؤلف : ابو محمد عبداللہ بن عبدالرحمن الدارمی (م:۲۵۵)

(۳) سنن ابن ماجہ : مؤلف: ابو عبداللہ محمد بن یزید بن ماجہ القزدینی (م:۲۷۳)

(۴) سنن ابی داؤد : مؤلف: امام ابو داؤد سلیمان بن الاشعث السجستانی (م:۲۷۵)

(۵) سنن نسائی (مجتبی) : مؤلف : امام ابو عبدالرحمن احمد بن شعیب النسائی (م:۳۰۳)

(۶) السنن الکبری : مؤلف : امام نسائی (م:۳۰۳)

(۷) السنن : مؤلف امام ابو محمد عبداللہ بن علی بن الجارود النیسابوری یہ کتاب المنتقی لابن الجارود کے نام سے مشہور ہے۔ (م:۳۰۷)

(۸) سنن دار قطنی : مؤلف امام ابوالحسن علی بن عمر الدار قطنی (م:۳۸۵)

بقول کتانی کے اس کتاب میں زیادہ تر روایتیں ضعیف و منکر بلکہ موضوع قسم کی ہے۔

(۹) السنن الصغری : مؤلف: امام بیہقی (م:۴۵۸)

(۱۰) معرفۃ السنن والآثار : مؤلف : امام بیہقی (م:۴۵۸)

(۱۱) شرح السنۃ مؤلف: امام ابو محمد الحسین بن مسعود الفراء البغوی (م:۵۱۶)

(۲) المصنفات:

مصنفات سے مراد وہ کتابیں ہیں جن میں اکثر فقہ اور احکام سے متعلق احادیث مرفوعہ، موقوفہ اور مقطوعہ ذکر کی گئی ہوں اور کبھی کبھی اقوال صحابہ، فتاوی تابعین واتباع تابعین بھی ذکر کردیئے جاتے ہیں۔ چند اہم کتابیں ہیں۔

(۱) المصنف: مؤلف ابوسلمہ حماد بن سلمہ البصری (م:۱۶۷)

(۲) المصنف: مؤلف ابوسفیان وکیع بن الجراح الکوفی (م:۱۹۶)

(۳) المصنف: مؤلف ابوبکر عبدالرزاق بن ہمام الصنعانی (م:۲۱۱)

(۴) المصنف: ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ الکوفی (م:۲۳۵)

(۵) المصنف: ابوعبدالرحمن بقی بن مخلد الاندلسی القرطبی (م:۲۷۶)

(۳) المؤطات:

مؤطات کے بھی معنی وہی ہے جو مصنفات کے معنی ہے۔

(۱) المؤطا: مؤلف ابن ابی ذئب محمد بن عبدالرحمن المدنی (م:۱۵۸)

یہ کتاب مؤطا مالک سے بھی بڑی ہے، اسی وجہ امام مالکؒ نے جب مؤطا کی تصنیف کی تو ان سے عرض کیا گیا کہ مؤطا ابن ابی ذئب کے ہوتے ہوئے نئی مؤطا کے تصنیف کا کیا فائدہ؟ تو امام مالکؒ نے جواب دیا کہ جو اللہ کے لئے ہوگی وہ باقی رہے گی، مؤطا ابن ابی ذئب اب مفقود ہے۔

(۲) المؤطا: مؤلف امام ابوعبداللہ مالک بن انس المدنیؒ (م:۱۷۹)

اس کتاب میں تقریباً (۱۸۴۳) احادیث ہیں، یہ کتاب مرتبہ میں مسلم کے بعد ہے، حافظ ابن عبدالبر فرماتے ہے کہ مؤطا کی تمام بلاغات، مراسیل، منقطع روایات موصولاً ثابت ہے، سوائے چار احادیث کے، لیکن حافظ ابن صلاحؒ نے ان چار کا موصولاً ہونا بھی ایک مستقل تالیف کے ذریعہ ثابت کیا ہے۔

(۳) المؤطا: مؤلف محمد بن الحسن الشیبانی (م:۱۸۹)

(۴) المؤطا: مؤلف ابومحمد عبداللہ بن محمد المعروف بعبدان المروزیؒ (م: ۲۹۳)

(٤) المستخرجات علی السنن:

مستخرج کی تعریف ماقبل میں گذر چکی ہے، جس طرح کتب الجوامع پر مستخرجات لکھے گئے، اس طرح سنن پر بھی مستخرجات لکھے گئے، البتہ مصنفات اور مؤطات پر مستخرجات نہیں لکھے گئے۔

(۱) المستخرج علی سنن ابی داؤد: مؤلف ابومحمد قاسم بن اصبغ الاندلسی القرطبی (م: ۳۴۰)

(۲) المستخرج علی سنن ابی داؤد: مؤلف ابوبکر احمد بن علیؒ ابن منجویہ الاصبہانی (م: ۴۲۸)

یہ مستخرجات اب عالم وجود میں موجود نہیں ہے۔

(٥) زوائد السنن والمصنفات

زوائد کی تعریف ماقبل میں گذر چکی ہے، جس طرح جوامع پر کتب زوائد لکھی گئیں اسی طرح سنن اور مصنفات پر بھی کتب زوائد لکھی گئیں۔

(۱) مصباح الزجاجة فی زوائد ابن ماجه (علی السته): مؤلف: شهاب الدین احمد بن ابی بکر البوصیری (م: ۸۴۰)

(۲) زوائد سنن الدارقطنی مؤلف ابوالعدل قاسم بن قطلوبغا المصری (م: ۸۷۹)

(۳) فوائد المنتقی لزوائد البیهقی فی سننه الکبری (علی السته): مؤلف: ابوالعباس احمد بن محمد البوصیری (م: ۸۴۰)

(۴) زوائد مصنف ابن ابی شیبه: مؤلف: دکتور حسین النقیب

(٦) المسانید المرتبة علی الابواب

مسند کی تعریف ماقبل میں گذر چکی ہے، چند مسانید کو بھی ابواب فقہیہ کی ترتیب پر کر دیا گیا ہے۔

(۱) المسند ابو حنیفة النعمان بن ثابت (م: ۱۵۰)

علامہ کتانی فرماتے ہیں کہ امام صاحب کے کل پندرہ مسانید تھے اور امام ابوالصبر الخلوتی کے

قول کے مطابق سترہ مسانید تھے، ان مسانید کی نسبت امام صاحب کی طرف اس لئے کی جاتی ہے کہ ان میں آپ سے منقول احادیث کو جمع کر دیا گیا ہے۔ فی نفسہ یہ آپ کی تالیف نہیں ہے۔ ابوالمؤید محمد بن محمود الخطیب الخوارزمی نے ان تمام مسانید کو ایک کتاب میں جمع کر دیا ہے اور اس کا نام 'جامع المسانید' رکھا ہے۔ احادیث کو ابواب فقہیہ کی ترتیب پر ذکر کیا ہے۔

(۲) مسند عبداللہ ابن مبارک : مؤلف : امام عبداللہ بن مبارک (م:۱۸۱)

اس کتاب میں ۲۸۹ احادیث ہیں۔

(۳) مسند امام شافعی علیہ الرحمۃ (م:۲۰۴) اس کتاب میں امام شافعیؒ سے منقول مرفوع و موقوف احادیث کو ابوعمرو محمد بن جعفر بن مطر النیساپوری نے جمع کر دیا ہے۔ احادیث کی تعداد مکررات کے ساتھ ۱۱۹۰ ہیں، بلاتکرار ۸۲۰ احادیث ہیں اور ۱۲۰ مرسل، منقطع اور معضل روایات ہیں۔

(۴) مسند ابو العباس السراج : مؤلف : ابوالعباس السراج محمد بن اسحاق النیسابوری (م:۳۱۳)

(۵) مسند ابی عوانہ : مؤلف یعقوب بن اسحاق الاسفرایینیؒ (م:۳۱۶)

(۶) مسند ابی سعید : مؤلف ابوسعید الھیثم بن کلیب الشافعیؒ (م:۳۳۵)

(۷) کتب الفقہ

کتب فقہ کی تعداد تو بہت زیادہ ہے، یہاں مقصود ان کتب فقہ کو بیان کرنا ہے جن میں احادیث بیان کی گئی ہیں۔

(۱) الأم مؤلف : امام محمد بن ادریس الشافعیؒ (م:۲۰۴)

(۲) المحلی بالاثار مؤلف : ابن حزم ابو محمد علی بن احمد بن سعید بن حزم اندلسی (م:۴۵۶)

(۳) الاحکام الکبری مؤلف : ابو محمد عبدالحق بن عبدالرحمن بن عبداللہ اشبیلی (م:۵۸۲)

(۴) المغنی مؤلف : ابو محمد عبداللہ بن احمد بن محمد بن قدامہ المقدسی حنبلی (م:۶۲۰)

(۵) المجموع شرح المهذب مؤلف: ابوزکریا محی الدین یحیی بن شرف الدین النووی الشافعی (م:۶۷۶)

(۶) المحرر في الحديث في بيان الاحكام الشريعة مؤلف: ابوعبداللہ محمد بن احمد بن عبدالھادی بن قدامہ المقدسی الحنبلی (م:۷۴۴)

(۷) طرح التثريب في شرح تقريب الاسانيد وترتيب المسانيد مؤلف: زین الدین عبدالرحیم بن الحسین العراقی (م:۸۰۶) وابنہ ابوزرعۃ ولی الدین احمد العراقی (م:۸۲۶)

(۸) بلوغ المرام من جمع ادلة الاحكام مؤلف: ابن حجر عسقلانی (م:۸۵۲) اس کتاب کی شرح امیر صنعانی (م:۱۱۸۲) نے کی ہے۔

(۹) نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار مؤلف: ابوعبداللہ محمد بن علی الشوکانی الصنعانی یمنی (م:۱۲۵۰)

(۱۰) عقود الجواهر المنيفة في ادلة مذهب الامام ابي حنيفة بما وافق فيه الائمة الستة او احدهم مؤلف: ابوالفیض محمد بن محمد بن عبدالرزاق الحسینی المعروف مرتضی الزبیدی بلگرامی (م:۱۲۰۵)

(۱۱) الروض الندية في شرح الدرر البهية في المسائل الفقهية
مؤلف: نواب صدیق حسن خان قنوجی (م:۱۳۰۷)

(۱۲) الحلال والحرام في الاسلام مؤلف: دکتور یوسف القرضاوی

(۸) کتب التخاریج علی کتب الفقه

یہ وہ کتابیں ہیں جن میں کسی فقہ کی کتاب میں مذکورہ احادیث کی تخریج کی گئی ہو۔
چند اہم کتابیں حسب ذیل ہیں۔

(۱) نصب الراية لتخريج احاديث الهداية مؤلف: ابومحمد جمال الدین عبداللہ بن

یوسف الزیلعی الحنفی (م:۷۶۲)

(۲) التلخیص الحبیر فی تخریج احادیث الرافعی الکبیر مؤلف: ابوالفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی الشافعی (م:۸۵۲)

(۳) ارواء الغلیل فی تخریج احادیث منار السبیل مؤلف: محمد ناصرالدین الالبانی (م:۱۴۲۰)

(۴) تخریج احادیث المدونۃ المرویۃ عن مالک مؤلف: الطاہر محمد دردیری

(۵) الکفایۃ فی معرفۃ احادیث الھدایۃ مؤلف: علاء الدین علی بن عثمان ابن الترکمانی الماردینی (م:۷۵۰)

(۶) تخریج احادیث الشرح الکبیر للرافعی علی وجیز الغزالی فی الفقہ الشافعی

مؤلف: عزالدین ابوعمر عبدالعزیز بن بدرالدین محمد بن ابراھیم بن جماعۃ (م:۷۶۷)

(۷) المغنی عن حمل الاسفار فی الاسفار فی تخریج مافی الاحیاء من الاخبار

مؤلف: زین الدین ابوالفضل عبدالرحیم بن الحسین العراقی (م:۸۰۶)

(۸) ھدایۃ الرواۃ الی تخریج احادیث المشکوۃ مؤلف: حافظ ابن حجر عسقلانی (م:۸۵۲)

(۹) الحاوی فی بیان آثار الطحاوی مؤلف: حافظ ابن حجر عسقلانی (م:۸۵۲)

(۱۰) تخریج احادیث الشفا بتعریف حقوق المصطفی للقاضی عیاض

مؤلف: زین الدین ابوالعدل قاسم بن قطلو بغا (م:۸۷۹)

(۱۱) فوائد القلائد فی تخریج احادیث شرح العقائد

مؤلف: ابوالحسن علی بن محمد القاری الھروی الحنفی (م:۲۵۴)

(۱۲) کشف النقاب عما یقولہ الترمذی وفی الباب مؤلف: دکتور محمد حبیب اللہ مختار

(۹) اکثر ابواب دین پر مشتمل کتابوں کی چند شروحات

(۱) معالم السنن شرح سنن ابی داؤد مؤلف: خطابی حمد بن محمد (م:۳۸۸)

(۲) عون المعبود فی شرح سنن ابی داؤد مؤلف: ابوالطیب محمد شمس الحق الدیانوی (م:۱۳۲۹)

(۳) بذل المجهود فی حل ابی داؤد مؤلف: شیخ خلیل احمد سہارنپوری (م:۱۳۴۶)

(۴) التمهید لما فی المؤطا من المعانی والاسانید مؤلف: ابوعمر یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبدالبر (م:۴۶۳)

(۵) الاستذکار فی شرح مذاهب علماء الامصار بما رسمه مالک فی موطئه من الرای والآثار مؤلف: ابن عبدالبر (م:۴۶۳)

(۶) شرح الزرقانی علی مؤطا امام مالک مؤلف: ابوعبداللہ محمد بن عبدالباقی بن یوسف الزرقانی (م:۱۱۲۲)

(۷) القبس فی شرح مؤطا مالک بن انس مؤلف: ابن العربی المالکی (م:۵۴۶)

(۸) تنویر الحوالک علی مؤطا مالک مؤلف: امام سیوطی (م:۹۱۱)

(۹) اوجز المسالک الی مؤطا مالک مؤلف: شیخ محمد زکریا کاندھلوی (م:۱۴۰۲)

مذکورہ بالا کتابوں سے حدیث تخریج کرنے کا طریقہ وہی ہے جو ماقبل میں مذکور ہوا۔

(۳) وہ کتابیں جن میں ابواب دین میں سے کسی خاص باب سے متعلق احادیث جمع کردی گئی ہوں۔

(۱) العقیدہ

(۱) الایمان۔ ابوعبیدہ (م:۲۲۴)

(۲) الایمان۔ ابن ابی شیبہ (م:۲۳۵)

(۳) التوحید۔ ابن خزیمہ (م:۳۱۱)

(۲) الفقہ

(۱) الاشربہ۔ امام احمد بن محمد بن حنبل (م:۲۴۱)

(۲) القراءۃ خلف الامام۔ امام بخاری (م:۲۵۶)

(۳) الصلاۃ۔ محمد بن نصر المروزی (م:۲۹۴)

(۴) الصیام۔ ابوبکر جعفر بن محمد الفریابی (م:۳۰۱)

(۳) اصول الفقہ

(۱) الرسالۃ۔ امام شافعی (م:۲۰۴) (۲) ناسخ الحدیث ومنسوخہ۔ ابن شاہین (م:۳۸۵) (۳) الاحکام فی اصول الاحکام۔ ابن حزم (م:۴۵۶)

(۴) الاعتبار فی الناسخ والمنسوخ فی الاحادیث والآثار۔ حازمی (م:۵۸۴)

(۵) اخبار اہل الرسوخ فی الفقہ والتحدیث بمقدار المنسوخ من الحدیث۔ ابن جوزی (م:۵۹۷) (۶) اقیسۃ النبی ﷺ۔ ابوالفرج عبدالرحمن بن عبدالوہاب الدمشقی (م:۶۳۴) (۷) الفقیہ والمتفقہ۔ خطیب (م:۴۶۳)

(٤) الترغیب والترہیب

(۱) الترغیب والترہیب۔ ابن شاہین عمر بن احمد البغدادی (م:۳۸۵)

(۲) الترغیب والترہیب۔ ابوالقاسم اسماعیل بن محمد بن الفضل التیمی الاصفہانی (م:۵۳۵) (۳) الترغیب والترہیب۔ ابومحمد عبدالعظیم بن عبدالقوی المنذری المصری (م:۶۵۶)

اس کتاب میں مؤلف نے مصادر اصلیہ سے ترغیب وترہیب کی احادیث جمع کر دی ہیں اور

اپنے خاص اسلوب (جس کی وضاحت کتاب کے مقدمہ میں کی گئی ہے) سے احادیث پر حکم لگایا ہے۔

(٥) الزهد والرقاق

(١) الزهد۔ امام عبداللہ بن مبارک (م:١٨١) (٢) الزهد۔ امام احمد بن حنبل (م:٢٤١)

(٣) الزهد۔ امام هناد بن السری (م:٢٤٣) (٤) الزهد۔ امام بیہقی (م:٤٥٨)

(٦) الآداب

(١) الادب المفرد۔ امام بخاری (م:٢٥٦) (٢) الآداب۔ امام بیہقی (م:٤٥٨)

(٣) الاحادیث المختارة فی الاخلاق والآداب۔ ابوالفضل عبداللہ بن محمد بن صدیق الادریسی

(٧) الاخلاق

(١) مکارم الاخلاق۔ ابن ابی الدنیا (م:٢٨١) (٢) مکارم الاخلاق۔ طبرانی (م:٣٦٠) (٣) مکارم الاخلاق۔ خرائطی (م:٣٢٧)

(٤) مساویٔ الاخلاق۔ خرائطی (م:(م:٣٢٧)

(٨) الشمائل النبویہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(١) الشمائل النبویہ۔ ترمذی (م:٢٧٩) (٢) اخلاق النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ ابوالشیخ (م:٣٦٩) (٣) خصائص النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ امام سیوطی (م:٩١١)

(٩) الفضائل

(١) فضائل القرآن۔ امام شافعی (م:٢٠٤) (٢) فضائل القرآن۔ ابوعبید (م:٢٢٤)

(٣) فضائل القرآن۔ ابن کثیر (م:٧٧٤) (٤) فضائل الصحابة۔ امام احمد (م:٢٤١)

(٥) فضائل الصحابة۔ امام نسائی (م:٣٠٣) (٦) فضائل الاوقات۔ امام بیہقی (م:٤٥٨)

(۱۰) الادعیة

(۱) الدعاء۔ طبرانی (م:۳۶۰) (۲) الدعوات الکبیر۔ بیہقی (م:۴۵۸)

(۱۱) المغازی والسیر

(۱) الجہاد۔ عبداللہ بن مبارک (م:۱۸۱) (۲) الجہاد۔ ابن عساکر (م:۵۷۱)

(۳) الجہاد۔ ابواسحاق الفزاری (م:۱۸۵)

(۱۲) الفتن والملاحم

(۱) الفتن والملاحم۔ نعیم بن حماد المروزی (م:۲۲۸)

(۲) الفتن والملاحم۔ ابن کثیر (م:۷۷۴)

(۱۳) الاجتماعیات

(۱) النکاح۔ ابوبکر جعفر بن محمد بن الحسن الفریابی (م:۳۰۱)

(۲) عشرة النساء۔ نسائی (م:۳۰۳) (۳) عشرة النساء۔ طبرانی (م:۳۶۰)

(۴) الافصاح عن الاحادیث النکاح۔ ابوالعباس احمد بن محمد بن علی بن حجر الھیتمی (م:۹۷۳)

(۱٤) الطب النبوی

(۱) الطب النبوی۔ ابونعیم الاصبہانی (م:۴۳۰) (۲) الطب النبوی۔ ابن السنی (م:۳۶۴)

(۳) الطب النبوی۔ ابن قیم الجوزیہ (م:۷۵۱) (۴) الطب النبوی۔ ابوعبداللہ محمد بن احمد الذھبی (م:۷۴۷)

اگر مذکورہ بالا موضوعات میں کسی موضوع پر حدیث مطلوب ہو تو ان کتابوں کی مراجعت کی جائے۔ اگر حدیث مطلوب مل جائے تو وہاں مذکور حوالوں کی مدد سے مصادر اصلیہ کی مراجعت کی جائے۔

۞ محاسن:

(۱) اگر مخرج کا حدیث سے موضوع کا استنباط مؤلفِ کتاب کے استنباط کے موافق ہوجاتا ہے، تو حدیث بآسانی مل جاتی ہے۔

(۲) ایک باب سے متعلق تمام احادیث یکجا مل جاتی ہیں، جس کی وجہ سے مختلف روایات ومختلف اسانید پر اطلاع حاصل ہوتی ہے۔

(۳) صحابہؓ میں سے حدیث مطلوب کو کن کن صحابہؓ نے روایت کیا ہے، اس کا علم ہوجاتا ہے، خاص طور پر ترمذی کے ذریعہ۔

(۴) مخرج کو حدیث سے مسائل مستنبط کرنے کا ملکہ حاصل ہوجاتا ہے۔

نوٹ: آج کل کمپیوٹر کے ذریعہ حدیث سرعت کے ساتھ مل جاتی ہے، لیکن یہ ملکہ حاصل نہیں ہو پاتا ہے۔

۞ عیوب:

(۱) اگر مخرج کا حدیث سے موضوع کا استنباط مؤلف کتاب کے استنباط کے مخالف ہوجاتا ہے یا صحیح موضوع مستنط نہیں کر پاتا تو مخرج شش وپنج میں مبتلا ہوجاتا ہے کہ حدیث مطلوب کتاب میں ہے بھی یا نہیں؟ حالانکہ وہ حدیث اس کتاب میں ہوتی ہے۔

(۲) ایک موضوع سے متعلق ساری روایات یکجا نہیں مل سکتی ہے، اس لئے کہ ان کتابوں کے مؤلفین نے تمام روایات کے ذکر کرنے کا التزام نہیں کیا ہے، نیز کبھی اس باب سے متعلق حدیث ان کے پاس ہوتی ہے، لیکن چونکہ ان کی شرط کے مطابق نہیں ہوتی اس لئے اس کو ذکر نہیں کرتے۔

(۳) کبھی آدمی انہی کتابوں پر اکتفاء کرلیتا ہے اور مسانید صحابہؓ اور معاجم صحابہؓ پر مرتب کتابوں سے صرف نظر کرلیتا ہے۔ حالانکہ ایسی کتابیں بھی احادیث کے ایک بڑے ذخیرہ پر مشتمل ہیں۔

تخریج کا پانچواں طریقہ

سند یا متن میں پائی جانے والی کسی صفت یا معنی کے ذریعہ تخریج کرنا۔

کبھی سند یا متن میں کوئی ایسی صفت پائی جاتی ہے، جو بغیر کسی غور وفکر کے سامنے آجاتی ہے۔
جیسے سند کا قدسی ہونا یا مسلسل ہونا یا سند میں کسی مبہم کا ہونا یا سند میں اصول حدیث سے متعلق کسی بات کا ہونا جیسے سند "عن ابیہ عن جدہ" کی قبیل سے ہو یا متن کے شروع میں لفظ مثل ہو یا قرآنی آیات میں سے کسی آیت کی تفسیر بیان کی گئی ہو۔

اور کبھی سند یا متن میں کوئی ایسی بات پائی جاتی ہے۔ جو غور وفکر کیے بغیر سامنے نہیں آتی ہے۔
جیسے سند کا مرسل ہونا یا متن کا مشہور ہونا یا متواتر ہونا یا سند یا متن کا معلول یا موضوع ہونا۔

علماء فن نے ہر دو قسم پر خاص طور سے کتابیں تالیف کی ہیں۔ جب طالب علم کو حدیث مطلوب میں مذکورہ بالا صفات میں سے کوئی صفت محسوس ہو تو انہی کتابوں کی طرف مراجعت کرنی چاہیے، جو خاص طور پر اس صفت کو سامنے رکھ کر تالیف کی گئی ہیں، وہاں طالب علم کو حدیث مطلوب بھی مل جائیگی اور ساتھ ساتھ وہ حدیث کن کن مصادر میں ہے اس کا بھی علم ہو جائیگا، جیسے حدیث مطلوب کے بارے میں معلوم ہو جائے کہ یہ حدیث قدسی ہے تو ان کتابوں کی طرف رجوع کرنا چاہیے، جن میں احادیث قدسیہ جمع کردی گئی ہوں۔

سند یا متن میں پائی جانے والی ظاہری یا مخفی صفات کے اعتبار سے کتابوں کو دو قسموں میں منقسم کیا جاتا ہے۔

پہلی قسم : وہ کتابیں جن میں سند یا حدیث میں پائی جانے والی ظاہری صفات کو سامنے رکھ کر احادیث کو جمع کردیا گیا ہو۔

اولاً سند سے متعلق کتابوں کو ذکر کیا جاتا ہے۔

(ا) احادیث قدسیہ سے متعلق کتابیں :

حدیث قدسی وہ ہے جس کو نبی اکرم ﷺ اپنے پروردگار سے نقل کریں۔

(۱) مشکوۃ الانوار فیما روی عن اللہ من الاخبار مؤلف: محی الدین ابوعبداللہ محمد بن علی محمد بن عربی الاندلسی (م:۶۳۸)

(۲) المقاصد السنیۃ فی الاحادیث الالہیۃ مؤلف: ابوالقاسم علی بن بلبان المقدسی (م:۷۳۹)

(۳) الاتحافات السنیۃ فی الاحادیث القدسیۃ مؤلف: تاج العارفین عبدالرؤف المناوی (م:۱۰۳۱)

(۴) الاتحافات السنیۃ فی الاحادیث القدسیۃ مؤلف: شیخ محمد بن محمود المدنی (م:۱۲۰۰)

اس کتاب میں ۸۶۳ احادیث کو بدون سند کے ذکر کیا ہے، نیز احادیث کو تین قسموں میں منقسم کیا ہے۔ (ا) وہ احادیث جو قال سے شروع ہوتی ہیں۔ (۲) وہ احادیث جو یقول سے شروع ہوتی ہیں۔ (۳) وہ احادیث جو مذکورہ دونوں الفاظ کے علاوہ سے شروع ہوتی ہیں۔ اس تیسری قسم والی احادیث کو حروف ہجائیہ کی ترتیب پر ذکر کیا ہے۔

(۵) الصحیح المسند من الاحادیث القدسیہ مؤلف: ابوعبداللہ مصطفی بن العدوی شلباہیہ

(۶) الاحادیث القدسیہ مؤلف : علماء کی ایک جماعت

اس کتاب میں کتب ستہ اور مؤطا مالک کی چارسو احادیث قدسیہ کو جمع کر دیا گیا ہے۔

(۷) الاحادیث القدسیۃ مؤلف: شیخ جمال محمد علی شقری

اس کتاب میں (۳۸۵) احادیث قدسیہ سنن اور مؤطا مالک سے مع اسانید کے ذکر کی گئی ہیں۔

(۲) احادیث مسلسلہ سے متعلق کتابیں :

حدیث مسلسل وہ ہے جس کو سلسلۂ سند کے تمام رواۃ ایک ہی صیغہ ولفظ کے ساتھ بیان کریں یا بیان کرتے وقت سب کی حالت قولیہ وفعلیہ ایک ہو یا صرف حالت قولیہ یا صرف حالت فعلیہ ایک ہو جیسے مسلسل بالتشبیک بالید، مسلسل بالمصافحۃ، مسلسل بالتبسم یا ہر راوی ابتدائے سند سے آخر تک حدثنا یا سمعت یا واللہ انی سمعت وغیرہ الفاظ کہے۔ چند اہم کتابیں۔۔۔۔

(۱) المسلسلات الکبری مؤلف: امام سیوطی (م: ۹۱۱)

(۲) المناھل السلسلة فی احادیث المسلسلة مؤلف: محمد عبدالباقی الایوبی (م: ۱۳۳۳)

(۳) الفضل المبین مؤلف: شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ (م: ۱۱۷٦)

(۳) مبہمات سے متعلق کتابیں :

مبہم وہ ہے جس کے نام کی متن یا سند میں صراحت نہ کی گئی ہو جیسے عن رجل، عن شیخ، عن ثقة جیسے الفاظ سے حدیث کو روایت کیا گیا ہو۔

(۱) الغوامض والمبھمات مؤلف: ابو محمد عبدالغنی بن سعید الازدی (م: ۴۰۹)

(۲) الاسماء المبھمة فی الانباء المحکمة مؤلف: خطیب بغدادی (م: ۴۶۳)

(۳) غوامض الاسماء المبھمة الواقعة فی متون الاحادیث المسندة مؤلف: ابوالقاسم خلف بن عبدالملک المعروف بابن بشکوال القرطبی (م: ۵۷۸)

(٤) الاشارات الی المبھمات مؤلف: امام نووی (م: ٦٧٦)

(٥) المستفاد من مبھمات المتن والاسناد مؤلف: ولی الدین ابوزرعہ احمد بن عبدالرحیم العراقی (م: ۸۲٦)

(۴) علوم حدیث سے متعلق تالیفات :

(۱) من روی عن ابیه عن جده۔ قاسم بن قطلوبغا (م:۸۷۹)

(۲) الوشی المعلم فیمن روی عن ابیه عن جده عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مؤلف : صلاح الدین ابوسعید خلیل کیکلدی علائی، دمشقی (م:۷۶۱)

۞ متن میں پائی جانے والی ظاہری صفات سے متعلق کتابیں :

(۱) اوائل سے متعلق کتابیں:

اوائل سے مراد وہ احادیث ہیں، جن کے شروع میں 'اول من' کا لفظ آیا ہو۔

(۱) الاوائل ۔ مؤلف: ابوبکر احمد بن عمرو بن النبیل الضحاک بصری (م:۲۷۸)

(۲) الاوائل ۔ مؤلف: ابوالقاسم طبرانی (م:۳۶۰)

(۲) امثال سے متعلق کتابیں :

امثال سے مراد وہ احادیث ہیں جن کے شروع میں لفظ "مثل" ہو۔

(۱) الامثال۔ مؤلف: ابوعبید قاسم بن سلام (م:۲۲۴)

(۲) الامثال۔ مؤلف: ابوالحسن علی بن سعید بن عبداللہ عسکری (م:۳۰۵)

(۳) الامثال۔ مؤلف: ابومحمد الحسن بن عبدالرحمن بن خلاد رامھرمزی (م:۳۶۰)

(٤) الامثال۔ مؤلف: ابوالشیخ عبداللہ بن محمد بن جعفر بن حیان اندلسی (م:۳۶۹)

(۳) تفسیر سے متعلق کتابیں :

مراد وہ کتابیں ہیں جن میں قرآن کی آیات کی تفسیر بیان کرنے کے دوران احادیث بیان کی گئی ہوں۔

(۱) تفسیر۔ مؤلف: سفیان بن سعید بن مسروق الثوری (م:۱۶۱)

(۲) تفسیر۔ مؤلف: عبدالرزاق بن ہمام صنعانی (م: ۲۱۱)

(۳) تفسیر۔ مؤلف: امام نسائی (م: ۳۰۳)

(۴) تفسیر الموسوم بجامع البیان تفسیر آی القرآن۔

مؤلف ابن جریر طبری ابوجعفر محمد بن جریر (م: ۳۱۰)

(۵) تفسیر۔ مؤلف: ابن ابی حاتم (م: ۳۲۷)

(۶) تفسیر البغوی الموسوم بمعالم التنزیل۔ مؤلف: ابومحمد الحسین بن مسعود الفراء (م: ۵۱۶)

(۷) تفسیر۔ مؤلف: ابن کثیر (م: ۷۷۴)

(۸) الدر المنثور فی التفسیر بالماثور۔ مؤلف: امام سیوطی (م: ۹۱۱)

(۹) فتح القدیر۔ مؤلف: قاضی شوکانی (م: ۱۲۵۰)

(۱۰) الکاف الشاف فی تخریج احادیث الکشاف ۔ مؤلف: ابن حجر عسقلانی (م: ۸۵۲)

یہ کتاب 'الاسعاف باحادیث الکشاف للزمخشری' للزیلعی کا اختصار ہے، کچھ احادیث وآثار کا استدراک بھی کیا گیا ہے۔

دوسری قسم : وہ کتابیں ہیں جن میں سند یا متنِ حدیث میں پائی جانے والی مخفی صفات کو سامنے رکھ کر احادیث کو جمع کر دیا گیا ہو۔ اولاً سند میں پائی جانے والی مخفی صفات سے متعلق کتابیں ذکر کی جاتی ہیں۔

مراسیل سے متعلق کتابیں :

مرسل وہ حدیث ہے جس میں تابعی قال رسول اللہ ﷺ کہہ کر حدیث بیان کرے۔

(۱) المراسیل۔ مؤلف : امام ابوداؤد (م: ۲۷۵)

نوٹ : مراسیل ابن ابی حاتم کے نام سے جو کتاب مشہور ہے اس میں احادیث مرسلہ ذکر نہیں کی گئی ہیں، بلکہ وہ کتاب اسماء رجال کے قریب قریب ہے۔ اس میں صرف اس طرح بیان کیا گیا ہے فلاں عن فلاں روایت مرسل ہے، یعنی منقطع ہے، یہی حال علائی کی "جامع التحصیل فی احکام المراسیل" کا ہے۔

۞ علوم حدیث سے متعلق کتابیں :

(۱) السابق واللاحق فی تباعد بین وفاة الراویین عن شیخ واحد۔ مؤلف : خطیب بغدادی (م:۴۶۳)

سابق ولاحق سے مراد ایسے دو راوی ہیں جو کسی شیخ سے روایت کرنے میں شریک ہوں، مگر ان میں سے ایک کا انتقال پہلے ہو گیا ہو اور دوسرے کا بعد میں اور دونوں کی وفات میں معتد بہ فاصلہ ہو تو اول انتقال کرنے والے کو سابق اور بعد میں انتقال کرنے والے کو لاحق کہتے ہیں۔

سابق ولاحق کی درمیانی مدت تقریباً ایک سو پچاس سال تک پائی گئی ہے، مثلاً حافظ ابوطاہر سلفی متوفی ۵۷۶ھ سے ابوعلی بردانی متوفی ۴۹۸ھ نے ایک حدیث سنی اور اسے روایت بھی کیا ہے اور ان کی وفات استاذ سے اٹھہتر (۷۸) سال پہلے ہوئی ہے اور سلفی کے آخری شاگرد ان کے نواسے ابوالقاسم عبدالرحمن بن مکی متوفی ۶۵۰ھ ہیں، پس بردانی سابق کہلائیں گے اور ابوالقاسم لاحق کیونکہ دونوں کی وفات کے درمیان ۱۵۲ سال کا فاصلہ ہے۔

(۲) موضح اوھام الجمع والتفریق۔ مؤلف: خطیب بغدادی (م:۴۶۳)

۞ متن میں پائی جانے والی مخفی صفات سے متعلق کتابیں

(۱) احادیث متواترہ سے متعلق کتابیں :

حدیث متواتر وہ حدیث ہے جس کہ روایت کرنے والے تمام طبقاتِ سند میں اتنے زیادہ ہوں جن کا جھوٹ پر اتفاق کر لینا محال ہو۔

(۱) الفوائد المتکاثرہ فی الاخبار المتواترۃ مؤلف: امام سیوطی (م: ۹۱۱)

(۲) الازھار المتناثرۃ فی الاخبار المتواترۃ مؤلف: امام سیوطی (م: ۹۱۱)

یہ کتاب الفوائد المتکاثرہ کا اختصار ہے، اس کتاب میں ایسی ۱۱۲/احادیث جمع کردی ہیں جس میں اسانید کے ہر طبقہ میں دس سے زائد رواۃ پائے گئے ہیں۔ یہ کتاب ابواب فقہیہ کی ترتیب پر مرتب ہے۔

(۳) اللآلی المتناثرۃ فی الاحادیث المتواترۃ مؤلف: ابوعبداللہ محمد بن علی طولون الحنفی (م: ۹۵۳)

(۴) نظم اللآلی المتناثرۃ فی الاحادیث المتواترۃ ۔ مؤلف: ابوالفیض محمد مرتضی الزبیدی (م: ۱۲۰۵)

(۵) نظم المتناثر من الحدیث المتواتر۔ مؤلف: شریف محمد بن جعفر الکتانی (م: ۱۳۴۵)

اس کتاب میں ۳۱۰/احادیث کو جمع کردیا ہے۔

(۲) احادیث مشہورہ سے متعلق کتابیں : ان کتابوں کا ذکر ماقبل میں ہوچکا ہے۔

سند اور متن دونوں میں پائے جانے والی مخفی صفات سے متعلق کتابیں

(۱) احادیث معلولہ سے متعلق کتابیں

حدیث معلل وہ ہے جس کا ظاہر سلامت ہو لیکن باطن میں کوئی ایسی علت پائی جائے جو حدیث کی صحت کے لئے قادح ہو۔

(۱) العلل معرفۃ الرجال۔ امام یحیی بن معین (م: ۲۳۳)

(۲) علل الحدیث۔ امام علی بن المدینی (م: ۲۳۴)

(۳) العلل ومعرفۃ الرجال۔ امام احمد بن حنبل (م: ۲۴۱)

(۴) المسند المعلل۔ امام یعقوب بن شیبہ (م: ۲۶۲)

(۵) العلل الصغیر۔ امام ترمذی (م:۲۷۹)

(۶) تہذیب الآثار۔ ابن جریر طبری (م:۳۱۰)

(۷) علل الحدیث۔ ابن ابی حاتم رازی (م:۳۲۷)

(۸) العلل الکبری۔ دارقطنی (م:۳۸۵)

(۹) العلل المتناھیۃ فی الاحادیث الواھیۃ۔ ابن جوزی (م:۵۹۷)

(۲) احادیث موضوعہ سے متعلق کتابیں۔

موضوع حدیث وہ ہے جو کسی ایسے راوی سے مروی ہو جو مطعون بالکذب ہو۔

(۱) الاباطیل۔ **مؤلف:** ابوعبداللہ الحسین بن ابراھیم الجوزقی (م:۵۴۳)

(۲) الموضوعات الکبری۔ **مؤلف:** ابن جوزی (م:۵۹۷)

(۳) المغنی عن الحفظ والکتاب بقولہ لایصح شئ فی ھذاالباب۔ **مؤلف:** عمر بن بدر الموصلی (م:۶۲۲)

(۴) موضوعات الصاغانی۔ **مؤلف:** ابوالفضائل الحسن بن محمد (م:۶۵۰)

(۵) احادیث القصاص۔ **مؤلف:** امام ابن تیمیہ (م:۶۲۱)

(۶) اللآلی المصنوعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ۔ **مؤلف:** امام سیوطی (م:۹۱۱)

(۷) تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ عن الاخبار الشنیعۃ الموضوعۃ۔ **مؤلف:** ابن عراق ابوالحسن علی بن محمد بن عراق الکنانی (م:۹۶۳)

(۸) تذکرۃ الموضوعات۔ **مؤلف:** محمد بن طاہر پٹنی (م:۹۸۶)

(۹) الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوعۃ۔ **مؤلف:** ملاعلی قاری (م:۱۰۱۴)

(۱۰) المصنوع فی معرفۃ الحدیث الموضوع۔ ملاعلی قاری (م:۱۰۱۴)

(۱۱) الفوائد المجموعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ۔ **مؤلف:** شوکانی (م:۱۲۵۰)

(۱۲) الاٰثار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوعۃ۔ مؤلف: ابوالحسنات عبدالحی لکھنوی (م:۱۳۰۴)

(۱۳) اللؤلؤ المرصوع فیماقیل لا اصل لہ اوباصلہ الموضوع۔ مؤلف: ابوالمحاسن محمد بن خلیل القاوقجی (م:۱۳۰۵)

۞ محاسن:

(۱) اگر حدیث مطلوب میں کوئی ظاہری صفت پائی جاتی ہے تو حدیث بڑی آسانی سے مل جاتی ہے۔

(۲) ان کتابوں میں سند اور متن سے متعلق علمی فوائد بھی حاصل ہو جاتے ہیں، جو دیگر کتابوں میں نہیں پائے جاتے۔

۞ عیوب :

جو آدمی علومِ حدیث اور مصطلحات حدیث نیز حدیث کے ظاہری اور خفی صفات سے واقف نہ ہو ایسے آدمی کے لئے ان کتابوں سے تخریج کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔

تخریج کا چھٹا طریقہ

تتبع واستقراء کے ذریعہ حدیث کی تخریج کرنا

بعض کتابیں ایسی ہیں جو مذکورہ بالا طریقوں میں سے کسی بھی طریقہ پر مرتب نہیں ہیں یعنی نہ وہ کلمات غریبہ مہمہ پر، نہ اوائل حدیث پر، نہ مسانید صحابہ پر، نہ ابواب وموضوعات پر، نہ سند ومتن میں پائی جانے والی کسی ظاہری یا باطنی صفات پر مرتب ہوتی ہیں۔ ایسی کتابوں سے حدیث تلاش کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ ایک ایک صفحہ اور ایک ایک سطر دیکھی جائے۔

یہ کتابیں چند قسموں پر منقسم ہوتی ہیں۔

(۱) اجزاء حدیثیہ

اجزاء جزء کی جمع ہے، جزء اس کتاب کو کہتے ہیں جس میں کسی جزوی مسئلہ سے متعلق تمام روایات یکجا جمع کردی گئی ہوں یا کسی ایک صحابی کی یا کسی ایک تابعی کی تمام روایات جمع کردی گئی ہوں، یہاں مقصود ان لوگوں کی احادیث کا جمع کیا جانا مراد ہے، جو صحابہؓ کے بعد گذرے ہیں۔

(۱) الثقفیات: ابوعبداللہ القاسم بن الفضل بن احمد الثقفی (م:۴۸۹)

(۲) جعدیات: ابوالحسن علی بن الجعد البغدادی (م:۲۳۲) یہ کتاب کل بارہ اجزاء پر مشتمل ہے جس کو ابوالقاسم عبداللہ بن محمد البغوی نے جمع کیا ہے، اب یہ کتاب "مسند ابی الجعد" کے نام سے طبع ہوچکی ہے۔

(۳) خلعیات: ابوالحسن علی بن الحسن الخلعی الموصلی (م:۴۹۲)

(۴) سلفیات: ابوطاہر احمد بن محمد سلفی (م:۵۷۶)

(۵) طیوریات: ابوالحسین مبارک بن عبدالجبار المعروف بابن الطیوری (م:۵۰۰)

(۶) القطیعیات: ابوبکر احمد بن جعفر بن حمدان قطیعی بغدادی (م:۳۶۸)

(۲) الاربعینات:

وہ کتابیں ہیں جس میں کم وبیش چالیس احادیث کسی ایک موضوع سے متعلق یا مختلف موضوع سے متعلق جمع کی گئی ہوں۔

(۱) الاربعون: ابوبکر محمد بن حسین الآجری البغدادی (م:۳۶۰)

(۲) الاربعون: امام بیہقی (م:۴۵۸)

(۳) الاربعون: امام سلفی (م:۵۷۶)

(۴) الاربعون: امام نووی (م:٦٧٦)

(۳) افراد

ان کتب حدیث کو کہا جاتا ہے، جن میں کسی ایک محدث کی ایسی احادیث کو جمع کیا گیا ہو، جن کے روایت کرنے میں وہ منفرد ہو۔

(۱) الافراد والغرائب: مؤلف دارقطنی (م:۳۸۵)

(۲) الافراد: مؤلف ابن شاھین (م:۳۸۵)

(٤) امالی حدیثیہ

وہ کتابیں ہیں جن کے مؤلفین نے اپنے استاذ سے سنی ہوئی احادیث کو لکھ لیا ہو۔

(۱) الامالی: ابوعبداللہ حسین بن اسماعیل المحاملی البغدادی (م:۳۳۰)

(۲) الامالی: ابوطاہر محمد بن عبدالرحمن المخلص بغدادی (م:۳۹۳)

(۳) الامالی: ابوالقاسم عبدالملک بن محمد ابن بشران بغدادی (م:۴۳۰)

(۴) الامالی: ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر دمشقی (م:۵۷۱)

(۵) الامالی: ابوالفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی (م:۸۵۲)

(۵) تاریخ الرجال

(۱) تاریخ یحیی بن معین۔ یحیی بن معین (م: ۲۳۳)

(۲) تاریخ واسط۔ اسلم بن سہل المعروف بحسل (م: ۲۹۲)

(۳) تاریخ اصبہان۔ ابونعیم (م: ۴۳۰)

(۴) تاریخ بغداد۔ خطیب بغدادی (م: ۴۶۳)

(۵) تاریخ دمشق۔ ابن عساکر (م: ۵۷۱)

(۶) طبقات

وہ کتابیں ہیں جن میں محدثین کی احادیث طبقہ درطبقہ کے اعتبار سے مؤلف کے زمانہ تک کی لکھی گئی ہوں، ان کتابوں میں احادیث مؤلفِ کتاب کی سند سے ہوتی ہے۔

(۱) الطبقات الکبری۔ ابن سعد (م: ۲۳۰)

(۲) طبقات المحدثین باصفهان والواردین علیها۔ ابوالشیخ (م: ۳۶۹)

(۳) طبقات الشافعیة الکبری۔ سبکی (م: ۷۷۱)

(۷) فوائد

یہ وہ کتابیں ہیں جن کے مؤلفین نے ابواب دین میں کسی ایک باب کی احادیث کے فوائد حدیثیہ بیان کئے ہوں، ان کتابوں میں بھی احادیث مع اسانید کے ذکر کی جاتی ہیں۔

(۱) الفوائد: ابوالبشر اسماعیل بن عبداللہ عبدی سمویہ (م: ۲۶۷)

(۲) الفوائد: ابوبکر محمد بن عبداللہ بن ابراھیم شافعی (م: ۳۵۴)

(۳) الفوائد: تمام بن محمد بن عبداللہ رازی (م: ۴۱۴)

(۸) المئات الحدیثیہ:

(۱) المائتان المنتقاۃ: ابوعثمان اسماعیل بن عبدالرحمن صابونی (م: ۴۴۹)

(۲) المائۃ حدیث: ابو اسماعیل عبداللہ بن محمد الانصاری (م:۴۸۱)

(۳) الاحادیث المائۃ: ابن ابی شریح ابو محمد عبدالرحمن بن احمد انصاری (م:۳۹۲)

(۹) المشیخات و معاجم الشیوخ

وہ کتابیں جن کے مؤلفین نے اپنے مشائخ حدیث کی احادیث کو ان کے اسماء کی ترتیب پر جمع کردیا ہوں۔

(۱) المعجم: ابو سعید احمد بن محمد بن زیاد المعروف بابن الاعرابی (م:۳۴۰)

(۲) المعجم الاوسط: طبرانی (م:۳۶۰)

(۳) المعجم الصغیر: طبرانی (م:۳۶۰)

(۴) معجم الشیوخ: ابو الحسین محمد بن احمد المعروف بابن جمیع (م:۴۰۲)

(۵) معجم الشیوخ: ابو سعد عبدالکریم بن محمد سمعانی (م:۵۶۲)

(۶) معجم السفر: ابو طاہر احمد بن محمد بن احمد بن محمد بن ابراھیم ابن سلفہ (م:۵۷۶)

(۷) المعجم: عبدالکریم بن منصور ابو المظفر سمعانی (م:۴۸۹)

(۸) معجم الشیوخ: ابن الجوزی (م:۵۹۷)

(۹) مشیخۃ النعال البغدادی۔ تخریج: رشید الدین محمد بن عبدالعظیم منذری (م:۶۴۳)

(۱۰) معجم الشیوخ: امام ذھبی (م:۷۴۸)

(۱۰) مختلف الحدیث و مشکل الحدیث

مختلف الحدیث سے وہ دو حدیثیں مراد ہیں جن میں بظاہر تعارض معلوم ہوتا ہو، لیکن حقیقت میں کوئی تعارض نہ ہو۔

مشکل الحدیث سے مراد وہ حدیث ہے جن میں کسی بھی قسم کا اور کسی بھی سبب سے کوئی اشکال ہو۔

(۱) اختلاف الحدیث: امام شافعی (م: ۲۰۴)

(۲) تاویل مختلف الحدیث: ابن قتیبہ دینوری (م: ۲۷۶)

(۳) شرح معانی الآثار: ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی (م: ۳۲۱)

(۴) بیان مشکل الآثار: ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی (م: ۳۲۱)

تنبیہ: مذکورہ بالا کتابیں چھٹے طریقہ کے ماتحت اسی وقت ہوں گی جب ان کی کوئی فہرست تیار نہ کی گئی ہو، اگر ان کتابوں میں مذکور احادیث کے کلمات غریبہ مہمہ کی فہرست تیار کر لی جائے تو یہ کتابیں پہلے طریقہ کے ماتحت ہو جائیں گی اور اگر اوائل حدیث کے اعتبار سے فہرست تیار کر لی جائے تو یہ کتابیں دوسرے طریقہ کے ماتحت ہو جائیں گی اور اگر مسانید صحابہؓ کے اعتبار سے فہرست تیار کر لی جائے تو تیسرے طریقہ کے ماتحت ہو جائیں گی اور اگر ان کتابوں کو ابواب و موضوعات فقہیہ کے اعتبار سے مرتب کر دیا جائے تو یہ کتابیں چوتھے طریقہ میں داخل ہو جائیں گی۔

۞ محاسن:

(۱) حدیث تک رسائی حاصل کرنے کا یہ طریقہ سب سے بہتر ہے، اس لئے کہ اس طریقہ سے تخریج کرنے میں ایک ایک سطر کا بغور مطالعہ کرنا پڑتا ہے، بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ حدیث کی تخریج چھوٹ جائے۔

(۲) ایک حدیث تلاش کرنے کے دوران مخرج کی نظروں سے ضمناً بہت ساری احادیث گذر جاتی ہے۔

۞ عیوب:

ایک ایک سطر کے دیکھنے میں بہت سا وقت صرف ہوتا ہے اور کبھی حدیث اس کتاب میں نہ ہونے کی وجہ سے نہیں مل پاتی ہے اور کبھی حدیث ہوتی ہے لیکن جلد بازی یا نگاہ کے چوک جانے کی وجہ سے نہیں مل پاتی۔

یہ کل تخریج کے چھ طریقے ہوئے۔ ان چھ طریقوں میں سے جس سے بھی تخریج کرنا چاہیں کر سکتے ہیں، لیکن ہر طریقہ کے کچھ محاسن ہیں اور کچھ معایب۔ ہر طریقہ کے عیوب کا انجبار دوسرے طریقہ کے ذریعہ ہوسکتا ہے، اس لئے صرف ایک طریقہ پر اکتفاء کر لینے سے تخریجی عمل مکمل نہیں ہوسکتا ہے۔ مثال کے طور پر اگر صرف پہلے طریقہ پر اکتفاء کرلیا جائے تو صرف نو کتابوں سے ہی تخریج ہو سکے گی اور دیگر کتابوں سے تخریج رہ جائیگی۔ اسی طرح اگر صرف دوسرے طریقہ کو اختیار کیا گیا تو ہوسکتا ہے کہ اول حدیث میں ادنی اختلاف کی وجہ سے حدیث نہ مل سکے، نیز اس طریقہ میں جو مصادر ذکر کئے گئے ہیں وہ بھی محدود ہیں، اس لئے تخریجی عمل مکمل نہ ہو سکے گا، اسی طرح ہر طریقہ کا حال ہے لہذا طالب علم کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے تخریجی عمل کو مکمل کرنے کے لئے تمام طریقوں کو اختیار کرے اور ان طرق سے متعلق جتنی کتابیں ہیں سب کی طرف مراجعت کرے، اب یہاں تخریج کے تمام طریقوں سے تخریجی عمل کا طریقہ کار ذکر کیا جاتا ہے۔

(۱) حدیث مطلوب میں مذکور کلمات غریبہ ومبہمہ کو اخذ کر کے معجم المفہرس اور کتب غریب الحدیث سے معلومات جمع کرنا۔

(۲) دوسرے طریقہ (یعنی اول متنِ حدیث پر مرتب) کی کتابوں کی مراجعت کر کے دیکھ لیا جائے کہ کیا ان میں وہی مصادر ذکر کئے ہیں جو معجم المفہرس میں ذکر کئے ہیں یا اس سے کم، اگر یہ دو باتیں ہوں تو وہاں سے معلومات اخذ کرنے کی ضرورت نہ ہوگی اور اگر کوئی زائد حوالہ دیا ہو تو اسے نوٹ کرلیا جائے اور اگر حدیث پر حکم مل جائے تو اسے بھی نوٹ کرلیا جائے۔

(۳) تیسرے طریقہ (مسانید ومعاجم کی ترتیب پر مرتب) کی کتابوں کی طرف مراجعت کی جائے اگر کوئی زائد حوالہ مل جائے تو ماقبل کی معلومات کے ساتھ ملالیا جائے۔

(۴) پھر چوتھے طریقہ (موضوعات اور ابواب پر مرتب) کی کتابوں کو دیکھ لیا جائے، اگر کوئی زائد حوالہ مل جائے تو ماقبل کی معلومات کے ساتھ ملالیا جائے۔

(۵) اگر حدیث مطلوب میں کوئی ظاہری یا باطنی صفت پائی جائے تو پانچویں طریقہ کی کتابوں کی مراجعت کی جائے اگر کوئی زائد حوالہ مل جائے تو ماقبل کی معلومات کے ساتھ ملالیا جائے۔

(٦) پھر چھٹے طریقہ کو اختیار کرتے ہوئے اس طریقہ کی کتابوں کی مراجعت کی جائے، اگر کوئی زائد حوالہ ملے تو ماقبل کی معلومات کے ساتھ ملالیا جائے۔

ان تمام معلومات کو مدنظر رکھتے ہوئے اصل کتابوں کی مراجعت کی جائیں، اس طرح تخریجی عمل مکمل ہوجائیگا۔

تخریج شدہ مواد کی تشکیل : تخریج شدہ مواد کی تشکیل کے تین طریقے ہیں۔

(۱) مختصر اسلوب:

اگر طالب علم کا مقصد صرف یہ ہو کہ یہ حدیث کن کن مصادر میں ہے تو تخریج سے حاصل شدہ مواد کو مختصراً قلمبند کرلے بایں طور کہ اس میں صرف حوالہ دی ہوئی کتاب کا نام، مرکزی عنوان مثلاً (کتاب الطہارۃ وغیرہ) اور ذیلی عنوان جیسے (باب ان الماء لا ینجس) کے ساتھ لکھ دے، اگر اس کتاب میں حدیثوں کی نمبرنگ ہو تو حدیث نمبر بھی لکھ دے۔ اگر حوالہ دی ہوئی کتاب مضامین علمیہ کے علاوہ پر مرتب ہو تو صرف جلد نمبر اور صفحہ نمبر لکھ دے، ہاں حدیث نمبر اگر موجود ہو تو وہ بھی لکھے۔ متعدد مصادر کی صورت میں مضبوط ترین مصدر کو پہلے لکھے، پھر جو اس سے کم حیثیت کا ہو، علی ہذا القیاس اگر محدثین میں سے کسی نے حدیث کا درجہ بیان کیا تو اجمالاً اسے بھی ذکر کردے۔ مثلاً حدیث انس ؓ لا یؤمن احد کم حتی یحب لاخیہ مایحب لنفسہ کی تخریج کے بعد جو مواد اکٹھا ہو، اس کی تشکیل اس طرح کرے۔

اخرجہ البخاری کتاب الایمان باب من الایمان ان یحب لاخیہ مایحب لنفسہ ۱/۵٦ رقم ۱۳ من فتح الباری۔

ومسلم کتاب الایمان باب الدلیل علی ان من خصال الایمان ان یحب لاخیہ مایحب لنفسہ من

الخیر ۱/۶۸، ۶۷ رقم ۷۱، ۷۲

والترمذی کتاب صفة القیامة باب بدون ترجمة (رقم الباب ۵۹) ۴/۶۶۷ رقم ۲۵۱۵،

والنسائی کتاب الایمان باب علامة الایمان ۸/۱۱۵ رقم ۵۰۱۶ وباب علامة المؤمن ۸/۱۲۵ رقم ۵۰۳۹۔ وابن ماجه المقدمه باب فی الایمان ۲۶/۲ رقم ۶۶

والدارمی کتاب الرقاق باب لایؤمن احدکم حتی یحب لاخیه مایحب لنفسه ۲/ ۳۹۷ رقم ۲۷۴۰

واحمد فی مسنده ۳/۱۷۶، ۲۹۶، ۲۵۱، ۲۷۲، ۲۷۸، ۲۸۹ وقال الترمذی حدیث صحیح

وله شاهد من حدیث علی بن ابی طالب رضی الله عنه مرفوعاً بلفظ ویحب له مایحب لنفسه۔

اخرجه الترمذی کتاب الأداب باب ماجاء فی تشمیت العاطس ۸۰/۵ رقم ۲۷۳۶

وابن ماجه کتاب الجنائز باب ماجاء فی عیادة المریض ۱/ ۴۶۱ رقم ۱۴۳۳

والدارمی کتاب الاستیذان باب فی حق المسلم علی المسلم ۱۸۸/۲ رقم ۲۶۳۳

واحمد فی مسنده ۱/ ۸۹ وقال الترمذی حدیث حسن

(۲) متوسط اسلوب :

اگر مقصد یہ ہو کہ حدیث کے مصادر کی نشاندہی کے ساتھ ساتھ متعدد مصادر میں اس کی مختلف سندوں کے مدار اور الفاظ حدیث کا اختلاف بھی سامنے آجائے تو درمیانی اسلوب اختیار کرلے بایں طور کہ مختصر اسلوب کی طرح جملہ مصادر اور ان کے ذیلی مقامات ذکر کرنے کے بعد آگے اس طرح عبارت لکھ دے۔

کلهم بطرقهم المختلفة عن قتادة عن انس رضی الله عنه عن النبی صلی الله علیه وسلم مثله بزیادة " والذی

نفسی بیده "فی اول الحدیث وزیادۃ "المسلم" بعد "لاخیه" و "من الخیر" فی آخر الحدیث فی بعض الطرق پھر حدیث کا شاہد ذکر کردے جیسے اس حدیث کے لئے شاہد حضرت علیؓ کی حدیث ہے۔

(۳) مفصل اسلوب :

اور اگر مقصد حدیث کی مکمل تحقیق اور اس کے جملہ طرق والفاظ کو تفصیل سے پیش کرنا ہوتو مفصل طریقہ اپنانا چاہیے بایں طور کہ مصادر کے مصنفین کی ترتیب زمانی کا خیال کرتے ہوئے ایک ایک کی الگ الگ سند کو اس راوی تک پہونچائے، جس پر دوسری سند آ کر ملتی ہو، پھر سب کو جمع کرتا ہوا آخری مدار اسناد پر پہونچا کر سند کو رسول اللہ ﷺ تک پہونچادے، اس دوران مختلف مصادر طرق میں اگر مطلوبہ حدیث کا لفظ کچھ مختلف ہوتو اس کی بھی وضاحت کردے۔ جیسے

اخرجه احمد ۳/ ۲۵۱ عن شیخه عفان، واحمد ایضا ۳/ ۲۸۹ عن شیخه بهز کلاهما عن همام

واخرجه احمد ایضا ۳/ ۲۰۶ عن شیخه روح

والبخاری ۱/ ۵۶ رقم ۱۳ عن شیخه مسدد

ومسلم ۱/ ۶۸ رقم ۴۷ عن شیخه زهیر بن حرب

والنسائی ۸/ ۱۱۵ رقم ۵۰۱۷ عن شیخه موسی بن عبدالرحمن

قال حدثنا ابواسامة ثلاثتهم (روح، یحیی، ابواسامة) عن حسین المعلم

واخرجه احمد ایضا ۳/ ۱۷۶ عن حجاج

واحمد ایضا ۳/ ۲۷۲ عن روح

والدارمی ۲/ ۳۹۸ رقم ۲۷۴۰ عن یزید بن هارون واحمد ایضا ۳/ ۱۷۶

ومسلم ۱/ ۶۷ رقم ۷۱

وابن ماجه ۱/ ۲۶ رقم ۲۶

کلاهما (مسلم، ابن ماجه) عن محمد بن بشار ومحمد بن المثنی

ثلاثتهم (احمد، محمد بن بشار، محمد بن المثنی) عن محمد بن جعفر

والبخاری ۱/ ۵۶ رقم ۱۳ عن مسدد عن یحیی بن سعید القطان

والترمذی ۷/ ۲۱۸ رقم ۲۶۳۴

والنسائی ۸/ ۱۲۵ رقم ۵۰۳۹

کلاهما (ترمذی، النسائی) من سوید بن نصر عن عبدالله بن المبارک

والنسائی ایضا ۸/ ۱۱۵ رقم ۵۰۱۶ عن حمید بن مسعدة عن بشر

ثمانیتهم (حجاج، روح، یزید، محمد بن جعفر، یحیی القطان، عبدالله النصر، بشر)

عن شعبة

وثلاثتهم (همام، حسین المعلم، شعبة) عن قتادة عن انس رضی الله عنه عن النبی صلی الله علیہ وآلہ وسلم مثله

بفرق یسیر جدا

وقال الترمذی هذا حدیث صحیح پھر شاہد ذکر کرے جیسا کہ مختصر اسلوب کے ضمن میں

بیان کیا گیا۔

حدیث کی مکمل تخریج اور اس کے طرق والفاظ نکالنے کے بعد نمبر آتا ہے حدیث کی اسناد کو پرکھنے اور شرائط صحت کی جامع ہونے نہ ہونے کے اعتبار سے اس پر صحیح، حسن، ضعیف یا موضوع کا حکم لگانے کا، ظاہر ہے اس کے لئے محدثین کرام کے ان قواعد واصول کا مطالعہ کرنا ضروری ہوگا۔ جن کے پیش نظر وہ حضرات حدیثوں پر حکم لگاتے ہیں پھر عملی طور پر جہاں ضرورت ہو وہاں ان اصول کو منطبق کرتے ہوئے خود بھی حکم لگانے کی کوشش کرنی ہوگی تاکہ ثابت وصحیح احادیث پر عمل کیا جائے اور غیر ثابت سے پرہیز کیا جائے اس لئے نقد اسناد کے ضروری اصول اور محدثین کے طریقہ کار کی وضاحت بھی نہایت

ضروری ہے، اس کے بغیر روایتی معیار پر نقد حدیث کا عمل انجام نہیں پاسکے گا۔

اس موضوع پر متعدد اہم کتابیں تصنیف کی جاچکی ہیں، بعض کتابیں درج ذیل ہیں۔

(۱) اصول التخریج ودراسة الاسانید : از دکتور محمود الطحان

(۲) تخریج الحدیث نشأته ومنهجیته : دکتور ابواللیث خیرآبادی

(۳) علوم الحدیث اصیلها ومعاصرها : دکتور ابواللیث خیرآبادی

(٤) منهج دراسة الاسانید والحکم علیها : دکتور ولید حسن العانی

(٥) دراسة الحدیث الصحیح والحسن وفکرة : ابن صلاح

(٦) دراسة تطبیق الامثلة لانواع الحدیث المختلفة

آخر الذکر دونوں کتابیں خاص طور سے شعبہ تخصص فی الحدیث دارالعلوم دیوبند کے نصابی جزء کی حیثیت سے حضرت مولانا نعمت اللہ صاحب اعظمی مدظلہ نے اپنی نگرانی میں تیار کرائی ہے اور بہت مفید ہے۔ (حدیث اور فہم حدیث ص۲٦٦، ۲٦۷)

مذکورہ بالا کتابوں کی روشنی میں تخریج حدیث کے موضوع سے متعلق کچھ باتیں گذشتہ اوراق میں بیان کردی گئی، اب دوسرے پہلو یعنی دراسۃ الاسانید سے متعلق ضروری باتیں حدیث اور فہم حدیث کے صفحہ ۲۸٦ تا ۲۹۷ سے نقل کی جاتی ہے۔

نقد اسناد کی حقیقت:

نقد اسناد کا مطلب یہ ہے کہ سلسلۂ سند کے تمام رجال کا گہرائی سے مطالعہ کیا جائے بایں طور کہ کتب رجال کی مدد سے ہر ایک کے متعلق یہ معلوم کیا جائے کہ وہ ثقہ ہے یا ضعیف؟ پھر اس کے ضعیف یا ثقہ کہے جانے کی کیا بنیاد ہے؟ راوی کا اس شخص سے جس سے وہ حدیث روایت کررہا ہے سماع یا لقاء ثابت ہے یا نہیں جس کی بناء پر سند کے اتصال وانقطاع کا فیصلہ ہوتا ہے اور یہ اطمینان کرلیا جائے کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ کوئی راوی مدلس ہو اور عنعنہ کے ساتھ روایت کررہا ہے، یا سرے سے اپنے مروی عنہ کا

زمانہ پایا ہی نہیں اور ڈھٹائی کی ساتھ صیغۂ سماع سے روایت کر رہا ہے، یہ بات راویوں کی تاریخ ولادت ووفات جاننے سے حاصل ہوسکتی ہے، یا علماء جرح وتعدیل کی تصریحات سے کہ فلاں راوی نے فلاں راوی سے حدیث سنی ہے یا نہیں سنی ہے۔

اسی طرح نقدِ حدیث کے ماہرین جو اسانید ومتون کے علتوں سے واقف ہوتے ہیں اور ان علتوں کا ادراک ہر محدث کے بس میں نہیں ہوتا ان کی کتابوں کا وسعت وگہرائی سے مطالعہ کرکے یہ معلوم کرنا بھی ضروری ہے کہ حدیث کسی باطنی علت یا شذوذ کا شکار نہیں ہے۔

نقدِ اسناد کی نزاکت :

نقد اسناد کا کام بہت نازک اور مشکل ہے، اسی وجہ سے حافظ ابن صلاحؒ (م ۶۴۳ھ) نے اپنی کتاب "معرفۃ انواع علم الحدیث" معروف بہ مقدمہ ابن الصلاح میں حدیثوں پر حکم لگانے کا حق صرف متقدمین ائمۂ حدیث اور نقادحدیث کو دیا ہے اور اپنے دور (ساتویں صدی ہجری) یا اس کے بعد کے علماء کو یہ حق نہیں دیتے، چنانچہ فرماتے ہیں،

اذا وجدنا فیما یروی من اجزاء الحدیث وغیرھا حدیثا صحیح الاسناد ولم نجدہ فی احد الصحیحین، ولا منصوصا علی صحتہ فی مصنفات ائمۃ الحدیث المعتمدۃ المشھورۃ، فانا لا نتجاسر علی جزم الحکم بصحتہ، فقد تعذر فی ھذہ الاعصار الاستقلال بادراک الصحیح بمجرد اعتبار الاسانید، لانہ مامن اسناد من ذلک الا وتجد فی رجالہ من اعتمد فی روایتہ علی مافی کتابہ عریا عما یشترط فی الصحیح من الحفظ والضبط والاتقان، فآل الامر اذا فی معرفۃ الصحیح والحسن الی الاعتماد علی مانص علیہ ائمۃ الحدیث فی تصانیفھم المعتمدۃ المشھورۃ۔اھ (مقدمۃ ابن الصلاح ص ۱۹)

جب ہم حدیثی اجزاء جیسے غیر مشہور مجموعوں میں کوئی حدیث پائیں جس کی سند بظاہر صحیح ہو، نہ تو وہ صحیحین میں سے کسی میں ہو اور نہ ہی حدیث کی مشہور ومتداول کتب میں سے کسی میں اس کی صحت کی

تصریح کی گئی ہوتو ہم اس کی صحت کا حکم لگانے کی جسارت نہیں کریں گے، کیوں کہ اس زمانے میں محض سند کی بناء پر صحیح کی معرفت دشوار ہوگئی ہے، وجہ یہ ہے کہ اس طرح کی غیر مشہور کتب میں جو بھی صحیح سند نظر آئے گی اس کے رواۃ میں کوئی نہ کوئی ایسا شخص ضرور ہوگا جس نے اس حدیث کی روایت میں اپنے نوشتہ پر اعتماد کیا ہوگا اور جس درجہ کی حفاظت واحتیاط ہونی چاہیے اس میں نہیں برتی گئی ہوگی، اس لیے صحیح اور حسن کی معرفت کے سلسلہ میں قابلِ اعتماد وہی تصریحات ہوں گی جو ائمہ حدیث نے اپنی معتمد مشہور اور متداول کتب میں فرمائی ہیں، کیوں کہ وہ کتب اپنی شہرت کی بنا پر تغیر وتحریف سے محفوظ ہیں۔

یہ احتیاط حافظ ابن صلاحؒ نے اس کام کی نزاکت اور حساسیت کی بناء پر اختیار فرمائی ہے۔ ورنہ اس میں شبہ نہیں کہ اگر کوئی شخص ذخیرۂ حدیث پر وسیع نظر رکھتا ہو، محدثین کرامؒ کے طریقۂ نقد اور اصولِ جرح وتعدیل پر بصیرت کے ساتھ حاوی ہو، نیز اسانید ومتون میں پائی جانے والی علل کے شناخت کا اسے ملکہ حاصل ہوجائے تو کوئی وجہ نہیں کہ حدیثوں پر حکم لگانے کا اسے حق نہ ہو۔

بلکہ ہم دیکھتے ہیں کہ خود حافظ ابن صلاحؒ کے معاصرین میں بعض حضرات ہیں جنہوں نے ان احادیث پر صحت وسقم کا حکم لگایا ہے، جن احادیث کے متعلق متقدمین سے کوئی بھی حکم منقول نہیں تھا۔ مثلاً ابوالحسن علی بن القطان فاسی (م ۶۲۸ ھ) نے اپنی کتاب "بیان الوهم والایهام" میں حافظ ضیاء الدین مقدسی (م: ۶۴۳ ھ) نے اپنی کتاب "المختارۃ" میں، اور حافظ منذری (م ۶۵۶ ھ) نے اپنی کتاب "الترغیب والترهیب" وغیرہ میں بکثرت احادیث پر نقد اسناد کے اصول کی روشنی میں حکم لگایا ہے۔

واضح رہے کہ تصحیح وتحسین وغیرہ کا دروازہ ابن صلاح نے ساتویں صدی ہجری میں بند کردیا جو تاریخ اسلام کی ممتاز علمی صدی مانی جاتی ہے، جو ابن القطان جیسے نقادِ حدیث کی ایک بڑی تعداد سے مالا مال تھی، تو بھلا چودہویں اور پندرہویں صدیوں کی کیا حیثیت؟ جن میں دو چار قواعد محدثین کی جان کاری حاصل کرکے احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذخیرہ پر دھاوا بولنے والے افراد اور پارٹیوں کی کمی نہیں ہے، جو

نہ صرف ان احادیث پر حکم لگانے کی بات کرتے ہیں، جن پر سابقین کی جانب سے کوئی صراحت منقول نہیں ہے، بلکہ علماء سابقین جن کی دیانت اور تنقیدی نظر یقیناً ان سے بڑھی ہوئی تھی، ان کی تحقیقات کو بچکانہ حرکات قرار دیتے ہوئے، اپنے خودساختہ معیار پر پورے ذخیرۂ حدیث پر نظر ثانی کرنا اپنا واجبی حق سمجھتے ہیں، اور ہلا بول جماعت کی شکل میں بڑے بڑے مستند حدیثی مجموعوں کا آپریشن کرتے ہوئے "صحیح الکتاب الفلانی" اور "ضعیف الکتاب الفلانی" کے عنوان سے صحیح اور ضعیف کے درمیان خط امتیاز قائم کرنا بڑا ہی علمی اور مجتہدانہ کارنامہ تصور کررہے ہیں۔۔۔انا للہ وانا الیہ راجعون

ابن صلاح نے ذخیرۂ حدیث کو ایسے ہی لوگوں کی دست برد سے بچانے کی غرض سے بطور پیش بندی میں وہ بات ارشاد فرمائی ہے تاکہ لوگ جرأتِ بے جا سے کام نہ لیں، چنانچہ حافظ شمس الدین سخاوی (م ۹۰۲ھ) ابن صلاحؒ کی عبارت پر نوٹ لگاتے ہوئے لکھتے ہیں جس کا ترجمہ یہ ہے:

شاید ابن صلاح کا مقصد (نقدِ حدیث کی راہ) میں غلط روی کا دروازہ ہی بند کرنا ہے، تاکہ وہ لوگ راہ نہ پاسکیں جو اصحاب حدیث نہ ہوتے ہوئے بھی ان کی مشابہت اختیار کرلیتے ہیں، ان کتابوں پر تنقید کرنے لگتے ہیں، جنہیں وہ ٹھیک سے کھول بھی نہیں سکتے، اور ایسے تعلیمی عہدوں پر فائز ہوجاتے ہیں، جن کے وہ اہل نہیں ہوتے۔

وللحدیث رجال یعرفون بہ　　　وللدواوین کُتاب وحُساب

(حدیث کے کچھ مخصوص مردان کار ہوتے ہیں جو اس میں مشہور ہوتے ہیں، اور سرکاری دفتروں کے لیے تو منشی و پٹواری بھی کافی ہوتے ہیں)

پھر حافظ سخاویؒ نے بعض ائمۂ حدیث کا یہ ظریفانہ کلام نقل کیا ہے، جس کے اصل الفاظ میں ہی لطف ہے، اس لئے ترجمہ نہیں کیا جارہا ہے؛

ولذلک قال بعض ائمة الحدیث فی ھذا المحل: الذی یطلق علیه اسم المحدث فی عرف المحدثین ان یکون کتب وقرأ وسمع ووعی، ورحل الی المدائن والقری، وحصل اصو ل

وعلق فروعامن کتب المسانید والعلل والتواریخ التی تقرب من الف تصنیف، فاذا کان کذلک فلا ینکر له ذلک، واما اذا کان علی رأسه طیلسان، وفی رجله نعلان، وصحب امیرا من امراء الزمان، اومن تحلی بلؤلؤ ومرجان، اوبثیاب ذات الوان، فحصل تدریس حدیث بالافک والبهتان، وجعل نفسه لعبة للصبیان، لا یفهم مایقرأ علیه من جزء ولا دیوان، فهذا لا یطلق علیه اسم محدث، بل ولا انسان، وانه مع الجهالة آکل حرام، فان استحله خرج من دین الاسلام انتهی۔
(انظر فتح المغیث: ۱/۴۰، ۴۱)

نقد اسناد کی ضرورت کن احادیث میں ہے؟

نقد اسناد کے سلسلہ میں سب سے پہلے یہ وضاحت ضروری ہے کہ بنیادی طور سے ذخیرۂ احادیث میں دو طرح کی حدیثیں پائی جاتی ہیں۔

(۱) وہ احادیث جو نقد ونظر کے مرحلہ سے گزر چکی ہیں اور ائمہ محدثین کی جانب سے ان کی صحت وثبوت یا عدمِ ثبوت کا فیصلہ صراحتاً یا دلالۃً ہو چکا ہے۔

(۲) وہ احادیث جن کے متعلق ائمۂ حدیث کی جانب سے کوئی تصریح، یا دلالت نہیں پائی جاتی جس سے معلوم ہو کہ صحت وضعف کے اعتبار سے ان کا کیا درجہ ہے؟

اس دوسری قسم کی اسانید یقیناً نقد ونظر کی محتاج ہیں، محدثین کے مسلمہ اصولوں پر ان کو پرکھنے کے بعد ہی ان کے ثبوت یا عدم ثبوت کی بات کہی جا سکتی ہے۔

جہاں تک پہلی قسم کی احادیث کا تعلق ہے تو ان میں فرق مراتب ہے، کچھ تو وہ ہیں جن پر نظر ثانی کی قطعاً گنجائش نہیں ہے، اور کچھ ایسی ہیں جن میں گنجائش موجود ہے، جن احادیث پر ائمہ سابقین کی جانب سے حکم لگ چکا ہے، بنیادی طور سے ان کی دو قسمیں ہیں۔

(الف) کتبِ صحاح کی احادیث

جب حدیث کسی ایسی کتاب میں موجود ہو جس کے مصنف نے صحت کا التزام کیا ہو، تو اتنا یقینی ہوگیا کہ اس محدث کے نزدیک وہ شرائط صحت کی جامع ہے اور گمانِ غالب اس کا بھی ہے کہ دیگر حضرات محدثین کے نزدیک بھی وہ صحیح ہے الا یہ کہ اس میں کوئی علت ایسی ظاہر ہوجائے جو ان پر مخفی رہ گئی ہو چنانچہ اس کے مطابق فیصلہ کیا جائے گا اور ایسا کم ہوتا ہے، اس طرح کی کتابوں میں فرق مراتب بھی ہے۔

(۱) صحیحین : یہ کتابیں بحیثیت مجموعی صحت کے اعلی معیار پر ہیں اور باتفاق امت ان کی احادیث صحیح ہیں، چوں کہ بخاری و مسلم کی جلالت شان اور اس فن میں ان کی امامت مسلم ہے، نیز ان کے نقطۂ نظر کا ثمرہ امت میں قبولیت کے ہاتھوں لیا جاچکا ہے، اس لیے اس پر نظر ثانی کی قطعاً گنجائش نہیں ہے۔

(۲) موطا امام مالک : اس کتاب کے متعلق بھی امت کا اتفاق ہے کہ اس میں جو کچھ مرفوع متصل ہے وہ صحیح ہے، بلکہ اس کی بلاغات و مراسیل بھی دیگر ائمہ کے نزدیک سند متصل سے تخریج شدہ ہیں، اسی لیے امام شافعیؒ نے فرمایا ما بعد کتاب اللہ اصح من موطا مالک کہ قرآن کریم کے بعد موطا مالک صحیح ترین کتاب ہے، واضح رہے کہ امام شافعیؒ بخاری و مسلم سے متقدم ہیں، ان کے وقت میں صحیحین کا وجود نہ تھا۔

(۳) مستخرجات صحیحین : صحیحین پر جو کتابیں بطور مستخرج تیار کی گئی ہیں ان کی بھی احادیث صحت کے وصف سے متصف ہیں، کیوں کہ یہ احادیث عموماً صحیحین ہی کی ہیں، البتہ بعض احادیث میں کچھ اضافات و تتمات ہوتے ہیں وہ بھی صحیح کے ہی حکم میں ہوتے ہیں الا یہ کہ کسی خاص حدیث میں کوئی علت ہو، جس کی نشاندہی ائمہ کرام نے کردی ہو، یہ علتیں سند کے اس حصہ میں ہوسکتی ہیں، جو مستخرج کے مصنف اور شیخین کی سند کے ملتقی (جہاں مستخرج کی سند جاکر جڑتی ہے) کے مابین ہے۔

(۴) صحیح ابن خزیمہ : محمد بن اسحاق بن خزیمہ نیساپوری (م ۳۱۱ھ) کی یہ کتاب ایک عرصہ تک اہل علم کے درمیان متداول رہی پھر اس کا کچھ حصہ تقریباً نصف آخر حوادث زمانہ کی نذر ہوگیا،

شروع کا آدھا حصہ ڈاکٹر مصطفی اعظمی کی تحقیق سے طبع ہوا ہے۔

(۵) صحیح ابن حبان : کتاب کی اصل ترتیب تو انواع وتقاسیم پر تھی جس سے استفادہ دشوار تھا، اس لیے ابن بلبان فاسی نے اس کی فقہی ابواب پر ترتیب جدید کردی، عام طور سے ابن حبان تصحیح حدیث کے سلسلہ میں متساہل مانے جاتے ہیں، لیکن تجربہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ابن حبان کا مسلک متوازن اور مبنی برحقیقت ہے، ان کے متساہل کہے جانے کی وجہ یہ ہے کہ عموماً وہ ان رجال کی احادیث کا اپنی صحیح میں اخراج کرلیتے ہیں جو مستور ہوتے ہیں اور ائمہ جرح وتعدیل میں سے کسی نے ان کی توثیق نہیں کی ہوتی، لیکن جیسا کہ آگے ہم ذکر کریں گے ابن صلاح نے ایسے رواۃ کی احادیث کو حجت قرار دینے کا مشورہ دیا ہے، اسی طرح حافظ ابن حجرؒ اس طرح کے رواۃ پر عموماً مقبول کا حکم لگاتے ہیں جن کی احادیث حسن درجہ کی ہوتی ہے، تفصیل عنقریب آرہی ہے۔

اگر چہ ابن حبان اور ابن خزیمہ کا موضوع ان احادیث کا جمع کرنا ہے، جو ان کے نزدیک صحیح ہیں لیکن صحیح کے مفہوم میں ان کے نزدیک عموم ہے، چنانچہ ان کی احادیث کی سند اور رجال پر تحقیقی نظر ڈالنے کے بعد محدثین اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ ان کی سب حدیثیں اصطلاحی اعتبار سے صحیح کا مصداق نہیں ہیں بلکہ ان میں حسن لذاتہ اور حسن لغیرہ کی تعداد بہت ہے، جس سے یہ نتیجہ نکالنا مشکل نہیں کہ ابن خزیمہ اور ابن حبان کے نزدیک صحیح سے مراد ما یصلح للاحتجاج ہے یعنی وہ جس سے استدلال کیا جاسکے عام اس بات سے کہ وہ صحیح لذاتہ ہو، یا صحیح لغیرہ ہو، یا حسن لذاتہ ہو یا لغیرہ ہو، اسی طرح ان دونوں حضرات نے صحت کا حکم لگانے میں حدیث کے شذوذ اور علت سے محفوظ ہونے کی شرط کو بھی ضروری خیال نہیں فرمایا ہے۔

(۶) صحیح ابن السکن، ابوعلی سعید بن عثمان بن سعید بن السکن بغدادی (م ۳۵۳ھ) کی تصنیف ہے، جس کا نام "الصحیح المنتقی" ہے، یہ صحیح احادیث کا انتخاب ہے، اگر چہ یہ کتاب مفقود ہے لیکن اس کے حوالہ سے متعدد کتب میں حدیثیں ملتی ہیں۔

(۷) المستدرک علی الصحیحین للحاکم النیسابوری یہ بھی صحیح احادیث کا مجموعہ ہے، مگر حاکم کا تساہل معروف ہے جس کا انکار نہیں کیا جاسکتا، اس لیے تنہا حاکم کی تصحیح کافی نہیں ہے، جب تک کہ دوسرے ناقدین حدیث کی موافقت حاصل نہ ہو، حاکم کی جن احادیث کی تائید دیگر محدثین سے حاصل نہ ہو وہ بے شک اس قابل ہیں کہ نقدِ اسناد کے اصول پر پرکھ کر ان کے صحیح یا حسن یا ضعیف ہونے کا حکم لگایا جائے۔

(۸) المختارہ للحافظ ضیاء الدین محمد بن عبدالواحد المقدسی (م ۶۴۳ھ): یہ کتاب صحیحین میں موجود احادیث سے زائد صحیح احادیث کا ذخیرہ ہے، اور حافظ ضیاء نے بہت سے ایسی احادیث پر صحت کا حکم لگایا، جن پر سابقین کی جانب سے کوئی حکم نہ تھا، اس کے متعلق حافظ ذہبی فرماتے ہیں،

وھی الاحادیث التی تصلح ان یُحتج بھا سوی مافی الصحیحین

کہ احادیث صحیحین کے علاوہ یہ ایسی احادیث ہیں جو قابلِ استدلال ہیں۔

اور ابن تیمیہ، بدرالدین زرکشی، ابن عبدالہادی، اور حافظ ابن کثیر وغیرہ نے فرمایا کہ ضیاء مقدسی کی تصحیح حاکم کی تصحیح سے زیادہ قوی ہے، اور زرکشی نے تو یہ بھی صراحت کی ہے کہ ان کی تصحیح حاکم کی تصحیح سے بلند حیثیت رکھتی ہے اور امام ترمذی اور ابن حبان کی تصحیح کے قریب قریب ہے، اسی لیے علماء نے المختارہ کی احادیث پر اعتماد کیا ہے، معدودے چند احادیث کے علاوہ جن میں بعض علماء نے اختلاف کیا ہے۔ (دیکھئے: منہج دراسۃ الاسانید للعانی ص ۵۹)

(ب) وہ احادیث جن پر ائمہ نقد نے حکم لگا دیا ہے

ان کے علاوہ احادیث کی ایک بھاری تعداد وہ ہے جس کو متعدد ائمہ حدیث، اور ناقدین عظام نے اصول روایت کی کسوٹی پر کس کر اس کے کھرے کھوٹے ہونے کا فیصلہ کردیا ہے، چنانچہ کسی پر صحیح کا حکم لگایا گیا ہے، تو کسی پر حسن کا، کسی پر ضعیف کا حکم لگا ہے تو کسی پر منکر کا، کسی پر انتہائی ضعیف کا حکم لگا ہے تو کسی پر موضوع ہونے کا۔

ان کتابوں کی تعداد کہاں تک گنوائی جائے جن احادیث کی بابت ائمہ سابقین کی تصریحات مل سکتی ہیں، اجمالی طور سے اتنا عرض ہے کہ محدثین کی تصریحات کے لیے عموماً اس قسم کی کتابوں کی مراجعت مفید ہوتی ہے۔ کتب سنن، کتب احکام، کتب زوائد، کتب شروح، کتب تخاریج، کتب علل وغیرہ ، نیز کتب سنن میں ائمہ ثلاثہ ابوداود، نسائی اور ترمذی کی سنن زیادہ اہمیت رکھتی ہیں۔

نقد احادیث میں حافظ ابن حجر عسقلانیؒ کا مقام امتیازی ہے، اگر کہا جائے کہ علوم حدیث کی پوری لائبریری کے ورق ورق پر آپ کی نظر ہے تو غلط نہ ہوگا، حافظ صاحب اپنی کتب تخاریج اور شروح حدیث کے علاوہ کتب رجال میں بھی جگہ جگہ احادیث کے درجوں اور ان کی علتوں کی وضاحت فرماتے ہیں، اس لیے باحث کو ان کی شخصیت کا دامن مضبوطی سے تھامے رہنا چاہیے، خوش خبری کی بات یہ ہے کہ اس طرح کی تمام احادیث جن پر حافظ صاحب نے کوئی حکم لگایا ہے یا کلام کیا ہے ان کا مجموعہ طبع ہو کر منظر عام پر آ گیا ہے، جس کا نام موسوعة الحافظ ابن حجر الحديثية یہ موسوعہ باحثین کے لیے نعمت غیر مترقبہ سے کم نہیں، اس سے بھرپور استفادہ کرنا چاہیے۔

بہر حال محفوظ ترین طریقہ یہی ہے کہ باحث اپنی طرف سے حدیثوں پر حکم لگانے کی کوشش نہ کرے جہاں تک ہو سکے ائمہ سابقین کی تصریحات تلاش کرے تا کہ اپنی ذمہ داری کے بوجھ سے سبک دوش رہے۔ چنانچہ اگر مطلوبہ حدیث سے متعلق کسی ایسے امام کی تصریح مل جائے جس پر جمہور علماء اعتماد کرتے آئے ہوں اور اکثریت نے اس کو تساہل وغیرہ سے منسوب نہ کیا ہو تو اس پر اکتفاء کر لے، نئے سرے سے نقد اسناد کا جال پھیلانا اپنی جان جوکھم میں ڈالنے کے مترادف ہے۔

ہاں اگر کسی ایسے ناقد کی تصریح ہو جو علمی حلقوں میں ناقابل اعتماد یا سہل انگار مشہور ہو، اور اس کی موافقت دیگر حضرات ناقدین نے نہ کی ہو تو باحث کو چاہیے کہ معتمد و مشہور ناقدین کے طرز عمل کے مطابق اگر اس کا فیصلہ صحیح ہو تو اس کی موافقت کرے، ورنہ مسلمہ اصولوں کا جو تقاضا ہو اسی کے مطابق اس پر حکم لگا دے۔

الغرض نقد اسناد کی ضرورت ان ہی احادیث میں ہوتی ہے جن میں پیشرو ائمہ فن کی جانب سے یا تو بالکل ہی کوئی تصریح نہ ملے، یا ایسے ناقد کی ملے جو جمہور اہل علم کے نزدیک ناقابل اعتبار یا بے جا نرمی برتنے والا مشہور ہو، یا ان احادیث میں ہوتی ہے جن میں تصریح تو کسی امام معتبر کی موجود ہے مگر اس میں کھلی ہوئی کوئی ایسی علت موجود ہے جو اس کی تصحیح یا تحسین سے مانع ہے اور باوثوق طریقہ سے یہ معلوم ہو جائے کہ صحت کا حکم لگانے والے امام کو اس علت کا ہرگز علم نہیں تھا۔

نقد اسناد میں درکار علوم :

نقد اسناد کا دشوار گزار اور حساس ترین فریضہ انجام دینے والے باحث کے لیے ضروری ہے کہ علوم حدیث کی لائبریری پر اسے عبور حاصل ہونے کے ساتھ ساتھ خاص طور پر دو علوم میں امتیازی مقام حاصل ہو۔

(۱) علم اصولِ جرح وتعدیل

(۲) علم اسماء الرجال

علم اصول جرح وتعدیل :

باحث کو چاہیے کہ وہ "علم اصول جرح وتعدیل" میں بصیرت رکھتا ہو، کسی ماہر فن استاذ ومربی کے پاس رہ کر اس علم کے مقدمات، اصول کی جان کاری کے ساتھ ان کی تطبیق کا ملکہ حاصل کر چکا ہو، تاکہ نقدِ اسناد کے عمل کے دوران ہر راوی کو جرح وتعدیل کے تعلق سے اس کا استحقاقی مقام دے سکے، مبادا ثقہ کو ضعیف، یا ضعیف کو ثقہ قرار دے ڈالے گا تو جہاں راوی کے ساتھ ظلم یا بے جا مراعات کا مرتکب ہوگا وہیں سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خیانت جیسے سنگین گناہ کا بھی مرتکب ہو جائے گا۔

یہ موقع نہیں کہ تفصیلی طور سے اصول جرح وتعدیل یہاں بیان کیے جائیں، اس جگہ باحث کو اصولِ جرح وتعدیل کے جن مسائل سے کسی بھی حال میں مفر نہیں صرف ان کا ایک اشاریہ دینے پر اکتفاء کیا جا رہا ہے۔

(۱) جرح وتعدیل کی حقیقت اور ضرورت

(۲) اس راوی کی کیا صفات ہونی چاہئیں جس کی حدیث سے استدلال کیا جاسکے؟

(الف) پہلی صفت عدالت، عدالت کی حقیقت کیا ہے؟ اس کی معرفت کے کیا ذرائع ہوسکتے ہیں؟ ایک شخص کی تعدیل کافی ہوگی یا تعدد مزکین شرط ہے؟ وغیرہ

(ب) دوسری صفت ضابط ہونا، ضبط کی حقیقت واقسام، ضابط ہونا کیسے معلوم ہوسکتا ہے؟ راوی کے ضبط پر اثر انداز ہونے والے اسباب کیا ہوسکتے ہیں؟

اسی ضمن میں یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ جس شخص کی عدالت وضبط کا بالکل حال معلوم نہ ہوسکے خواہ اس کی ذات کے مجہول ہونے کی وجہ سے یا حال کے معلوم نہ ہونے کی وجہ سے اس کی حدیث کا کیا حکم ہوگا؟ پھر مجہول کی کتنی قسمیں ہیں؟ ان کے کیا احکام ہیں؟ راوی سے جہالت کیسے مرتفع ہوسکتی ہے؟ وغیرہ

(۳) پھر عدالت وضبط دونوں اوصاف کے تعلق سے جرح کیوں کر قبول کی جائے گی؟ جارح یا معدل کا کن صفات سے متصف ہونا ضروری ہے؟

جرح یا تعدیل کو قبول کیے جانے کے لیے کیا ان کا مفسر ہونا ضروری ہے؟ یا مبہم بھی کافی ہوسکتی ہیں یا ان میں کوئی تفصیل ہے؟

بسا اوقات ایک ہی راوی کے متعلق جرح وتعدیل کے تعلق سے اختلاف پایا جاتا ہے، بعض دفعہ ایک ہی ناقد کبھی جرح کرتا ہے تو کبھی تعدیل کر دیتا ہے، اسی طرح ایک سے زائد نقاد آپس میں اختلاف کرتے ہیں، ایک جرح کرتا ہے تو دوسرا تعدیل، اس طرح کے مواقع میں کون سی راہ اپنانی چاہیے جو مبنی برانصاف بھی ہو اور مبنی براحتیاط بھی؟

ائمہ جرح وتعدیل راوی کے بارے میں جو الفاظ جرح کے یا تعدیل کے استعمال کرتے ہیں ان میں خفت اور شدت کے اعتبار سے کیا ترتیب ہوسکتی ہے؟

پھران الفاظ میں خفت وشدت کے تناسب سے ان رواۃ کی احادیث کوصحت، حسن، ضعف اوروضع میں سے کون سا درجہ یا مقام دیا جانا چاہیے؟

یہ اوراس طرح کے دیگر سوالات اور مشکلات کے حل کے لیے ہمارے باحث کونقد اسناد کا عمل انجام دیتے وقت پورے طور سے تیار رہنا چاہیے۔

اس فن کے بعض اہم مصادر :

(۱) مولانا عبدالحی لکھنویؒ (م ۱۳۰۴ھ) کی "الرفع والتکمیل" مع تحقیق وتعلیق شیخ عبدالفتاح ابوغدہؒ (م ۱۴۱۷ھ)

(۲) علامہ تاج الدین سبکی کی بحث جوانہوں نے "طبقات شافعیہ" میں احمد بن صالح مصری کے ترجمہ کے تحت تحریر فرمائی ہے اورالگ سے "قاعدة فی الجرح والتعدیل" کے نام سے شیخ ابوغدہؒ کی تعلیقات کے ساتھ "اربع رسائل فی علوم الحدیث" کے ضمن میں مطبوع بھی ہے۔

(۳) شیخ عبدالوہاب عبداللطیف کی کتاب "ضوابط الجرح والتعدیل" ۔

علم اسماء رجال :

یہ علم راویان حدیث کی سوانح عمری یا تاریخ ہےاس میں راویوں کے نام حسب ونسب قوم ووطن، علم وفضل، دیانت وتقوی، ذکاوت وحفظ، وثاقت وضعف اوران کی ولادت ووفات وغیرہ کا بیان ہوتا ہے بغیراس علم کے حدیث کی جانچ مشکل ہے، اس کے ذریعہ ائمہ حدیث نے مراتب رواۃ اور احادیث کی قوت وضعف کا پتہ لگایا اور بہت سے نکات ومشکلات کوحل کیا اس فن کے متعلق مشہور مغربی محقق ڈاکٹر اشپرنگر نے لکھا ہے:

کوئی قوم دنیا میں نہ ایسی گذری نہ آج تک موجود ہےجس نے مسلمانوں کی طرح اسماء رجال کا سا عظیم الشان فن ایجاد کیا ہو، جس کی بدولت آج پانچ لاکھ افراد کا حال معلوم ہوسکتا ہے۔

انواع کتب رجال :

راویوں کے حالات پر جو کتابیں لکھی گئیں ان کو دو قسموں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

(۱) وہ کتابیں جو ایک یا چند مخصوص کتب حدیث کے رجال پر لکھی گئی ہیں۔

(۲) وہ کتابیں جو کسی کتاب حدیث کی قید سے آزاد ہو کر مطلق رجال کے تراجم کے لیے لکھی گئی ہیں۔ (حدیث اور فہم حدیث از ص ۲۸۶ تا ۲۹۷)

مذکورہ بالا پہلی قسم میں سے ان کتابوں کا ذکر قدر تفصیل سے ہوگا، جن کی دورۂ حدیث کے طلباء کو ضرورت پڑتی ہے اور باقی کتابوں کا ذکر اجمال کے ساتھ کیا جائیگا۔

کتب ستہ کے رجال پر لکھی گئی کتابیں :

(۱) الکمال فی اسماء الرجال مؤلف: حافظ عبدالغنی مقدسی (م ۶۰۰ ھ)

مؤلفؒ نے کتب ستہ (بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ) کے جملہ راویوں کے حالات قلمبند کرنے کا بیڑا اٹھایا جو فی نفسہ انتہائی مشکل اور محنت طلب عمل تھا۔ مذکورہ کتابوں سے راویوں کو تلاش کرنا، ان میں تمیز کرنا، پھر ترتیب دے کر حالات تحریر کرنا، شیوخ واساتذہ ذکر کرنا، علماء کے اقوال جمع کرنا اور کون کس کتاب کے راوی ہے وغیرہ بیان کرنا نہایت ہی مشکل اور جگر سوزی کا کام تھا لیکن خدام سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر وہ کارنامہ انجام دیا جو بظاہر ناممکن معلوم ہوتا تھا۔

مؤلف نے اس کتاب میں سب سے پہلے سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ کیا ہے۔ اس کے بعد ان صحابہ کے حالات کو جمع کیا ہے جن کی روایات کتب ستہ میں پائی جاتی ہے پھر جملہ راویوں کو حروف تہجی پر مرتب کر کے ان کے حالات قلمبند کئے البتہ حرف الف میں احمد سے موسوم اور حرف میم محمد سے موسوم ناموں کو مقدم کر دیا ہے۔ کنیت اور خواتین کا ذکر آخر کتاب میں کیا ہے۔

یاقوت حموی صاحب معجم البلدان اس کتاب کے بارے میں فرماتے ہیں کہ یہ بڑی اچھی کتاب ہے۔ (معجم البلدان ۲۔۱۶۰)

امام مزی اس کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں کہ اس کتاب کی جمع وترتیب میں جس قدر محنت کرنی چاہیے وہ نہ کر سکے اور نہ ہی جملہ راویوں کو ذکر کر سکے، تراجم کی معلومات میں بھی کمی رہ گئی اور تقریباً سترہ سو راویوں کے نام ان سے چھوٹ گئے، آپ کی اولاد میں سے کسی نے اس کو مکمل کرنے کی کوشش کی جس میں بے شمار غلطیاں کر بیٹھے۔ (تہذیب الکمال ۱/ ۳۸)

ظاہر بات ہے اتنا عظیم کام جو شخص پہلی مرتبہ کریگا، اس میں اس قسم کی خامیاں رہ جانا فطری امر ہے، یہی کیا کم ہے کہ اتنا بڑا کارنامہ انجام دینے کے لئے انہوں نے پہل کی۔ شکر اللّٰہ له سعیه وجزاه عنا وعن جمیع المؤمنین خیراً

(۲) تهذیب الکمال فی اسماء الرجال تالیف : ابوالحجاج یوسف بن عبدالرحمن دمشقی حافظ مزی (م:۷۴۲)

کتب ستہ کے راویوں کے حالات ذکر کرنے میں "الکمال" کے بعد تہذیب الکمال دوسرے نمبر کی تصنیف ہے، جسے کتب ستہ کے علاوہ کتب ستہ کے مؤلفین کی دیگر تالیفات میں موجود راویوں کے حالات بیان کرنے میں شرف اولیت بھی حاصل ہے۔

یہ امام مزی کا وہ مایہ ناز علمی شاہکار ہے جس کی جس قدر تعریف کی جائے کم ہے، کتب ستہ کے راویوں کے تعارف میں اس کتاب کو امام اور اصل کا درجہ حاصل ہے۔ امام مزی نے اس تالیف کے ذریعہ ایسا کارنامہ انجام دیا ہے جس نے امتِ اسلامیہ کی جبین پر چار چاند لگا دیا ہے۔ امہات کتب حدیث (صحاح ستہ) جن پر اسلام کا دارومدار ہے ان کے راویوں کے مبنی برحقیقت حالات کو جس فنی مہارت، ترتیب بدیع اور خوش اسلوبی سے جمع کیا گیا ہے اس کی نظیر نہیں ملتی۔

وجہ تالیف وتسمیہ :

جب امام مزیؒ نے امام مقدسی کی کتاب "الکمال فی اسماء الرجال" کا مطالعہ کیا تو اس میں بڑی کمی اور نقص محسوس کیا نیز کچھ غلطیاں وخامیاں بھی نظر آئیں، چنانچہ انہوں نے اس کتاب کی

تکمیل، تہذیب اور تصحیح کا بیڑا اٹھایا اور ایسی عظیم الشان جامع تصنیف تیار کی کہ دونوں کتابوں میں کمیت وکیفیت میں کوئی تناسب باقی نہ رہا اور یہ فی نفسہ ایک منفرد کتاب بن گئی، اسی وجہ سے بہت سے علماء اس کتاب کو الکمال کا اختصار تسلیم نہیں کرتے بلکہ ایک مستقل تصنیف مانتے ہیں۔ حقیقت جو بھی ہو امام مزی نے انتہائی محنت ومشقت، عرق ریزی وجگر سوزی کر کے کتب ستہ اور اصحاب کتب ستہ کی دیگر مؤلفات کے راویوں کا جو حق امت کے ذمہ تھا اس کو ادا کر دیا اور ایک طویل مدت کے بعد اس کو مکمل کیا۔ کتاب کی تکمیل کے بعد نظر ثانی، مسودہ کی تبییض کرنے اور آخری شکل دینے میں تقریبا آٹھ سال کا وقفہ لگ گیا اور اس کتاب کا نام "تهذيب الكمال في اسماء الرجال" رکھا۔ (برائے تفصیل مقدمہ تہذیب الکمال ۔ بشار عواد معروف)

اضافی کام :

اس کتاب میں امام مزی نے جو اضافی کام کیا ہے وہ یہ ہے۔

(۱) کتب ستہ کے رجال میں سے جن کا نام اور ترجمہ امام مقدسی سے فوت ہو گیا تھا (جن کی تعداد تقریباً سترہ سو ہیں) ان کو تحریر کیا۔ البتہ کچھ ایسے رواۃ جو کتب ستہ کے نہیں تھے غلط فہمی کی وجہ سے "الکمال" میں ان کا ترجمہ درج ہو گیا تھا ان کو حذف کر دیا۔

(۲) علامہ مقدسی نے صرف کتب ستہ میں موجود راویوں کے حالات قلمبند کئے تھے، امام مزی نے اصحاب کتب ستہ کے دیگر مؤلفات کے راویوں کا بھی ذکر کیا اور ان کے حالات قلمبند کئے۔

(۳) بعض ایسے رواۃ کا اضافہ کیا جو کتب ستہ یا ان کے مؤلفین کی دیگر کتابوں کے راوی نہیں تھے، لیکن کتب ستہ کے رواۃ کے ہم نام تھے، تاکہ دونوں میں تمیز کی جاسکے ایسے راویوں کے نام پر لفظ " تمیز " لکھ دیا ہے۔

(۴) اکثر وبیشتر تراجم میں معلومات کا اضافہ کیا ہے، جس میں صاحب ترجمہ کے اساتذہ، تلامذہ اور ان کے بارے میں علماء جرح وتعدیل کے اقوال، تاریخ پیدائش و وفات کا اضافہ کیا۔

(۵) بعض راویوں کے ترجمہ میں ان کے واسطے سے وارد شدہ حدیثوں میں سے بطور مثال ایک دو حدیثوں کو عالی سند سے ذکر کیا ہے۔

(۶) کتاب کے آخر میں چار فصلوں کا اضافہ کیا ہے، جو انتہائی مفید و نفع بخش ہیں، جن سے راویوں کی تلاش میں بڑی آسانی ہوتی ہے۔

پہلی فصل :

ان راویوں کے بیان میں جو اپنے باپ، دادا، ماں اور چچا وغیرہ کی جانب منسوب ہیں اور اسی سے معروف بھی ہیں ایسے راویوں کو ہر فصل میں حروف معجم پر مرتب کر دیا ہے جیسے ابن جریج، ابن شہاب، ابن علیہ وغیرہ۔

دوسری فصل :

ان راویوں کے بیان میں جو قبیلہ، شہر، گاؤں یا صنعت و حرفت کی جانب منسوب اور مشہور ہیں جیسے اوزاعی، شافعی وغیرہ

تیسری فصل : ان راویوں کے بیان میں جو لقب وغیرہ سے مشہور ہیں جیسے اعرج، اعمش، غندر وغیرہ۔

چوتھی فصل : ان راویوں کے بیان میں جن سے روایات مبہم طور سے وارد ہے، صراحت کے ساتھ نام موجود نہیں۔ ان میں جن کا نام معلوم ہو سکا ہے ان کی وضاحت کر دی ہے، انہیں ناموں کی ترتیب پر اس کو مرتب کیا ہے۔

ترتیب و تنظیم :

بنیادی طور سے یہ کتاب "الکمال" کی ترتیب پر مرتب ہے، البتہ اس کتاب میں صحابہؓ و صحابیاتؓ کو دیگر راویوں سے جدا کر کے الگ الگ فصل میں ذکر کیا تھا۔ اس ترتیب کو امام مزی نے بدل دیا۔ صحابہ کرامؓ کو قسم الرجال میں اسی جگہ ذکر کیا ہے جہاں وہ ترتیب میں مناسبت رکھتے تھے، اسی طرح

صحابیات کو قسم النساء میں جہاں ان کا نام ترتیب میں پڑتا تھا ذکر کیا ہے۔

جس کی وجہ امام مزی نے یہ بتائی ہے کہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ایک صحابیؓ نے دوسرے سے روایت کیا ہے، جن لوگوں کو اس کی معرفت نہیں ہے وہ دوسرے صحابیؓ کو تابعی سمجھ بیٹھتے ہیں اور تابعی کی فہرست میں ان کو تلاش کرتے ہیں پھر وہ دریافت نہیں کر پاتے اور کبھی ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ کوئی تابعی مرسل روایت بیان کرتا ہے تو دیکھنے والا ان کو صحابیؓ سمجھ بیٹھتا ہے اور صحابہؓ کی فہرست میں تلاش کرتا ہے، جب یہ نام ایک ترتیب پر آجانے سے اس خدشہ کا امکان نہیں رہ جاتا اور جب آدمی ان کے ترجمہ کو دیکھتا ہے تو وہاں صحابیت اور تابعیت معلوم ہوجاتی ہے۔ (تہذیب الکمال جرح وتعدیل)

پوری کتاب ابتداء سے لے کر انتہاء تک حروف تہجی پر بڑی دقت کے ساتھ مرتب کی گئی ہے، جس میں راوی کے نام اس کے آباء واجداد نیز نسبت وغیرہ میں بھی اس ترتیب کو ملحوظ رکھا گیا ہے صرف حرف الف میں ان راویوں کو مقدم کردیا ہے جن کا نام "احمد" ہے اور حرف میم میں ان لوگوں کو مقدم کردیا ہے جن کا نام "محمد" ہے۔ جو راوی نسبت سے مشہور ہیں یا اصل نام کے علاوہ کسی اور چیز سے مشہور ہیں تو ان کے ناموں کو دونوں جگہوں پر ذکر کردیا ہے البتہ ترجمہ ایک جگہ ذکر کیا ہے اور دوسری جگہ اسی کا حوالہ دے دیا ہے اس لئے کسی بھی نام کے تلاش کرنے میں کوئی دقت نہیں ہوتی ہے بلکہ انتہائی سہولت اور سرعت کے ساتھ مطلوبہ نام دستیاب ہوجاتا ہے۔

مشتملات : خطبہ اور تمہید کلمات کے بعد "الکمال" کا تعارف اور اس پر تبصرہ کیا ہے، پھر "تہذیب الکمال" کا ذکر ہے، جس میں اس کی وجہ تالیف، ترتیب، اضافی عمل اور رموز کا ذکر کیا ہے۔ پھر علم جرح وتعدیل کے بارے میں علماء کے خیالات اور ان کے اقوال کا ذکر، اس کے بعد کتب ستہ کے بارے میں علماء کے اقوال بیان کئے ہیں۔ پھر اصل کتاب کو سیرت نبوی ﷺ سے شروع کیا ہے۔ سیرت کے بعد تراجم رجال کا سلسلہ ناموں کی ترتیب پر شروع ہوتا ہے، یہ سلسلہ آخر سے کچھ پہلے ختم ہوتا ہے، پھر کنیت کا ذکر ہے اس کے بعد چاروں اضافی فصلوں کا ذکر ہے، مردوں کا سلسلہ ختم ہونے کے بعد خواتین

راویات کو اسی ترتیب پر ذکر کیا ہے۔

کیفیت تراجم : ہر راوی کے ترجمہ میں اس کے مکمل نام ونسب اور نسبت کا ذکر کیا ہے۔ اس کے بعد اس کے جملہ اساتذہ اور شاگردوں کا ذکر ہے، جن کو حروف معجم پر مرتب کر دیا ہے۔ ان میں راویوں کے نام کے ساتھ رموز لگا دیئے ہیں، جس سے یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ صاحب ترجمہ سے کتب ستہ کے راویوں میں سے کس کس کی روایت ان سے پائی جاتی ہے۔ اساتذہ اور شاگردوں کے ذکر کے بعد علماء جرح وتعدیل کے اقوال ذکر کئے ہیں، اس کے بعد کچھ دیگر احوال واخبار وصفات کا حسب موقع ذکر کیا ہے، پھر راوی کی تاریخ وفات کی نشان دہی کی گئی ہے، بہت سے راویوں کے تراجم کے آخر میں اپنی عالی سند کے ذریعہ ایک آدھ حدیث ذکر کی ہے۔

رموز : ہر راوی کے نام کے اوپر کچھ حروف لکھے ہوئے ہیں، یہ ایک طرح کہ رموز ہیں، جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ راوی کی روایت کتب ستہ اور اس کے ملحقات میں سے کس کتاب میں پائی جاتی ہے، ان رموز کی جملہ تعداد ۲۷ ہے۔ جو مندرجۂ ذیل ہے۔

(۱) ع ۔ الجماعۃ کا مخفف ہے، جس راوی پر یہ اشارہ ہے، اس کی روایت کتب ستہ میں پائی جاتی ہے۔

(۲) ۴۔ یہ اربعہ کا مخفف ہے، اس سے اشارہ سنن اربعہ کی جانب ہے۔

(۳) خ ۔ صحیح بخاری

(۴) خت۔ صحیح بخاری میں معلق روایت

(۵) بخ۔ الادب المفرد

(۶) عخ۔ خلق افعال العباد

(۷) ز ۔ جزء القراءۃ خلف الامام

(۸) ی۔ جزء رفع الیدین

(۹) م۔ صحیح مسلم

(۱۰) مق۔ مقدمہ صحیح مسلم

(۱۱) د۔ سنن ابوداؤد

(۱۲) مد۔ کتاب المراسیل لأبی داؤد

(۱۳) قد۔ کتاب الرد علی اہل القدر لأبی داؤد

(۱۴) خد۔ الناسخ والمنسوخ لأبی داؤد

(۱۵) صد۔ فضائل الانصار لأبی داؤد

(۱۶) کد۔ مسند مالک بن انس لأبی داؤد

(۱۷) ف۔ کتاب الفرد لأبی داؤد

(۱۸) ل۔ المسائل لأبی داؤد

(۱۹) ت۔ سنن ترمذی

(۲۰) تم۔ شمائل ترمذی

(۲۱) س۔ سنن نسائی

(۲۲) سی۔ عمل الیوم واللیلۃ للنسائی

(۲۳) عس۔ مسند علی بن ابی طالب للنسائی

(۲۴) کن۔ مسند مالک بن انس للنسائی

(۲۵) ص۔ خصائل علی بن ابی طالب للنسائی

(۲۶) ق۔ سنن ابن ماجہ

(۲۷) فق۔ کتاب التفسیر (تہذیب الکمال)

مصادر مؤلف: اس کتاب میں مؤلف نے بے شمار مصادر و مراجع سے استفادہ کیا ہے، عمومی طور سے اس فن میں تصنیف شدہ سابقہ کتابیں آپ کے مصادر ہیں، لیکن خصوصی طور سے چار کتابوں کو بنیاد بنایا

ہے جو مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) الجرح والتعدیل۔ ابن ابی حاتم (م:۳۲۷)

(۲) الکامل فی ضعفاء الرجال۔ ابن عدی (م:۳۶۵)

(۳) تاریخ بغداد۔ خطیب بغدادی (م:۴۶۳)

(۴) تاریخ دمشق۔ ابن عساکر (م:۵۷۱) (تہذیب الکمال)

کتاب علماء کی نگاہ میں :

علماء امت نے اس کتاب کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ جس میں سے چند یہ ہیں۔

علامہ صفدیؒ فرماتے ہے کہ اس کتاب نے سابقہ کتابوں پر گہن لگا دیا اس کے حصول کے لئے لوگوں نے دور دراز کا سفر کیا۔

امام سبکیؒ فرماتے ہے کہ صنف تہذیب الکمال المجمع علی انہ لم یصنف مثلہ یعنی علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اس طرح کی کوئی دوسری کتاب تصنیف نہیں کی گئی ہے۔

علامہ مغلطائیؒ فرماتے ہیں کہ یہ کتاب عظیم فائدہ، کثرتِ منفعت سے بھرپور ہے، اس فن میں جو اختراعی ترتیب دی ہے اور جو طریقہ اختیار کیا ہے، سابقین میں اس کی نظیر نہیں ملتی، یہ کتاب فقہاء و محدثین کے درمیان فیصل کی حیثیت رکھتی ہے۔ (مقدمہ بشار عواد معروف تہذیب الکمال ۱/۴۹ جرح وتعدیل)

مرکز توجہ :

یہی وجہ ہے کہ یہ کتاب اپنی عظمت، قدر و منزلت وافادیت کی وجہ سے مؤلف کے زمانہ ہی میں ہر چہار جانب مشہور ہو چکی تھی اور بعد میں آنے والے محدثین وعلماء کی توجہ کا مرکز بنی رہی، چنانچہ کچھ علماء نے اس کی تہذیب وتنقیح کی تو کچھ نے اس کو مختصر کیا تو کچھ نے اس کی تکمیل کی جن لوگوں نے اس کی

تہذیب کی ان میں امام ذہبیؒ، حافظ ابن حجرؒ قابل ذکر ہیں۔ امام ذہبیؒ کی تصنیف کا نام "تذہیب التہذیب" اور حافظ ابن حجرؒ کی تصنیف کا نام "تہذیب التہذیب" ہے جس کا تذکرہ ان شاء اللہ آئندہ آئے گا۔

جن لوگوں نے اس کا اختصار کیا ہے، ان میں امام ذہبیؒ کی کتاب "الکاشف لمن له روایة فی کتب الستہ" کافی مشہور ہے، ان کے علاوہ رافع سلامی، ابوالعباس اندرشی، ابن بروس بعلبکی نے بھی اس کا اختصار کیا ہے۔

جن حضرات نے دوسری کتابوں کے راویوں کا اضافہ کرکے اس کی تکمیل کی ہے، ان میں حافظ علاء الدین مغلطائی اور ابن ملقن کی "اکمال تہذیب الکمال" قابل ذکر ہے، ان کے علاوہ علامہ حسینیؒ، ابن کثیر، امام عراقی اور علامہ سیوطیؒ نے بھی اس پر اکمالات تحریر کئے ہیں۔

یہ کتاب ڈاکٹر بشار عواد معروف حفظہ اللہ تعالی کی گراں قدر تحقیق سے ۳۵ جلدوں میں مطبوع ہوکر منظر عام پر آچکی ہے، جس پر محقق کا ایک نفیس علمی مقدمہ بھی ہے، قابل ذکر بات یہ ہے کہ محقق نے اس میں بہت سے ایسے راویوں کا اضافہ بھی کیا ہے، جو اس کتاب میں موجود راویوں کے ہم نام ہے، یہ اضافہ تمیز کے طور پر حاشیہ میں کیا گیا ہے۔

سنت نبوی ﷺ سے تعلق رکھنے والے علماء وطلباء کے لئے یہ گراں قدر علمی سرمایہ، عظیم تحفہ اور نعمت بے بہا ہے۔

(۳) تذہیب تہذیب الکمال فی اسماء الرجال تالیف : ابوعبداللہ محمد بن احمد بن عثمان بن قائماز (حافظ ذہبیؒ م: ۷۴۸)

یہ کتاب جیسا کہ نام سے واضح ہے امام مزیؒ کی کتاب تہذیب الکمال کا اختصار اور تہذیب ہے، جس میں کچھ معلومات کا اضافہ امام ذہبیؒ نے اپنی طرف سے کیا ہے، یہ اضافہ عموماً راویوں کے بارے میں جرح وتعدیل سے متعلق ائمہ محدثین کے اقوال ہیں، اسی طرح سے ضبط اسماء نیز تاریخ

وفات کا بھی اضافہ کیا ہے، اس کتاب کی تصنیف میں آٹھ ماہ وقت لگا ہے۔ (تہذیب الکمال مقدمہ محقق)

کتاب کی ترتیب وتنظیم اسی طرح سے ہے، جس طرح سے تہذیب الکمال کی ہے، تہذیب الکمال چونکہ کتب ستہ اور ان کے ملحقات کے راویوں پر مشتمل ہے۔ لہذا یہ کتاب انہیں راویوں کے حالات پر مشتمل ہے، وہ سارے رموز جو اصل کتاب میں مستعمل ہوئے ہیں۔ اس میں بھی سب کو برقرار رکھا گیا ہے۔

حافظ ابن حجرؒ نے اس کتاب پر (خاص طور سے جو اضافہ امام ذہبیؒ نے کیا ہے اس پر) یوں تبصرہ کیا ہے، وان زاد ففی بعض الاحیان وفیات بالظن والتخمین او مناقب لبعض المترجمین مع اہمال کثیر من التوثیق والترجیح الذین علیہما مدار التضعیف والتصحیح یعنی امام ذہبیؒ نے بہت کم اضافہ کیا ہے اور جو اضافہ کہیں کہیں کیا بھی ہے، وہ تاریخ وفات سے متعلق ہے جو اندازاً کیا گیا ہے، بعض صاحب ترجمہ کے فضائل کا اضافہ ہے، البتہ جرح وتعدیل کے بارے میں بہت اہمال سے کام لیا ہے۔ (تہذیب التہذیب: ۳۵/۱)

یہ حافظ ابن حجرؒ کا تبصرہ امام ذہبیؒ کی اسی کتاب پر ہے، جس میں بقول [illegible] ایک مؤلف کا اپنا اپنا نظریہ اور طریقہ ہوتا ہے، جس کے مطابق وہ کام کرتا ہے۔ امام ذہبیؒ نے اپنی پسند کے مطابق کام کیا، کوئی ضروری نہیں کہ وہ حافظ ابن حجر کو بھی پسند آجائے۔ حافظ ذہبیؒ جیسے حضرات جن کو خود حافظ ابن حجرؒ نے وھو من اھل الاستقراء التام فی الرجال کا خطاب دیا ہے۔ ان سے یہ کیسے توقع کی جاسکتی ہے کہ انہوں نے ظن وتخمین سے کام لیا ہے، خود حافظ ابن حجرؒ نے ان اضافات سے استفادہ کا اقرار بھی کیا ہے۔ وہ اپنی کتاب تہذیب التہذیب کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ قد الحقت فی ہذا المختصر ماالتقطتہ من تذھیب التہذیب للحافظ الذھبی رحمہ اللہ فانہ زاد قلیلا فرأیت ان اضم زیاداتہ لکمل الفائدہ یعنی تذہیب التہذیب میں امام ذہبیؒ نے کچھ اضافہ کیا ہے، میں

نے ان اضافوں کو اس مختصر (تہذیب التہذیب) میں شامل کرلیا ہے تاکہ مکمل فائدہ ہوجائے۔

یہ زیادتی جو ظن وتخمین پر مبنی ہے، خواہ صرف وفیات ہی سے متعلق کیوں نہ ہو، اس سے استفادہ کرنا اور اپنی کتاب میں شامل کرلینا پھر کیوں کر درست ہوگا؟ لہذا کتاب کی اہمیت اپنی جگہ پر مسلم ہے اور حافظ ابن حجرؒ کا یہ تبصرہ محل نظر ہے۔ اس کتاب کی اہمیت کا اندازہ اس سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ بعد کے علماء نے اس کا بھی اختصار کیا ہے۔ انہیں میں سے ایک خلاصة الخزرجی ہے، جس کا ذکر آگے آرہا ہے۔ (جرح وتعدیل ص ۴۷۶)

(۴) الکاشف فی معرفة من له روایة فی الکتب الستة

یہ کتاب بھی امام ذہبیؒ کی تالیف ہے، جس کو انہوں نے امام مزی کی کتاب تہذیب الکمال سے مختصر کیا ہے کتاب کے نام ہی سے موضوع واضح ہے، یعنی اس کتاب میں صرف انہی راویوں کا تذکرہ ہے، جن کی روایتیں کتب ستہ میں پائی جاتی ہیں، دیگر ملحقات میں نہیں پائی جاتی، اصحاب کتب ستہ کی دیگر کتابوں کے راویوں کو، نیز ان راویوں کو جنہیں تمیز کے طور پر یا تنبیہ کے طور پر امام مزیؒ نے ذکر کیا تھا، ان کو حافظ ذہبیؒ نے حذف کردیا۔

ترتیب وتنظیم اور رموز اصل کے مانند ہیں، تراجم کافی مختصر ہیں، عموماً سطر دو سطر سے زیادہ نہیں، اس کتاب کے بارے میں حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ انما ھی کالعنوان تتشوق النفوس الی الاطلاع علی ماوراءہ (تہذیب التہذیب: ۳۵/۱)

(۵) اکمال تہذیب الکمال فی اسماء الرجال: تالیف۔ حافظ مغلطائی متوفی ۷۶۲ھ

رجال کتب ستہ سے متعلق کتابوں میں سے ایک عظیم کتاب حافظ علاء الدین بن قلیج مغلطائی کی ہے، جو کافی مفید کتاب ہے، حافظ ابن حجرؒ کا اس پر کافی اعتماد رہا ہے۔ اس کتاب میں علامہ علاء الدین مغلطائی نے امام مزیؒ کی کتاب تہذیب الکمال سے کچھ چیزوں کو حذف کردیا ہے اور کچھ معلومات کا اضافہ کرکے اس کی تکمیل کی ہے۔ جس کی تفصیل یہ ہے۔

اس کتاب کو اصل کی ترتیب پر مرتب کیا ہے اور سارے تراجم اور رموز کو اپنی جگہ پر برقرار رکھا ہے، ہر ترجمہ کے ذکر کے بعد کسی نہ کسی قسم کی تعلیق اس پر لگائی ہے اور تبصرہ کیا ہے۔ وہ ساری عبارتیں جن کو امام مزیؒ نے کہیں سے نقل کیا تھا، انہوں نے ان کا مراجعہ کیا اس طرح ان نصوص کی توثیق وتصدیق کردی۔ جرح وتعدیل سے متعلق معلومات کا اضافہ کیا ہے، ضبط اسماء وانساب کی جانب خصوصی توجہ دی ہے، بہت سے ناموں کا اضافہ کیا ہے، جو عموماً تمیز کے طور پر کئے گئے ہیں۔

اس کتاب میں سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو مکمل طور پر حذف کردیا گیا ہے۔ نیز ان احادیث کو بھی مع سند ومتن حذف کردیا ہے، جن کو امام مزیؒ نے اپنی سند عالی سے ذکر کیا تھا، ایسے اخبار وواقعات جن کا تعلق جرح وتعدیل سے نہیں تھا، ان کو بھی حذف کردیا ہے، امام مزیؒ نے صاحب ترجمہ کے شیوخ وتلامذہ کے استیعاب کی جو کوشش کی ہے اس پر تنقید کی ہے اور ان میں اکثر وبیشتر کو حذف کردیا ہے، ان ساری چیزوں کو حذف کرنے کے باوجود یہ کتاب حجم میں تقریباً تہذیب الکمال کے مساوی ہے۔

حافظ ابن حجرؒ نے اپنی تہذیب میں اس کتاب سے کافی استفادہ کیا ہے، حذف وتہذیب میں ان کی اتباع کی ہے اور اس کو ایک عظیم کتاب قرار دیا ہے، تہذیب التہذیب میں جو اضافے ہیں عموماً اسی کتاب سے ماخوذ ہیں۔

اس کتاب کے مختلف اجزاء مختلف کتب خانوں میں پائے جاتے ہیں، تفصیل کے لئے ڈاکٹر بشار عواد معروف کا مقدمہ ملاحظہ فرمائیں۔

اس کتاب کی تکمیل کے بعد مغلطائی نے اس میں سے ان راویوں کو الگ جمع کردیا ہے، جن کے بارے میں ان کا خیال تھا کہ امام مزیؒ سے ان کے بارے میں غلطیاں ہوگئی ہیں، اس کا نام "اوھام التہذیب" رکھا ہے۔ (مقدمہ تہذیب الکمال ۱/۶۱ جرح وتعدیل)

(۶) ذیل الکاشف: تالیف: ابوزرعہ عراقی (م: ۸۲۶)

امام ذہبیؒ کی کتاب "الکاشف" پر اس کی اہمیت کے پیش نظر ابوزرعہ عراقی نے ذیل "ذیل

الکاشف " کے نام سے تحریر کیا ہے، اس کتاب میں امام عراقیؒ نے ان راویوں کا ذکر کیا ہے جو مؤلفین کتب ستہ کی دیگر کتابوں کے راوی تھے، جن کو امام ذہبیؒ نے الکاشف سے حذف کر دیا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ مسند احمد بن حنبلؒ اور زیادات عبداللہ کے راویوں کا اضافہ کیا ہے۔ (ذیل الکاشف ص ۲۹)

الکاشف اور ذیل دونوں محقق و مطبوع ہیں، الکاشف میں ۷۷۸۰ اور ذیل الکاشف میں ۲۱۹۸ راویوں کا ذکر ہے۔

(۷) تہذیب التہذیب: تالیف۔ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲)

کتب ستہ کے رجال کی خدمت کرنے والی کتابوں کی ایک نہایت اہم اور معتبر کڑی تہذیب التہذیب یعنی تہذیب تہذیب الکمال فی اسماء الرجال ہے۔

تعارف :

اس کتاب کے مؤلف حافظ ابن حجر عسقلانیؒ ہیں، بنیادی طور سے یہ کتاب جیسا کہ نام سے واضح ہے، امام مزیؒ کی کتاب تہذیب الکمال سے متعلق ہے، اس میں مذکورہ کتاب کو مہذب اور مختصر کیا گیا ہے، اس لئے اس میں ان تمام راویوں کا تذکرہ ہے، جو کتب ستہ کے راوی ہیں، نیز اصحاب کتب ستہ کی کچھ دیگر تالیفات کے رواۃ بھی ہیں، اسی طرح ان کے ہم نام راویوں کو بھی برقرار رکھا ہے، جن کو امام مزیؒ نے بطور تمیز ذکر کیا تھا۔

حافظ ابن حجرؒ کی باکمال شخصیت، ان کے تحری و تثبت نیز فیصلوں پر بعد میں آنے والوں نے بہت زیادہ اعتماد کیا ہے، اس لئے یہ کتاب علماء کے یہاں بے حد مقبول و معتمد ہے۔ علماء نے کتب ستہ کے راویوں کے تراجم کے لئے حافظ ابن حجرؒ کی دونوں کتابوں "تہذیب التہذیب" اور " تقریب التہذیب " پر ہی زیادہ اعتماد کیا ہے۔ ان کی تہذیب منظر عام پر آنے کے بعد ذہبی کی " تذہیب "، مغلطائی کی " الاکمال " اس کے سامنے ماند پڑ گئی، حتی کہ اس کی اصل تہذیب الکمال کی طرف بھی علماء کی اتنی توجہ نہیں رہی جتنی ان دونوں کتابوں پر رہی۔

یہ کتاب تہذیب الکمال کے مقابلہ میں مختصر اور جامع ہے، اس لئے کہ اس میں راویوں کے تعلق سے صرف ضروری معلومات ہی جمع کی گئی ہے، نیز تراجم رجال کا اصل مقصد جرح وتعدیل کی معرفت ہوتی ہے، جو اس کتاب میں دیگر کتابوں کے مقابلہ میں زیادہ ہے۔

وجہ اختصار: حافظ ابن حجرؒ نے اس کتاب کے مہذب ومختصر کرنے کی وجہ یہ بتائی ہے کہ عموماً لوگ طویل کتابوں سے گھبراتے ہیں اوران سے استفادہ کرنے میں کاہلی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔(چونکہ امام مزیؒ کی کتاب انتہائی مفید ہونے کے باوجود کافی طویل تھی)لہذا لوگ امام ذہبیؒ کی کتاب "الکاشف" کی طرف زیادہ توجہ دینے لگے، جس سے مقصد پورا نہیں ہوتا تھا۔ نیز بعض تراجم میں معلومات بالکل نہ ہونے کے برابر تھی، اس میں اضافہ کی ضرورت تھی، اس لئے میں نے سوچا کہ اس کتاب کو مناسب طریقہ سے مختصر کردیا جائے جو مفید ہو۔(تہذیب التہذیب: ۱/۳۵ جرح وتعدیل)

اختصاری عمل :

امام مزیؒ نے اپنی کتاب تہذیب الکمال کے مقدمہ میں تین فصلیں قائم کی تھی۔

(۱) شروط الائمة الستة (۲) الحث عن الرواية من الثقات (۳) السيرة النبوية ﷺ

(۱) حافظ ابن حجرؒ نے ان فصلوں کو یکسر حذف کردیا، اس لئے کہ ان کا تعلق علوم حدیث اور سیرت کی کتابوں سے ہے۔

(۲) امام مزیؒ نے جن احادیث کو اپنی اسناد عالیہ کے واسطے سے ذکر کیا تھا ان کو بالجملہ مع سند ومتن کے حذف کردیا۔

(۳) وہ سارے اختلافات جن کا تعلق راوی کی تاریخ وفات سے تھا ان کو بھی حذف کردیا۔

(۴) اسی طرح ان واقعات واخبار کو بھی حذف کردیا جن کا تعلق جرح وتعدیل سے نہ تھا۔

(۵) امام مزیؒ نے ہر راوی کے جملہ اساتذہ وتلامذہ کو ذکر کرنے کی کوشش کی تھی، حافظ ابن حجرؒ نے ان سب کو حذف کردیا جو مشہور یا قریبی تھے صرف ان کو باقی رکھا، جس کی وجہ یہ بتائی کہ راویوں کے اساتذہ

وتلامذہ کا حصر کرنا ناممکن ہے، اس طرح یہ کتاب مختصر ہو کر تہذیب الکمال کے بہ نسبت ایک تہائی رہ گئی ہے۔

اضافی عمل :

حافظ ابن حجرؒ نے اس کتاب میں کچھ اہم اضافی کام کیا ہے وہ یہ ہیں۔

(۱) بعض راویوں کا اضافہ کیا جو کتاب کی شرط پر تھے، لیکن امام مزیؒ سے فوت ہو گئے تھے۔

(۲) بعض ایسے راویوں کا اضافہ کیا جو ان کتب کے راویوں کے ہم نام تھے، یہ اضافہ اس لئے کیا تا کہ دونوں میں فرق کیا جا سکے۔ اس لئے ان کے نام پر رمز کے بجائے لفظ تمیز لکھ دیا ہے۔

(۳) الکمال فی اسماء الرجال کے ان راویوں کو جن کی روایت امام مزیؒ کو کتب ستہ میں نہیں مل سکی تھی، انہوں نے ان کو حذف کر دیا تھا، حافظ ابن حجرؒ نے ان راویوں کو بھی اس کتاب میں شامل کر لیا کیونکہ احتمال کے طور پر ذکر کر دینا فائدہ سے خالی نہیں اور حذف کے مقابلہ میں باقی رکھنا بہتر ہے۔

(۴) سب سے اہم اضافہ ائمہ نقد کے اقوال کا ہے، جو جرح وتعدیل سے متعلق ہیں، اس طرح کہ اضافہ کی جہاں گنجائش تھی اس کو ترجمہ کے بالکل آخر میں ذکر کیا ہے اور لفظ "قلت" سے اس کی ابتداء کی ہے۔ لہذا راوی کے ترجمہ میں جہاں لفظ "قلت" آیا ہے، اس کے بعد کی معلومات حافظ ابن حجرؒ کے زیادات ہیں۔

ترتیب ورموز :

یہ کتاب بھی اپنی اصل یعنی تہذیب الکمال کی طرح نہایت ہی دقیق ترتیب پر حروف تہجی کے اعتبار سے مرتب ہے، صرف حرف الف میں "احمدین" اور حرف میم میں "محمدین" کو مقدم کیا گیا ہے، ناموں کے بعد کنیت سے مشہور راویوں کا ذکر ہے، پھر دیگر چار فصلوں میں منقسم راویوں کا ذکر ہے۔ جیسے کہ تہذیب الکمال میں ہے، آخر میں خواتین کا تذکرہ اسی دقیق ترتیب سے کیا گیا ہے، لہذا کتاب سے استفادہ بہت ہی آسان ہے اور ساری کتاب ایک فہرست جیسی ہے، دونوں کتابوں کی ترتیب میں

کوئی فرق نہیں ہے، سوائے اس کے کہ 'تہذیب التہذیب' میں راوی کے مشائخ وتلامذہ کو شہرت اور قربت کی بنیاد پر مرتب کیا گیا ہے۔ اس کتاب میں وہ سارے رموز اسی طرح برقرار رکھے گئے ہیں، جس طرح تہذیب الکمال میں ہیں۔

مصادر :

اس کتاب کے وہی مصادر ہیں جو تہذیب الکمال کے مصادر ہیں، البتہ اضافی معلومات کے لئے جو مصادر خصوصی طور سے استعمال کئے گئے ہیں ان میں علامہ مغلطائی کی تالیف "اکمال تہذیب الکمال" ہے، اس سے مؤلف نے بھرپور استفادہ کیا ہے اور اختصار میں عموماً اسی کتاب کا طریقہ استعمال کیا ہے، نیز امام ذہبیؒ کی کتاب "تذہیب التہذیب" سے بھی مفید معلومات کو منتخب کیا ہے۔

مؤلف کتاب نے اپنی کتاب کی افادیت بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ فرض کیجئے کہ اس کتاب میں کچھ نہیں ہے تو بھی کم از کم مناسب حجم میں دو کتابوں (مزی کی تہذیب الکمال اور مغلطائیؒ کی اکمال تہذیب الکمال) کا مجموعہ ضرور ہے اور یہ بھی بہت بامقصد عمل ہے۔ (تہذیب التہذیب ۱/۴۰)

(۸) تقریب التہذیب تالیف : حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲)

تعارف اور وجہ تالیف :

کتب ستہ اور اس کے ملحقات کے راویوں کی معلومات کے لئے یہ ایک مختصر، جامع ترین اور انتہائی مفید کتاب ہے۔ جو بقامت کہتر بقیمت بہتر کی مصداق ہے۔ اس کتاب کو حافظ ابن حجرؒ نے تہذیب التہذیب کے بعد تصنیف کیا ہے، تہذیب التہذیب جس میں تہذیب الکمال کو مختصر اور مہذب کیا گیا تھا، مختصر ہونے کے باوجود بھی کافی طویل تھی، (جو فی الحال بارہ جلدوں میں مطبوع ہے) اس لئے کچھ محبین علم نے ان سے یہ درخواست کی کہ اس کتاب کو بھی مختصر کر دیا جائے تو بہتر ہوگا، چنانچہ کچھ پس وپیش کے بعد انہوں نے اس کے اختصار کا بیڑا اٹھایا اور ایسے نرالے ڈھنگ سے تیار کیا جس کی نظیر

نہیں ملتی، معمولی سے وقت میں چند کلمات کے ذریعہ راوی کے بارے میں ضروری معلومات حاصل ہوجاتی ہے، یہ کتاب اپنے اس قالب میں انتہائی مشہور اور متداول ہوئی علماء نے اس پر بھرپور اعتماد کیا، جس کو تفصیل وتحقیق کی ضرورت ہوتی ہے، وہی دوسری کتابوں کی مراجعت کرتا ہے ورنہ اسی کو کافی سمجھتا ہے۔

ترتیب :

یہ کتاب ہوبہو اپنی اصل تہذیب التہذیب کی طرح حروف معجم پر مرتب ہے۔آخر میں کنیت اور دیگر چار فصلیں اس میں بھی اسی طرح ہیں، البتہ خواتین کے باب میں مبہمات کا اضافہ کیا گیا ہے جو تہذیب التہذیب میں نہیں ہے، ان مبہم خواتین کی ترتیب ان سے روایت کرنے والوں کے نام پر مرتب ہے۔

اہم خوبی :

اس کتاب کی سب سے اہم خوبی یہ ہے کہ اس میں ہر راوی کی شخصیت اور اس کے بارے میں واردشدہ اقوال کا بغائر مطالعہ کر کے ایک جامع فیصلہ تیار کیا گیا ہے، جس میں جرح وتعدیل کے جو بارہ مرتبے ہیں، ان کو سامنے رکھ کر راوی کے لئے جو مناسب کلمہ ومرتبہ ہوتا تھا، اس پر حکم لگادیا گیا ہے، مثلاً ثقہ، ثبت، ثقہ، صدوق، لاباس بہ، مقبول، ضعیف وغیرہ راوی کے بارے میں خاص طور سے متضاد اقوال کا یہی جامع خلاصہ وفیصلہ اس کتاب کے مقبول ومتداول ہونے کا سب سے اہم سبب ہے، اس لئے کہ راویوں کے حالات معلوم کرنے کا سب سے اہم مقصد یہی ہے۔

کیفیت :

اس کتاب میں عموماً تراجم ایک یا دوسطر میں مکمل ہوگئے ہیں جس میں راوی اور اس کے باپ دادا کے نام کے ساتھ ساتھ اس کی مشہور نسبت، کنیت، لقب وغیرہ کا ذکر آگیا ہے، مشکل اور متشابہ نام کا حروف کے ذریعہ ضبط کردیا گیا ہے، راویوں کے اساتذہ وتلامذہ کا ذکر نہیں کیا گیا ہے بلکہ اس کی جگہ ان کو

طبقات پر تقسیم کیا گیا ہے اور جو راوی جس طبقہ کا ہے اس کا ذکر اس کے ترجمہ میں کر دیا گیا ہے۔ انہیں طبقات کے ذریعہ راوی کی تاریخ وفات کی تعیین بھی کی گئی ہے، ان طبقات کا سمجھنا اس کتاب میں تاریخ وفات کی تعیین کے لئے بہت ضروری ہے، اس کے بغیر تاریخ وفات سمجھنا ممکن نہیں۔

مناسب معلوم ہوتا ہے ان بارہ طبقات کو تقریب التہذیب سے بعینہ نقل کر دیا جائے۔

پہلا طبقہ : صحابہ کرامؓ باختلاف مراتب

دوسرا طبقہ : کبار تابعینؒ جن میں مخضرمین بھی شامل ہیں، مثلاً ابن المسیب

تیسرا طبقہ : تابعینؒ کا متوسط طبقہ جیسے حسن بصری، ابن سیرین

چوتھا طبقہ : تابعینؒ کے متوسط طبقہ سے قریب تر طبقہ، جن کی زیادہ تر روایتیں کبار تابعینؒ سے ہیں، جیسے زہری، قتادہ (یعنی تابعینؒ کے متوسط اور طبقہ صغری کے درمیان کا طبقہ)

پانچواں طبقہ : تابعینؒ کا طبقہ صغری، جنہوں نے ایک دو صحابہؓ کو دیکھا، لیکن صحابہؓ سے سماع ثابت نہیں جیسے اعمشؒ

چھٹا طبقہ : تابعینؒ کا وہ طبقہ جو طبقہ خامسہ کا ہم عصر تھا لیکن کسی صحابیؓ کو نہیں دیکھا جیسے ابن جریج

ساتواں طبقہ : کبار اتباع تابعینؒ جیسے امام مالکؒ، سفیان ثوریؒ وغیرہ

آٹھواں طبقہ : اتباع تابعینؒ کا طبقہ وسطی جیسے سفیان بن عیینہؒ، ابن علیہؒ۔

نواں طبقہ : اتباع تابعینؒ کا طبقہ صغری جیسے یزید بن ہارونؒ، امام شافعیؒ، ابوداؤد طیالسی۔

دسواں طبقہ : وہ بڑے بڑے اہل علم جنہوں نے تبع تابعین سے روایت کیا ہے، لیکن تابعینؒ سے ملاقات نہیں ہوئی جیسے امام احمد بن حنبلؒ (یعنی تابع اتباع تابعینؒ کا پہلا طبقہ)

گیارہواں طبقہ : تبع تابعینؒ سے روایت کرنے والا طبقہ وسطی جیسے امام بخاریؒ، امام ذہلیؒ (یعنی تابع اتباع تابعینؒ کا دوسرا طبقہ)

بارہواں طبقہ : تبع تابعینؒ روایت کرنے والا طبقۂ صغریٰ جیسے امام ترمذیؒ، ان میں اصحاب کتب ستہ کے وہ مشائخ بھی شامل ہیں جن کی وفات متاخر ہے۔

بذریعہ طبقات وفات کی تعیین :

(۱) اگر راوی پہلے یا دوسرے طبقہ کا ہوگا تو اس کی سن وفات ایک سو ہجری سے پہلے کی ہوگی۔

(۲) اگر تیسرے طبقہ سے لے کر آٹھویں طبقہ کے آخر تک کا ہے تو اس کی سن وفات ایک سو ہجری کے بعد ہوگی۔

(۳) اور اگر نویں طبقہ سے لے کر بارہویں کے آخر تک کا ہے تو اس کی سن وفات دو سو کے بعد ہوگی، اگر کہیں اس کے برخلاف ہے تو اس کی وضاحت کردی گئی ہے۔

مزید وضاحت :

مثال کے طور پر اس کتاب کے سب سے پہلے راوی "احمد بن ابراہیم" ہیں ان کا ترجمہ کتاب میں اس طرح ہے۔ **احمد بن ابراهيم بن خالد الموصلي ابو علي نزيل بغداد صدوق من العاشرة مات سنة ست و ثلاثين۔ د۔ فق**

احمد بن ابراہیم بن خالد جو اصلاً موصل کے رہنے والے تھے، لیکن بغداد کو اپنا وطن بنایا، یہ راوی صدوق ہیں یعنی یہ کہ مراتب تعدیل کے چوتھے درجہ کے راوی ہیں جن کی روایت قابل قبول ہوتی ہے، ان کا تعلق دسویں طبقہ سے ہے، ان کا انتقال سن ۳۶ھ میں ہوا ہے یعنی چونکہ یہ دسویں طبقہ کے ہیں اس لئے ان کی وفات سن دو سو ہجری کے بعد کی ہے۔ لہٰذا سن ۳۶ھ پر دو سو کا اضافہ کریں، اس طرح سے ان کی وفات سن ۲۳۶ھ میں ہوئی ہے۔ د۔ فق یعنی یہ سنن ابوداؤدؒ اور ابن ماجہؒ کی کتاب التفسیر کے راوی ہیں۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ راوی کے ترجمہ میں جو تاریخ وفات موجود ہے اگر وہ راوی پہلے یا دوسرے طبقہ کا ہے تو اس کی تاریخ میں کسی قسم کا اضافہ نہ ہوگا وہی اس کی تاریخ وفات ہوگی، لیکن اگر

تیسرے سے لے کر آٹھویں طبقہ تک کا ہے تو تاریخ وفات میں مذکور عدد پر ایک سو کا اضافہ کر دیا جائے گا اور اگر نویں سے بارہویں طبقہ تک کا ہے تو مذکورہ عدد پر دو سو کا اضافہ کر دیا جائے گا۔

رموز :

راوی کے ترجمہ میں وہ سارے رموز اسی طرح موجود ہیں جس طرح اس کی اصل تہذیب التہذیب اور اصل الاصل تہذیب الکمال میں موجود ہیں اگر کسی راوی پر یہ علامت نہیں ہے، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ترجمہ یا تو گذر چکا یا آئندہ آئے گا، عموماً اس طرح کے تراجم کنیت اور اس کے بعد کی فصلوں میں پائے جاتے ہیں۔ انتہی

(یہاں سے بارہ مراتب تک کتاب "حدیث اور فہم حدیث" ص ۳۰۵ تالیف: مفتی عبد اللہ صاحب معروفی (استاذ شعبۂ تخصص فی الحدیث دار العلوم دیوبند) سے منقول ہے۔)

یہ کتاب تمام کتب اسماء الرجال میں استفادہ کے لحاظ سے آسان ترین ہے، سب سے زیادہ مہیا اور عام ہے، روات کی ثقاہت وضعف کے اعتبار سے درجہ بندی میں سب کتب سے پختہ ترین اور جامع ترین ہے بلکہ کتب ستہ اور ان کے ملحقات کے رجال کے تعلق سے اس کی حیثیت سیکڑوں کتب رجال وفنون حدیث سے کشیدہ کئے ہوئے عطر کی ہے، اس لئے کتب ستہ کے رجال کی تحقیق کے لئے اسی کتاب کو معیار بنایا جا رہا ہے۔

دکتور ولید عانیؒ نے تقریب میں حافظ کی جانب سے صادر کئے گئے احکامِ جرح وتعدیل اور ان کے مراتب کا بڑی باریکی سے مطالعہ کیا ہے، اور مختلف پہلوؤں سے پرکھ کر اس نتیجہ پر پہونچے کہ حافظ نے سچ مچ بڑی باریکی اور ژرف بینی سے کام لیتے ہوئے رواۃ کے متعلق مبسوط اور منتشر مواد کو انتہائی لطیف انداز میں سمیٹنے کی کوشش کی ہے، اگر صحیح معنوں میں حافظ کے لائحہ عمل اور باریکیوں کو ہضم کر لیا جائے تو بے شک یہ ایک جلد کی کتاب دیگر مطولات سے بے نیاز کر دینے والی ہے۔

ولید عانیؒ کے الفاظ ملاحظہ فرمائیں۔

وهكذا نرى ان التقريب هو خلاصة ما توصل اليه ابن حجر من احكام على رواة الكتب الستة وما ألحق بها وعصارة فكر متواصل البحث والدراسة والتحقيق والتحرير مدة زادت على الستين عاما من حياة عالم موسوعي ويقظ ذكي۔

ولهذا فاني ارى ان من تضييع الوقت وتحصيل الحاصل ان نتجاوز هذا الحمل الى غيره ونتخطى عمل ابن حجر لنرجع الى الوراء لنبحث من جديد احوال رواة اشبعوا كلاما وتحريرا۔ (منهج دراسة الاسناد ص ۲۳)

پھر دکتور عانی نے مراتب تقریب میں سے ایک ایک مرتبہ کے رجال کی احادیث کے درجات بھی متعین فرمادیئے ہیں۔ یہ درجہ بندی انہوں نے حضرت امام احمد، شیخینؒ، امام ابوداؤد، امام نسائی، امام ترمذی، ابن حبان، ابن خزیمہ، ضیاء الدین مقدسی، منذری، ذہبی، نووی، ابن حجر اور سخاوی وغیرہم جیسے ائمہ فن کے طریقۂ کار کو پیش نظر رکھتے ہوئے کی ہے اور قدم قدم پر ان حضرات کی نصوص وعبارات کو بطور دلیل پیش فرمایا ہے، نیز کسی راوی کی حدیث کا درجہ متعین کرتے وقت اس راوی کی حدیث سے متعلق خود حافظ ابن حجرؒ کی تصریحات کو بھی پیش کیا ہے اور متکلم کی تصریح اس کے کلام کی سب سے مضبوط تشریح ہوا کرتی ہے۔

شعبۂ تخصص فی الحدیث دارالعلوم دیوبند میں بھی حضرت مولانا نعمت اللہ صاحب اعظمی مدظلہ کی زیر نگرانی ادھر چند سالوں سے ولید عانی کی قائم کردہ اس معیار پر غور وخوض ہوتا رہا اور تجربہ سے اس نتیجہ پر پہونچا گیا کہ تقریب کے تعلق سے عانی مرحوم کا نقطۂ نظر درست ہے اور نقد اسناد کا یہی معیار اطمینان بخش ہے۔

مراتب جرح وتعدیل باعتبار تقریب :

حافظ ابن حجرؒ نے جرح وتعدیل کے جو مراتب قائم کئے اور ان مراتب کے رواۃ کو جن الفاظ سے تعبیر کیا ہے، ان کی تفصیل مع ان کی احادیث کے احکام حسب ذیل ہے، واضح رہے کہ یہ تفصیل حافظ

ابنِ حجرؒ کی عبارت کا بعینہ ترجمہ نہیں ہوگی بلکہ اس میں ولید عانیؒ مرحوم کی تشریح یا اپنے تجربہ کی روشنی میں توضیحی جملوں کے اضافے بھی ہوں گے۔

(۱) پہلے مرتبہ کو تو حافظ نے صحابہ کرامؓ کے لئے مختص کیا ہے، ان کی فضیلت اور قدر و منزلت کے پیش نظر۔

(۲) دوسرا مرتبہ ان کے لئے خاص کیا ہے جو علماء جرح و تعدیل اور ائمہ نقد کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان لوگوں کو حافظ اوثق الناس، ثقة ثقة یا ثقة متقن جیسے مبالغہ کے صیغے یا تاکیدی تعبیرات سے تعبیر کرتے ہیں۔ حکم : ان لوگوں کی حدیث نمبر ایک کی صحیح لذاتہ ہوتی ہے۔

(۳) تیسرا مرتبہ ان لوگوں کا ہے، جنہیں ثقہ کہنے پر دوسرے مرتبہ کے لوگ یعنی ائمہ جرح و تعدیل متفق ہوں، چنانچہ ان لوگوں کو حافظ صاحب ثقة، متقن، حجة، حافظ، ثبت وغیرہ بغیر تکرار کے صیغوں سے تعبیر کرتے ہیں۔ ان ہی رجال کے حکم میں وہ لوگ بھی ہوتے ہیں جن کے صحابیؓ ہونے میں اختلاف کیا گیا ہے، مگر ان کی صحبت متحقق نہیں ہوتی۔ حکم : اس مرتبہ والوں کی حدیث نمبر دو کی صحیح لذاتہ ہوتی ہے۔

(۴) چوتھا مرتبہ ان لوگوں کا ہے جن کی توثیق پر دوسرے مرتبہ والے ائمہ جرح و تعدیل تقریباً متفق ہوتے ہیں، اکادکا حضرات نے اختلاف کیا ہوتا ہے، عام ناقدین تو جمہور کی توثیق کے مقابلہ میں ایک آدھ اختلاف کو کوئی حیثیت ہی نہیں دیتے، مگر حافظ صاحب اس اختلاف پیش نظر اس کا مرتبہ تھوڑا گھٹا دیتے ہیں اور اس کو تعبیر کرتے ہیں صدوق، لا بأس به اور لیس به بأس جیسے صیغوں سے۔

حکم : اس مرتبہ والوں کی حدیث نمبر تین کی صحیح لذاتہ ہوتی ہے۔

(۵) پانچواں مرتبہ ان رجال کا ہے جن کے متعلق ائمہ جرح و تعدیل کے درمیان اختلاف ہوتا ہے، بعض تو ان کی توثیق کرتے ہیں اور بعض تضعیف کرتے ہیں اور تضعیف کی بھی کوئی بنیاد ہوتی ہے۔ ایسے لوگوں کو حافظ صاحب صدوق یهم، صدوق یخطی، صدوق له اوهام یا صدوق یخطئ کثیرا جیسے الفاظ سے تعبیر کرتے ہیں۔

ان ہی رجال کے درجہ میں ان لوگوں کو بھی حافظ صاحب نے رکھا ہے جن پر بعض ناقدین نے جرحیں کی ہوتی ہیں اور وہ کسی قسم کی بدعت سے متہم ہوتے ہیں، چنانچہ ان کو صدوق رمی بتشیع وغیرہ تعبیرات سے ذکر کرتے ہیں۔ حکم : اس مرتبہ والوں کی حدیث نمبر ایک کی حسن لذاتہ ہوتی ہے۔

(۶) چھٹا مرتبہ ان رجال کے لئے ہے جو قلیل الحدیث ہوتے ہیں (یعنی ان کی احادیث ایک سے دس تک کے درمیان ہوتی ہے) اور ان کے متعلق کوئی ایسی جرح بھی ثابت نہیں ہوتی جس کی وجہ سے ان کی حدیث چھوڑ دی جائے، چنانچہ ایسے رجال میں سے جن کی احادیث میں متابعت کی گئی ہوتی ہے ان کو حافظ صاحب مقبول سے تعبیر کرتے ہیں اور جن کی متابعت نہیں کی گئی ہوتی ان کو لین الحدیث سے تعبیر کرتے ہیں۔

واضح رہے کہ ان لوگوں پر جو کچھ کلام ہوتا ہے وہ عموماً جہالت عین کا ہوتا ہے مگر اس کے ساتھ ہی کسی امام معتبر کی توثیق بھی ہوتی ہے، خواہ یہ توثیق صریح ہو یا ضمنی ہو۔ ضمنی کا مطلب یہ کہ صحاح کے مصنفین اس کی حدیث کا اخراج کریں یا کلام جہالت حال کا ہوتا ہے اور اس میں امام معتبر کی توثیق ضمنی ہوتی ہے یا توثیق غیر متین (مثلاً صرف ابن حبان کی توثیق) جب کہ وہ طبقہ تابعین کا راوی ہو بلکہ بسا اوقات مضبوط درجہ کی توثیق بھی پائی جاتی ہے، الغرض یہ مرتبہ ابن حجرؒ کے نزدیک تعدیل کے مراتب میں سے ہے۔ جرح کے مراتب میں سے ہرگز نہیں۔

حکم : اس مرتبہ میں دو شقیں ہیں، مقبول اور لین الحدیث۔ مقبول کی حدیث نمبر دو کی حسن لذاتہ ہوتی ہے اور لین الحدیث نمبر تین کی حسن لذاتہ ہوتی ہے۔

(۷) ساتواں مرتبہ ان لوگوں کے لئے ہے جن سے روایت کرنے والے ایک سے زائد ہوتے ہیں مگر ان کی توثیق کسی نے نہیں کی ہوتی ایسے لوگوں کو حافظ صاحب مستور یا مجھول الحال یا لا یعرف حالہ سے تعبیر کرتے ہیں۔

اس مرتبہ میں حافظ صاحب نے عموماً ان لوگوں کو شامل کیا ہے، جن کو امام بخاریؒ نے اپنی

تاریخ میں اور ابن ابی حاتم نے "الجرح والتعدیل" میں ذکر کر کے سکوت فرمایا ہوتا ہے، یا جن کو ابن حبان نے اپنی کتاب الثقات میں ذکر کیا ہوتا ہے اور وہ تابعین سے نیچے طبقہ کے ہوتے ہیں یا ان لوگوں کو جن کے متعلق ابن ابی حاتم، ابن مدینی اور ابن القطان نے مجہول کہا ہوتا ہے کیوں کہ یہ لوگ مجہول العین اور مجہول الحال دونوں پر مجہول کا اطلاق کرتے ہیں، دونوں میں فرق نہیں کرتے۔

حکم : اس مرتبہ کے رجال کی احادیث میں توقف کیا جاتا ہے تا آنکہ ان کا کوئی حال واضح ہو جائے، حال کے واضح ہونے کی ایک صورت یہ ہے کہ مستور شخص کی روایت کا کوئی متابع یا شاہد مل جائے تو جانا جائے گا کہ آدمی قابل اعتبار ہے، لہٰذا اب اس کی حدیث حسن لغیرہ نمبر ایک شمار کی جاتی ہے۔

(۸) آٹھواں مرتبہ ان لوگوں کے لئے ہے جن کے متعلق کسی معتبر امام کی توثیق نہیں پائی جاتی بلکہ ائمہ جرح وتعدیل کی جانب سے اس پر ضعیف ہونے کا اطلاق موجود ہوتا ہے۔ خواہ یہ تضعیف مبہم طور سے ہی کیوں نہ ہو، قطع نظر اس بات سے کہ کوئی غیر متین توثیق (جیسے ابن حبان کا اس کو کتاب الثقات میں ذکر کرنا) پائی جا رہی ہے یا نہیں ان کو حافظ صاحب ضعیف یا لیس بالقوی کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں۔

حکم : اس مرتبہ والوں کی حدیث ضعیف کہلاتی ہے اور تعدد طرق کی صورت میں بلند ہو کر حسن لغیرہ تک پہونچ جاتی ہے، اس وقت یہ نمبر دو کی حسن لغیرہ ہوگی۔

(۹) نواں مرتبہ ان رجال کے لئے ہے جن سے روایت کرنے والا صرف ایک راوی ہوتا ہے اور سرے سے ان کی کسی نے توثیق بھی نہیں کی ہوتی، دراصل یہ لوگ اصحاب حدیث ہوتے ہی نہیں بلکہ ایک آدھ حدیث روایت کر کے محدثین کے زمرے میں اپنا نام لکھواتے ہیں، ان لوگوں کو حافظ صاحب مجہول کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں۔

حکم : اس مرتبہ والوں کی حدیث بھی ضعیف ہوتی ہے اور تعدد طرق کی صورت میں بلند ہو کر حسن لغیرہ تک پہونچ جاتی ہے مگر یہ نمبر تین کی حسن لغیرہ ہوگی۔

(۱۰) دسواں مرتبہ ان لوگوں کے لئے ہے جن پر ائمہ جرح وتعدیل نے سخت جرحیں کی ہوتی ہیں، یہاں

تک کہ ان کی حدیث لکھنے سے یا ان سے روایت کرنے سے بھی منع کرتے ہیں، ایسے لوگوں کو حافظ صاحب متروک کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں۔

حکم : ان لوگوں کی حدیث ضعیف جداً کہلاتی ہے۔

(۱۱) گیارہواں مرتبہ ان لوگوں کا ہے جو کذب کے ساتھ متہم ہوتے ہیں، کذب سے متہم کئے جانے کی صورت یہ ہوتی ہے کہ حدیث رسول میں تو ان کا کوئی جھوٹ نہیں پکڑا گیا البتہ عام بول چال میں دروغ گوئی کے مرتکب ہوتے ہیں، جس سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ وہ حدیث رسول میں بھی جھوٹ بولنے کی جسارت کرسکتے ہیں، ان لوگوں کو حافظ صاحب متہم بالکذب سے تعبیر کرتے ہیں۔

حکم : ان لوگوں کی حدیث متروک کہی جاتی ہے۔

(۱۲) بارہواں مرتبہ ایسے بدبختوں کا ہے جو حدیث رسول میں جھوٹ کے مرتکب ہوتے ہیں، چنانچہ حافظ صاحب ان کو وضاع یا کذاب سے تعبیر کرتے ہیں۔

حکم : ان کی روایات موضوعات واباطیل کہلاتی ہیں ایسا شخص اگر توبہ بھی کرلے تب بھی اس کی حدیث قبول نہیں کی جاتی۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ یہ کتاب طالبان علوم نبوت کے لئے ایک بیش بہا خزانہ اور نادر تحفہ ہے، جس سے بے نیاز نہیں ہوا جاسکتا، اس سے بے نیازی کوتاہی اور کم علمی کی دلیل ہے۔ انتھی

(۹) خلاصۃ تذھیب التھذیب تالیف: احمد بن عبداللہ خزرجی (م: بعد ۹۲۳)

علامہ صفی الدین احمد بن عبداللہ خزرجی نے امام ذہبی کی کتاب " تذہیب تہذیب الکمال " کا اختصار کیا ہے، جس کا نام " خلاصۃ تذہیب تہذیب الکمال " رکھا ہے، جس کو عرف عام میں خلاصۃ الخزرجی کہا جاتا ہے۔

اس کتاب کی ترتیب وتنظیم بھی اپنی اصل کی طرح ہے اور موضوع بھی وہی ہے۔ (یعنی کتب ستہ اور ان کے ملحقات کے رجال کے حالات) نیز رموز بھی اسی طرح برقرار رکھے گئے ہیں۔

کتاب کو مختصر کرنے کے ساتھ ساتھ علامہ خزرجی نے اپنی طرف سے کچھ اضافہ بھی کیا ہے اور ضبط اسماء پر خصوصی توجہ دی ہے۔ تحریر فرماتے ہیں کہ

فهذا مختصر فی اسماء الرجال اختصرته من تذهیب تهذیب الکمال وضبطت ما یحتاج الی ضبط فی غالب الاحوال وزدت فیه زیادات مفیدة ووفیات عدیدة من الکتب المعتمدة والنقول المسندة۔ (خلاصة ۱/۵)

(۱۰) التذکرة برجال العشرة

تالیف : ابن حمزہ الحسینی ابوالمحاسن شمس الدین محمد بن علی بن الحسن الدمشقی (م ۷۶۵ھ)

اس کتاب کی تالیف کے لئے ابوعبداللہ محمد بن علی بن حمزہ الحسینی نے امام مزی کی کتاب تہذیب الکمال کو بنیاد بنایا ہے، چنانچہ سب سے پہلے انہوں نے تہذیب الکمال کو مختصر کیا اور وہ سارے راوی جن کا تعلق کتب ستہ سے نہیں تھا بلکہ ان کے ملحقات سے تھا یا تمیز کے طور پر ان کو ذکر کیا گیا تھا ان کو حذف کر دیا باقی ماندہ راویوں کے حالات کو ویسے ہی مختصر کیا۔ جیسے کہ امام ذہبیؒ نے الکاشف میں کیا تھا۔ اب یہ کتاب بالکل الکاشف کے مانند ہوگئی۔ اس کے بعد مزید چار کتابوں کے راویوں کے حالات کا اضافہ کیا۔

(۱) مؤطا امام مالک (ک) (۲) مسند امام شافعی (فع)

(۳) مسند امام احمد بن حنبل (أ) (۴) مسند امام ابو حنیفہ (فه)

نیز عبداللہ بن امام احمد بن حنبلؒ نے مسند میں جو اضافہ کیا ہے اس کے لئے (عب) کا رمز متعین کیا ہے۔ کتب ستہ کے رموز کو اپنی شکل پر برقرار رکھا ہے۔ (تہذیب الکمال بشار عواد معروف: ۱/ ۶۳)

ان چاروں کتابوں کے اضافے کا سبب علامہ حسینی نے یہ بتایا ہے کہ ائمہ متبوعین کے استدلال کا دارومدار عموماً انہیں روایتوں پر ہے جن کو انہوں نے اپنی سند سے روایت کیا ہے اور سواد اعظم

کے عمل کا دارومدار انہیں اقوال پر ہے، لہٰذا ان کی جو مستدل روایتیں ہیں، ان کے راویوں کے حالات کا جاننا بے حد ضروری تھا۔

اس طرح یہ کتاب دواوین اسلام (صحاح ستہ) اور ائمہ اربعہ کی مستدل روایتوں کے رجال کا مجموعہ ہے۔

(۱۱) تعجیل المنفعة بزوائد رجال الائمة الاربعة تالیف : حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م:۸۵۲)

اس کتاب کا تعلق اساسی طور پر علامہ حسینی کی سابقہ کتاب "التذکرة برجال العشرة" سے ہے اور خصوصی طور سے ان راویوں کے حالات کا ترجمان ہے جن کے واسطے سے ائمہ اربعہ (امام ابو حنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمدؒ) نے روایت کیا ہے۔

جب حافظ ابن حجرؒ نے علامہ حسینیؒ کی کتاب کا مطالعہ کیا تو یہ کتاب ان کو بہت اہم نظر آئی، اس لئے کہ اس میں دس اہم کتابوں کے راویوں کا تذکرہ ہے، چونکہ حافظ ابن حجرؒ نے کتب ستہ کے راویوں پر مختصر و مطول دونوں طرح سے کام کیا تھا اس لئے اب انہوں نے یہ مناسب سمجھا کہ ائمہ اربعہ سے متعلق کتابوں کے راویوں کے حالات کو بھی قلمبند کرنا چاہیے۔

چنانچہ حافظ صاحبؒ نے امام حسینیؒ کی کتاب کو بنیاد بنا کر کام شروع کیا اور التذکرہ سے ان راویوں کو حذف کر دیا جن کا تعلق کتب ستہ سے تھا، صرف انہیں راویوں کو باقی رکھا جو مؤطا مالکؒ، مسند شافعیؒ، مسند احمدؒ اور مسند ابو حنیفہؒ کے راوی تھے اور جن کا ذکر کتب ستہ کے رجال میں نہیں آسکا تھا۔

ائمہ اربعہ کی مستدل روایتوں میں سے مذکورہ کتابوں کے علاوہ دیگر کتابوں کے راویوں کا اضافہ بھی کیا ہے۔ اس اضافہ میں انہوں نے امام دارقطنی کی کتاب "غرائب مالک" امام بیہقی کی کتاب "معرفة السنن والآثار"، امام احمد کی کتاب "الزھد"، امام محمد کی کتاب "الآثار" کے راویوں کا اضافہ کیا، ان میں سے جن کا ترجمہ "تہذیب التہذیب" میں کیا جا چکا تھا صرف ان کا نام ذکر کر کے تہذیب کا حوالہ دے دیا ہے۔

علامہ حسینیؒ کی دوسری کتاب "الاکمال عمن فی مسند احمد من الرجال" سے کچھ دیگر فوائد واضافی معلومات کا ذکر کیا ہے، نیز ان سے جو غلطیاں ہوگئی تھیں ان کی اصلاح کر دی ہے، علامہ ہیثمی نے "الاکمال عمن فی مسند احمد من الرجال" میں کچھ راویوں کا اضافہ کیا تھا، اس سے بھی حافظ صاحبؒ نے استفادہ کیا ہے۔ علامہ ہیثمی کی کتاب سے جن راویوں کا اضافہ کیا ہے ان کی جانب لفظ (ھب) سے اشارہ کیا ہے، بقیہ رموز اسی طرح سے ہیں، جس طرح سے "التذکرہ" میں گذر چکا ہے۔

التذکرہ کی معلومات نقل کرنے کے بعد اپنا جو بھی اضافہ کیا ہے اس کو لفظ "قلت" سے شروع کیا ہے۔

پوری کتاب حروف معجم پر بڑی دقیق ترتیب سے مرتب کی گئی ہے، سب سے پہلے راویوں کو ان کے ناموں کے اعتبار سے مرتب کیا ہے، پھر کنیت سے مشہور افراد کا تذکرہ کیا ہے، اس کے بعد لفظ "ابن فلاں" سے مشہور راویوں کا ذکر کیا ہے، پھر مبہمات اور اس کے بعد خواتین کے تراجم اسی ترتیب سے مرتب کئے گئے ہیں۔ (تخریج الحدیث: ص ۲۳۸، جرح وتعدیل: ص ۴۸۸، تعجیل المنفعۃ: ص ۴، ۸، ۹)

اس طرح یہ مختصر سی ایک جلد کی کتاب اپنے صفحات میں گراں قدر معلومات سمیٹے ہوئے ہے اور حقیقت یہی ہے کہ حافظ ابن حجرؒ کی دونوں مختصرات یعنی "تقریب التہذیب" اور "تعجیل المنفعۃ" ایسی کتابیں ہیں جس میں قرون فاضلہ کے اکثر وبیشتر راویوں کے حالات کا اجمالی تعارف ہو جاتا ہے اور اس فن کی بڑی بڑی مطول کتابوں سے بے نیاز کر دیتی ہیں۔

طالبان علوم نبوت جو اس فن کی امہات کتب تک پہونچنے کی استطاعت نہیں رکھتے ان کے لئے یہ دونوں کتابیں مشعل راہ بن سکتی ہیں اور ان سے ان کا کام چل سکتا ہے۔

(۱۲) مغانی الاخیار فی رجال معانی الآثار: تالیف : بدرالدین عینی محمود بن احمد بن موسیٰ قاہری حنفی (م: ۸۵۵ھ)

اس کتاب میں علامہ عینیؒ نے خاص طور سے امام طحاویؒ کی کتاب " شرح معانی الآثار " (طحاوی شریف) کے رجال کے احوال کو ذکر کیا ہے اور طریقہ وہی اختیار کیا ہے جو حافظ مزیؒ نے "تہذیب الکمال" میں اختیار کیا ہے۔

(۱۳) کشف الستار عن رجال معانی الآثار تالیف: ابوالتراب رشد اللہ شاہ سندھی

شرح معانی الآثار (جو امام طحاویؒ کی مشہور کتاب حدیث ہے) اس کے راویوں کے حالات کو علامہ عینیؒ نے ایک خاص تالیف (جس کا اوپر ذکر ہوا) میں جمع کیا تھا، جس کا نام "مغانی الاخیار فی رجال معانی الآثار" رکھا تھا، شیخ ابوالتراب رشد اللہ نے اس کا اختصار کیا اور اس کا نام " کشف الستار عن رجال معانی الآثار" رکھا۔

(۱۴) تراجم الاحبار من شرح معانی الآثار تالیف : مولانا محمد ایوب بن محمد یعقوب مظاہری سہارنپوری (م ۱۴۰۷ھ)

اس کتاب کے مؤلف نے شرح معانی الآثار (طحاوی شریف) کے رجال کے احوال کو جمع کیا ہے، سب سے پہلے راوی کا نام لکھ کر اگر وہ کتب ستہ یا ان کے ملحقات کا ہے تو اس راوی کے اساتذہ وتلامذہ کو حافظ صاحب کی کتاب تہذیب سے نقل کیے ہیں۔ اس کے بعد ائمہ جرح وتعدیل کے اقوال اور تاریخ ولادت ووفات بھی اسی کتاب سے نقل کیا ہے، لیکن بعض اقوال اختصار کی غرض سے چھوڑ دیئے ہیں، البتہ بعض اساتذہ وتلامذہ کے ناموں کا دیگر کتب سے اضافہ کیا ہے اور وہ رواۃ جو صحاح ستہ یا ان کے ملحقات کے نہیں ہے ان کے حالات فن کی دوسری کتابوں سے تحریر کیے ہیں اور مزید اساتذہ وتلامذہ کا طحاوی شریف سے تلاش کر کے اضافہ کیا ہے، ہر راوی کو ذکر کرنے کے بعد کس امام نے ان کی حدیث تخریج کی ہے اس کی بھی نام کے ساتھ صراحت کی ہے، صرف رموز پر اکتفاء نہیں کیا ہے، نیز راوی کے ترجمہ کو ذکر کرنے کے بعد طحاوی میں اس راوی کی کتنی مرویات ہے اس کی بھی نشان دہی کی ہے۔

ان مذکورہ بالا کتابوں کے علاوہ اسماء رجال سے متعلق اور بھی بہت ساری کتابیں تصنیف کی گئی

ہیں، جن کی اجمالی فہرست حسب ذیل ہے۔

(۱) رجال البخاری: ابونصر کلاباذی احمد بن محمد بن الحسین البخاری (م:۳۹۸)

(۲) رجال مسلم: ابن منجویہ ابوبکر احمد بن علی بن محمد اصبہانی (م:۴۲۸)

(۳) التعدیل والتجریح لمن روی عنہ البخاری فی الصحیح: ابوالولید باجی سلیمان بن خلف (م:۴۷۴)

(۴) اسعاف المبطا برجال المؤطا: حافظ جلال الدین سیوطی (م:۹۱۱)

اور بعض کتابیں وہ ہیں جو کسی کتاب حدیث کی قید سے آزاد ہو کر مطلق رجال کے تراجم کے لئے لکھی گئی ہیں، یہ قسم درج ذیل انواع پر منقسم ہے۔

(الف) کتب ثقات : یعنی وہ کتابیں جو صرف ثقہ راویوں کے حالات سے بحث کرتی ہیں۔

(۱) الثقات: عجلی ابوالحسن احمد بن عبداللہ بن صالح کوفی (م:۲۶۱)

(۲) الثقات: ابن حبان ابوحاتم محمد بن حبان البستی (م:۳۵۴)

(۳) مشاهیر علماء الامصار: ابن حبان (م:۳۵۴)

(۴) تاریخ اسماء الثقات ممن نقل عنهم العلم: ابن شاہین ابوحفص عمر بن احمد بن عثمان بغدادی (م:۳۸۵)

(۵) المعجم المشتمل علی ذکر اسماء شیوخ الائمة النبل: ابن عساکر ابوالقاسم علی بن الحسن بن ہبۃ اللہ دمشقی (م:۵۷۱)

(۶) صفة الصفوة: ابن الجوزی ابوالفرج عبدالرحمن بن علی بن محمد بغدادی (م:۵۹۷)

(۷) تذکرة الحفاظ: امام ذہبیؒ (م:۷۴۸)

(۸) طبقات الحفاظ: امام جلال الدین سیوطیؒ (م:۹۱۱)

(ب) کتب ضعفاء: یعنی وہ کتابیں جو صرف ضعیف یا متکلم فیہ راویوں کے تراجم کو بیان کرتی ہیں۔

(۱)الضعفاء الصغیر : امام بخاریؒ(م:۲۵٦)

(۲)الضعفاء الکبیر : امام بخاریؒ(م:۲۵٦)

(۳)الشجرۃ فی احوال الرجال: جوزجانی ابواسحاق ابراہیم بن یعقوب بن اسحاق (م: ۲۵۹)

(۴)الضعفاء والمتروکون: ابوزرعہ عبیداللہ بن عبدالکریم رازی (م:۲٦۴)

(۵)الضعفاء والمتروکون: امام نسائی (م:۳۰۳)

(٦)الضعفاء الکبیر: عقیلی ابوجعفر محمد بن عمرو بن موسیٰ (م:۳۲۲)

(۷)الضعفاء والمتروکون: دارقطنی علی بن عمر (م:۳۸۵)

(۸)معرفۃ المجروحین من المحدثین والضعفاء والمتروکین: ابن حبان (م:۳۵۴)

(۹) الکامل فی ضعفاء الرجال : ابن عدی ابواحمد عبداللہ بن عدی بن عبداللہ الجرجانی (م:۳٦۵)

(۱۰)المدخل الی الصحیح: حاکم (م:۴۰۵)

(۱۱)الضعفاء والمتروکون: ابن الجوزی (م:۵۹۷)

(۱۲)میزان الاعتدال: ذہبی (م:۷۴۸) تفصیلی تعارف آگے آرہا ہے۔

(۱۳)دیوان الضعفاء: ذہبیؒ(م:۷۴۸)

(۱۴)المغنی فی الضعفاء: ذہبیؒ(م:۷۴۸)

(۱۵)لسان المیزان: ابن حجر (م:۸۵۲) تفصیلی تعارف آگے آرہا ہے۔

(۱٦)کشف الاحوال فی نقد الرجال: عبدالوہاب بن مولوی محمد غوث ہندی

تعارف: میزان الاعتدال

تالیف: حافظ عبداللہ ذھبی

اس کتاب میں ان راویوں کا ذکر کیا گیا ہے، جو ضعیف اور متکلم فیہ ہے، اس کتاب میں ان راویوں کے بارے میں تفصیلی معلومات کو حتی الامکان جمع کر دیا گیا ہے، خاص طور سے اقوال جرح وتعدیل کے جمع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے، پھر ان پر نقد اور دوسرے اقوال سے ان کا مقابلہ کیا گیا ہے، راجح اور مرجوع کی وضاحت کردی گئی ہے، یہ کتاب کتب ضعفاء رجال میں اہم کتاب شمار کی جاتی ہے

اس کتاب کو ایک مختصر مقدمہ سے شروع کیا گیا ہے، جس میں تاریخ تدوین رجال حدیث، کتاب کی ترتیب وتصنیف نیز محتویات ومنہج کے متعلق وضاحت کی گئی ہے، آخر میں جرح وتعدیل کے کلمات اوران کے مراتب کا ذکر کرتے ہوئے متقدمین اور متاخرین میں حد فاصل کی وضاحت کی ہے، اس کتاب میں کذابین، وضاعین، متہمین، ضعفاء اور مجہولین کے ساتھ ساتھ ان ثقات کا بھی ذکر ہے جو بدعتی ہیں اور ایسے ثقات کا بھی ذکر ہیں جن پر کیا گیا لیکن کلام قادح نہیں ہے، اور جن رواۃ کے بارے میں ائمہ کی طرف سے محلہ الصدق اور لاباس بہ جیسا حکم لگایا گیا تھا ان کا تذکرہ نہیں کیا ہے۔

اس کتاب کو آٹھ قسموں میں تقسیم کیا گیا ہے :

(۱) پہلی قسم میں مردوں اور عورتوں کے تراجم بترتیب اسماء ذکر کئے گئے ہیں۔

(۲) دوسری قسم میں ان رجال کا ذکر کیا ہے جو کنیت سے مشہور ہیں۔

(۳) تیسری قسم میں ان افراد کا ذکر ہے جو ابن فلان سے مشہور ہیں۔

(۴) چوتھی قسم میں ان لوگوں کا ذکر ہے جو نسبت سے مشہور ہیں۔

(۵) پانچویں قسم میں ایسے راویوں کا ذکر کیا گیا ہے جو مجہول ہیں۔

(۶) چھٹی قسم میں ان روایات (خواتین) کا ذکر کیا گیا ہے جو مجہول ہیں۔

(۷) ساتویں قسم میں راویات کا ذکر باعتبار کنیت کیا گیا ہے۔

(۸) آٹھویں قسم میں ان خواتین کا ذکر ہے جو ام فلاں سے معروف ہیں۔

ترتیب: ابتداء سے لے کر انتہا تک ساری قسمیں نہایت دقت کے ساتھ حروف تہجی پر مرتب ہیں، اس ترتیب میں راویوں کے نام اور ان کے آباء کے نام میں بھی ترتیب کا خیال رکھا گیا ہے، اس وجہ سے اس کتاب سے استفادہ انتہائی آسان ہے، جس راوی کی بھی تلاش ہو پہلے اس کے نام کے حروف کو دیکھیں پھر اس جگہ تلاش کریں جہاں وہ نام ہوسکتا ہے، چند لمحوں میں مطلوبہ ترجمہ مل جائے گا۔

ثقات کے ذکر کا مقصد:

اس کتاب میں ہر اس راوی کا ذکر کیا گیا ہے جس پر کسی بھی قسم کا کلام کیا گیا ہے، یہی وجہ ہے کہ اس میں بہت سے صحیحین کے رجال اور بڑے بڑے اہلِ علم کا ذکر آ گیا ہے، لیکن ان کے ذکر کرنے کا مقصد ان پر عیب لگانا نہیں تھا، بلکہ ان کا دفاع کرنا اور اپنے اوپر تعقیب اور استدراک سے بچنا تھا، وہ فرماتے ہیں کہ وفیه من تکلم فیه مع ثقته و جلالته بأدنی لین و بأقل تجریح فلولا ان ابن عدی او غیره من مولفی کتب الجرح ذکروا ذلک لما ذکرته لثقته ولم أر من الرای أن احذف اسم احد خوفا من أن یتعقب علی، لا أنی ذکرته لضعف فیه عندی۔

نیز اس میں ائمہ متبوعین کا ذکر نہیں کیا گیا ہے اور اگر کسی کا ذکر آ بھی گیا ہے، تو انصاف کے ساتھ ان کا ذکر کیا گیا ہے جو ان کے لئے قابلِ حرج نہیں۔

اشارات: کتب ستہ کے جو رجال اس میں مذکور ہیں ان کے لئے مشہور اشارات استعمال کئے گئے ہیں جس سے اندازہ ہو جاتا ہے کہ مذکورہ راوی کتب ستہ میں سے کس کتاب کے یا کن کن کتابوں کے راویوں میں سے ہے وہ رموز یہ ہیں خ، م، د، س، ت، ق۔ اگر مذکور راوی کا نام ساری کتابوں میں ہے تو ایسی صورت میں حرف 'ع' سے اشارہ کیا گیا ہے اور اگر سنن اربعہ کا ہے تو اس کے لئے "عو" کا استعمال کیا گیا ہے، اور جن راویوں کا ذکر اس میں آ گیا ہے اور حقیقت میں ثقہ ہیں ان کے نام پر کلمہ "صح" لکھ کر ثقاہت کی جانب اشارہ کیا ہے۔

نوعیت تراجم: تراجم میں راوی کا نام ونسب، شیوخ، تلامذہ اور ائمہ کے اقوال کا ذکر کیا گیا ہے، کہیں کہیں راوی کے عام حالات اخبار واحادیث کا بھی ذکر ہے، تراجم عموماً متوسط ہیں، کہیں کہیں مفصل اور کہیں کہیں مختصر بھی ہیں۔

خاص اصطلاح: وہ راوی جن کو مجہول کہا ہے اور اس کی نسبت کسی امام کی طرف نہیں کی ہے، تو یہ امام ابوحاتم کا قول ہے اور اگر یہ کہا ہے کہ فیہ جھالۃ او نکرۃ او یجھل او لا یعرف وغیرہ اور قول کی نسبت کسی کی طرف نہیں کی ہے تو وہ خود امام ذھبی کا فیصلہ ہے، اس طرح اگر صدوق، ثقہ، صالح یا لین وغیرہ کہا ہے تو وہ بھی امام ذھبی کا قول ہے۔ (مقدمہ میزان الاعتدال)

تعارف: لسان المیزان

تالیف: حافظ حجر عسقلانی (م:۸۵۲)

فن ضعفاء رجال میں یہ سب سے اہم کتاب ہے، جس کے بعد کوئی اہم کتاب وجود میں نہیں آئی، اور نہ ہی اس کی ضرورت محسوس کی گئی، یہ کتاب آپ کی ان تصانیف میں سے ہے جس کو آپ نے خود پسند کیا ہے، یہ کتاب امام ذھبی کی تصنیف 'میزان الاعتدال' کا تتمہ، اختصار اور تہذیب ہے، اس میں سے میزان الاعتدال کے ان راویوں کو حذف کر دیا گیا ہے جو تہذیب الکمال میں موجود ہیں، اس لئے کہ میزان اور تہذیب دونوں میں ان کا تذکرہ موجود تھا، اس کتاب میں بہت سے افراد کا اضافہ کیا ہے جو میزان الاعتدال میں موجود نہیں تھے، وہ اضافے جن کو اپنی طرف سے کئے ہیں ان پر حرف 'ز' کی علامت لگادی ہے، بہت سے افراد کا اضافہ امام عراقی کی کتاب ذیل المیزان سے کیا ہے، ایسے ناموں پر حرف 'ذ' کی علامت لگادی ہے جو ذیل کی طرف اشارہ ہے، میزان الاعتدال کے بعض رجال میں کچھ معلومات کا اضافہ کیا ہے جو امام ذھبی کے کلام کے خاتمہ کے بعد ہے، جس کو کلمہ انتھی کے بعد ذکر کیا ہے، میزان میں جو اوھام پائے جاتے تھے ان کی تصحیح کی ہے، میزان کے وہ رجال جن کو لسان سے حذف کر

دیا گیا تھا، ان کی فہرست آخر کتاب میں فصل فی تجرید الاسماء کے عنوان کے ماتحت ذکر کردی گئی ہے، ان رجال پر وہ سارے رموز برقرار رکھے گئے ہیں جو رجال کتب ستہ کے لئے تہذیب میں استعمال کئے گئے ہیں، جن ناموں پر 'صح' لکھا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ ان پر بغیر دلیل کے کلام کیا گیا ہے، جو غیر مؤثر ہے اور وہ راوی ثقہ ہے اور کچھ راویوں پر 'ھ' کا رمز لگایا گیا ہے، جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ راوی مختلف فیہ ہے، لیکن ثقاہت غالب ہے۔

ترتیب:- کتاب کی ترتیب و تنظیم بالکل ویسے ہی ہے جس طرح 'میزان الاعتدال' کی ہے، یعنی پوری کتاب حروف تہجی پر بڑی دقت کے ساتھ راویوں کے نام اور ان کے آباء کے نام کی رعایت کرتے ہوئے مرتب کی گئی ہے، ناموں کے اختتام کے بعد کنیت اور پھر مبھمات کا ذکر کیا گیا ہے، پھر ان راویوں کے نام ہیں جو کسی بھی نسبت سے مشہور نہیں، اس کے بعد ان رواۃ کا ذکر ہیں جن کی کسی کی طرف اضافت کی گئی ہے، جیسے ابن فلان، اخو فلان یا خادم فلان وغیرہ، پھر القاب وصفات سے مشہور راویوں کا ذکر ہے، عورتوں کے ناموں کو کتاب میں مردوں کے ساتھ کر دیا ہے، حالانکہ امام ذھبی نے عورتوں کو الگ فصل میں ذکر کیا تھا، پھر ان رجال کی فہرست ہے جن کو ابتداء میں تہذیب الکمال میں ہونے کی وجہ سے لسان المیزان میں سے حذف کر دیا تھا۔

رموز :

(۱) ذ- ذیل المیزان للحافظ العراقی

(۲) ز- ان تراجم ورواۃ کے لئے جن کا حافظ صاحب نے استدراک کیا ہے، جو نہ میزان میں تھے اور نہ ذیل میں تھے۔

(۳) ک- مستدرک علی الصحیحین کے رواۃ کی طرف اشارہ کرنے کے لئے۔

نوٹ: حافظ صاحب نے بعض رواۃ پر اس رمز کو لگانا چھوڑ دیا ہے حالانکہ وہ رواۃ مستدرک کے ہیں۔

(۴) حب- صحیح ابن حبان کے رواۃ کے لئے۔

(۵) ص- اصل یعنی میزان الاعتدال کی طرف اشارہ کرنے کے لئے اس رمز کا استعمال کیا ہے، اکثر یہ رمز باب الکنی والمبھمات میں استعمال کیا ہے، اس لئے کہ اصل میزان الاعتدال میں باب الکنی والمبھمات کے ماتحت کم رواۃ کا ذکر کیا گیا ہے، حافظ صاحب نے اصل پر کچھ رواۃ کا اضافہ کیا ہے گویا یہ رمز تمیز کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔

(٦) صح- جس راوی پر کچھ کلام ہوتا ہے، لیکن توفیق معتبر ہوتی ہے، تو صح کا رمز لگاتے ہیں، یہ رمز حافظ صاحب نے ذھبی کی متابعت میں استعمال کیا ہے، اکثر اس کا استعمال آخر کتاب فصل التجرید میں کیا گیا ہے۔

(۷) ھ-اس رمز کا استعمال فصل التجرید میں کیا ہے، اس رمز سے اس بات کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہوتا ہے کہ مذکور راوی کے سلسلہ میں ائمہ جرح وتعدیل نے توثیق وتجریح کے اعتبار سے اختلاف کیا ہے۔

نوٹ: یہ کتاب حلب کے مشہور عالم شیخ عبدالفتاح ابوغدہؒ کی تحقیق وتعلیق کے ساتھ بیروت سے شائع ہوئی ہے، شیخ عبدالفتاح کی مساعدت کا شرف سورت کے مایۂ ناز محقق شیخ طلحہ بن بلال منیار کو حاصل ہوا ہے، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ سارا کام شیخ طلحہ ہی نے انجام دیا ہے، موصوف متواضع، ملنسار اور محققانہ مزاج کے حامل ہے، ابتداء سے انتہاء تک کی تعلیم مدینہ منورہ میں حاصل کی ہے، اور شیخ عبدالفتاح کی صحبت میں چار سال تک رہے، موصوف کا شمار شیخ عبدالفتاح کے خصوصی شاگردوں میں ہوتا ہے، شیخ نے 'لسان المیزان' کے مقدمہ میں موصوف کو ان الفاظ سے یاد کیا ہے۔۔۔ واذکر ھنا بالثناء والتقدیر مساعدۃ تلمیذی واخی النابہ المجد شیخ محمد طلحہ بلال فی خدمۃ ھذا الکتاب وقد بذل جھدہ بمحبۃ واخلاص فجزاہ اللّٰہ خیرا ونفع بہ المسلمین۔

(ت) کتب مدلسین:

ان رواۃ کو جن پر تدلیس کا عیب لگا ہوا ہے، اہل علم نے منفرد کتابوں میں ان کے نام جمع کر دئے ہیں، ان میں سے کچھ کتابیں:

(۱) التبیین فی اسماء المدلسین: سبط ابن العجمی ابراہیم بن محمد بن خلیل الحلبی (م:۸۴۱)

(۲) تعریف اہل التقدیس بمراتب الموصوفین بالتدلیس : حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م:۸۵۲)

(۳) اسماء المدلسین: جلال الدین سیوطیؒ (م:۹۱۱)

(۴) اسماء المدلسین: جو جامع التحصیل فی احکام المراسیل کے ساتھ ملحق ہے، علائی (م:۷۶۱)

(۵) اتحاف ذوی الرسوخ بمن رمی بالتدلیس من الشیوخ: حماد بن محمد بن محمد بن حسنہ انصاری

(ج) کتب مختلطین

وہ رواۃ جو ابتدائی دور میں ثقہ تھے لیکن زندگی کے آخری دور میں یا کسی وقت کسی وجہ سے ان کا حافظہ کمزور یا خراب ہو گیا تھا، ایسے رواۃ کے اسماء کو اہل علم نے منفرد کتابوں میں جمع کر دیا ہے، ان میں سے کچھ کتابیں حسب ذیل ہیں۔

(۱) الاغتباط بمن رمی بالاختلاط: سبط ابن العجمی (م:۸۴۱)

(۲) الکواکب النیرات فیمن رمی بالاختلاط من الرواۃ الثقات: ابن کیال برکات ابن احمد ابن محمد بن یوسف دمشقی (م:۹۲۹)

(د) مرسل روایت کرنے والوں پر کتابیں:

(۱) المراسیل: ابن ابی حاتم رازی (م:۳۲۷)

(۲) جامع التحصیل فی احکام المراسیل: حافظ صلاح الدین علائی (م:۷۶۱)

مراسیل پر بعض کتابیں بھی ایسی ہیں جن میں صرف مرسل روایتوں کا ذکر کیا گیا ہے، جیسے "مراسیل امام ابوداؤد" لیکن وہ اس موضوع سے خارج ہے، یہاں وہ کتابیں موضوع بحث ہیں جن میں

مرسل روایت کرنے والوں کے نام درج ہے، مذکورہ دونوں کتابیں مرسلین کے ساتھ ساتھ مختلطین پر بھی مشتمل ہیں۔

(ذ) کتب ثقات و ضعفاء: یعنی وہ کتابیں جو ثقہ یا ضعیف کی قید سے آزاد ہو کر مطلق رجال کے تراجم بیان کرتی ہیں، ان کی چند قسمیں ہیں۔

(۱) کتب طبقات

ان کتابوں کو کہتے ہیں جن میں راویوں کو ان کے احوال وواقعات روایتوں یا خاص صفات (جیسے سبقت الی الاسلام، سبقت الی الہجرہ یا غزوات میں حاضری) کے اعتبار سے طبقہ درطبقہ مؤلف کے زمانہ تک ذکر کیا جائے، اور صحابہ کے بعد والے رواۃ یعنی تابعین، اتباع تابعین وغیرہ کو ان کے تقارب سن یا اساتذۂ حدیث کے اعتبار سے طبقہ درطبقہ ذکر کیا جائے۔

ان کتابوں کی وجہ سے حدیث کی سند میں موجود ارسال، انقطاع، عضل، تدلیس اور متشابہ اسماء کے درمیان تمیز وغیرہ جیسے اہم امور کی معرفت حاصل ہو جاتی ہے، کچھ اہم کتابیں۔۔۔۔

(۱) الطبقات الکبری: محمد بن سعد بصری (م:۲۳۰)

(۲) طبقات خلیفۃ بن خیاط ابی عمرو بصری (م:۲۴۰)

(۳) طبقات: مسلم بن الحجاج نیشاپوری (م:۲۶۱)

(۴) طبقات الاسماء المفردۃ من الصحابۃ و التابعین و اصحاب الحدیث: ابوبکر احمد بن ہارون برذعی بردیجی (م:۳۰۱)

(۵) المنتخب من ذیل المذیل من تاریخ الصحابۃ والتابعین۔ ابن جریر طبری (م:۳۱۰)

(٦) المنتقی من کتاب الطبقات: ابوعروبہ الحسین بن محمد حرانی (م:۳۱۸)

(۷) مختصر فی طبقات علماء الحدیث: ابن عبدالہادی محمد بن احمد بن عبدالہادی مقدسی حنبلی (م:۷۴۴)

(۸) سیر اعلاء النبلاء: امام ذہبیؒ (م:۷۴۸)

ان کتابوں کے علاوہ مخصوص صفات سے متصف لوگوں کو بھی کتب طبقات میں الگ الگ جمع کیا جانے لگا، مثلاً طبقات قراءت، طبقات فقہاء، طبقات صوفیہ، طبقات شعراء، طبقات اطباء، طبقات ادباء، طبقات نحاۃ وغیرہ

نیز فقہاء کو مذاہب کے اعتبار سے الگ الگ طبقات میں شامل کر کے کتابیں تالیف کی گئی مثلاً

(۱) طبقات الشافعیہ الکبری: امام سبکی (م:۷۷۱)

(۲) طبقات الحنابلہ: قاضی ابوالحسین محمد بن ابی یعلی (م:۵۲۶)

(۳) الجواهر المضیئة فی طبقات الحنفیة: ابومحمد عبدالقادر بن ابوالوفاء محمد بن محمد بن نصر قریشی مصری

(٤) الدیباج المذهب فی معرفة اعیان علماء المذهب: (طبقات مالکیہ) ابن فرحون مالکی (م:۷۶۹)

(۲) کتب تاریخ:

کتب رجال کے ابتدائی تالیفی دور ہی سے محدثین نے اپنی ان کتابوں کو خالص راویان حدیث کے حالات بیان کرنے کے لئے تالیف کی تھیں ان کو "التاریخ" سے موسوم کیا تھا، چنانچہ امام علی بن عبداللہ مدینی نے اپنی خالص رجال کی کتاب کو "التاریخ" کے نام سے موسوم کیا۔ اسی طرح یحیی بن معین کی کتاب کا نام "التاریخ" رکھا گیا ہے۔ امام بخاریؒ نے اپنی تینوں کتابوں التاریخ الکبیر، التاریخ الاوسط اور التاریخ الصغیر کو تاریخ کے نام سے موسوم کیا ہے۔

کتب تواریخ کی تین قسمیں ہیں۔

(ا) وہ کتابیں جن میں صرف راویان حدیث کے بارے میں تفصیلی معلومات یا مختصر معلومات ہوتی ہے، دیگر حالات وواقعاتِ عالم قطعاً نہیں پائے جاتے، چند اہم کتابیں حسب ذیل ہیں۔

(۱) التاریخ: ابوزکریا یحیی بن معین بغدادی (م: ۲۳۳)

(۲) التاریخ: خلیفہ بن خیاط (م: ۲۴۰)

(۳) التاریخ الکبیر: امام بخاریؒ (م: ۲۵۶)

(۴) التاریخ الاوسط: امام بخاریؒ (م: ۲۵۶)

(۵) التاریخ الصغیر: امام بخاریؒ (م: ۲۵۶)

(۶) التاریخ الکبیر: ابن ابوخیثمہ ابوبکر احمد بن ابی خیثمہ (م: ۲۷۹)

(۷) التاریخ: ابوزرعہ عبدالرحمن بن عمرو (م: ۲۸۱)

(۲) دوسری قسم کی وہ کتابیں ہیں جن میں حالات وواقعات زمانہ اور علماء محدثین دونوں کا ذکر کیا گیا ہے، لیکن حادثات وواقعات کی جانب توجہ کم دی گئی ہے، راویان حدیث ومحدثین کے حالات بیان کرنے اور ان کے ذکر خیر پر زیادہ توجہ دی گئی ہے، اس طرح کی کتابیں رجال حدیث کی معلومات کے لئے کافی مفید ہوتی ہیں، اس طرح کی کتابوں میں تین کتابیں کافی اہم ہیں۔

(۱) المنتظم فی تاریخ الملوک والامم: ابن جوزی (م: ۵۹۷)

(۲) البدایہ والنہایہ: ابن کثیرؒ (م: ۷۷۴)

(۳) تاریخ الاسلام: امام ذہبیؒ (م: ۷۴۸)

(۳) تیسری قسم کی وہ کتابیں ہیں جن میں مختلف زمانہ کے حالات وواقعات اور حوادثات، ملوک وسلاطین امراء، وزراء کا ذکر تفصیل سے ہوتا ہے، ان میں مشہور محدثین اور راویان حدیث کا تذکرہ شاذ ونادر اور ضمناً ہوتا ہے، جن میں ان کے سلسلہ میں کوئی خاص معلومات فراہم نہیں کی جاتی، صرف سنِ وفات کی جانب اشارہ ہوتا ہے، لہٰذا اس طرح کی کتابوں سے راویان حدیث، ائمہ جرح وتعدیل، فقہاء ومحدثین کی معرفت میں کوئی خاص مدد نہیں ملتی، اس طرح کی کتابوں میں دو کتابیں کافی مشہور ومعروف اور متداول ہیں۔

(۱) تاریخ الامم والملوک: ابن جریر طبری (م:۳۱۰)

(۲) الکامل فی التاریخ: ابن اثیر جزری (م:۶۰۶)

(۳) تواریخ بلادِ مخصوصہ

یعنی مخصوص شہر یا خطہ کے رجال علم کی تاریخ سے متعلق کتب۔

(۱) فتوح مصر واخبارھا: عبد الرحمن بن عبد اللہ بن عبد الحکم (م:۲۵۷)

(۲) تاریخ واسط: ابو الحسن اسلم بن سہل بحشل (م:۲۸۸)

(۳) مختصر طبقات علماء افریقیة وتونس: ابو العرب محمد بن احمد بن تمیم قیراوانی (م:۳۳۳) اور مختصر ابو عمر احمد بن محمد طلمنکی (م:۴۲۹) کی ہے۔

(۴) تاریخ الرقة: محمد بن سعید قشیری (م:۳۳۴)

(۵) تاریخ مصر: ابو سعید عبد الرحمن بن احمد بن یونس مصری (م:۳۴۷)

(۶) طبقات المحدثین باصبهان والواردین علیها: ابو الشیخ اصبہانی (م:۳۶۹)

(۷) تاریخ داریا: ابو عبد اللہ عبد الجبار بن عبد اللہ خولانی دارانی (م:۳۷۰)

(۸) تاریخ علماء اندلس: ابن الفرضی ابو الولید عبد اللہ بن محمد بن یوسف (م:۴۰۳)

(۹) تاریخ نیسابور: ابو عبد اللہ حاکم (م:۴۰۵)

(۱۰) تاریخ علماء مصر: ابن الطحان ابو القاسم یحیی بن علی بن محمد حضرمی (م:۴۱۶)

(۱۱) تاریخ جرجان: ابو القاسم حمزہ بن یوسف السہمی (م:۴۲۷)

(۱۲) ذکر اخبار اصبهان: ابو نعیم الاصبہانی (م:۴۳۰)

(۱۳) تاریخ بغداد: خطیب بغدادی (م:۴۶۳)

(۱۴) تاریخ بیهقی: علی بن زید ظہیر الدین بیہقی (م:۵۶۵)

(۱۵) تاریخ دمشق: ابن عساکر (م:۵۷۱)

(۱۶) الصلة: ابوالقاسم خلف بن عبدالملک بن بشکوال (م:۵۷۸)

(۱۷) المقفی فی تراجم اهل مصر والواردین علیها۔ تقی الدین احمد بن علی المقریزی (م:۸۵۲)

(۱۸) النجوم الزاهرة فی اخبار ملوک مصر والقاهرة: ابن تغری بردی ابوالمحاسن یوسف بن تغری بردی (م:۸۷۴)

(۱۹) حسن المحاضرة فی اخبار مصر والقاهرة: جلال الدین سیوطیؒ (م:۹۱۱)

(۴) کتب کنی واسماء:

بہت سے راویان حدیث اپنی کنیت سے مشہور ہوتے ہیں، ان کی معرفت کے لئے محدثین نے مخصوص کتابیں تیار کی ہیں، انہیں کتابوں کو کتب الکنی یا کتب الاسماء والکنی کہا جاتا ہے، اس طرح کی کتابوں میں صرف ان ہی راویوں کا ذکر ہوتا ہے، جو صاحب کنیت ہوتے ہیں۔ کچھ کتابیں مندرجۂ ذیل ہیں۔

(۱) الکنی: امام بخاریؒ (م:۲۵۶)

(۲) الکنی والاسماء: امام مسلمؒ (م:۲۶۱)

(۳) اسماء المحدثین وکناهم: ابوعبداللہ محمد بن احمد المقدمی (م:۳۰۱)

(۴) الکنی والاسماء: ابوبشر دولابی (م:۳۱۶)

(۵) اسامی من یعرف بالکنی: ابن حبان (م:۳۵۴)

(۶) من وافقت کنیته زوجه من الصحابة رضی اللہ عنہم: ابوالحسن محمد بن عبداللہ بن زکریا بن حیویہ (م:۳۶۶)

(۷) تسمیة من وافق اسمه اسم ابیه من الصحابة والتابعین ومن بعدهم:
ابوالفتح محمد بن الحسین الازدی (م:۳۶۷)

(۸) الکنی: ابواحمد حاکم الکبیر (م:۳۷۸)

(۹) فتح الباب فی الکنی والالقاب : ابوعبداللہ محمد بن اسحاق بن محمد بن یحیی بن مندہ اصبہانی (م:۳۹۶)

(۱۰) الاستغناء فی معرفۃ المشہورین من حملۃ العلم بالکنی : ابن عبدالبر (م:۴۶۳)

(۱۱) الاسامی والکنی: امام احمد بن حنبل (م:۲۴۱)

(۱۲) الکنی: امام نسائی (م:۳۰۳)

(۱۳) کنی من یعرف بالاسماء: ابن حبان (م:۳۵۴)

(۱۴) اسماء من یعرف بکنیتہ من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ابن حبان (م:۳۵۴)

(۱۵) الکنی لمن لا یعرف لہ اسم من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ابن حبان (م:۳۵۴)

(۱۶) المقتنی فی سرد الکنی: امام ذہبیؒ (م:۷۴۸)

(۵) کتب القاب :

راویان حدیث کی معرفت، ان کی شخصیت کی تعیین نیز معرفت احوال کے لئے علماء، محدثین ومورخین نے مختلف قسم کی جو کتابیں تالیف کی ہیں، ان میں کتب القاب ایک نمایاں قسم ہے، ان کتابوں میں لقب سے مشہور راویان حدیث نیز دیگر علماء ومحدثین کے ناموں کی وضاحت، شخصیت کے تعین اور حسب معلومات اسباب لقب کا ذکر ہوتا ہے، کتابوں میں بعض دیگر حالات زندگی بحیثیت جرح وتعدیل نقاد کے اقوال وغیرہ کا تذکرہ بھی کیا جاتا ہے، جس سے ان راویان کی معرفت بآسانی ہوجاتی ہے، ان کے تراجم وحالات زندگی کتب رجال وکتب جرح وتعدیل میں تفصیل سے مذکور ہوتی ہے، پھر بھی صرف ان پر اکتفاء نہ کرتے ہوئے بحیثیت فن ان کو جدا کتابوں میں جمع کردیا گیا ہے، اس فن یعنی معرفت القاب کے چند اہم فائدے ہیں۔

(۱) اس کی معرفت سے افراد میں جو تشابہ ہونے کا امکان ہے اس سے محفوظ رہا جاتا ہے، اس لئے کہ ایک شخص کبھی لقب سے اور کبھی نام سے مشہور ہوتا ہے، اس کی معرفت سے دو اشخاص ہونے کا شبہ

ختم ہو جاتا ہے۔

(۲) راوی کے اصل نام ولقب میں فرق معلوم ہو جاتا ہے، جو اس کو نہیں جانتا، وہ نام کو لقب اور لقب کو نام سمجھ سکتا ہے۔ (تدریب الراوی: ۲/ ۲۵۳، مقدمہ ابن الصلاح: ص ۳۳۶)

(۳) اگر اتفاق سے راوی کسی سند میں اپنے نام ولقب دونوں سے مذکور ہو تو پڑھنے والا یہ سمجھ بیٹھے گا کہ درمیان سے "عن" ساقط ہو گیا ہے۔

(۴) ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ القاب کی معرفت سے کبھی کبھی سبب لقب بھی معلوم ہوتا ہے، جس کے معلوم ہونے سے ملقب بہ کا غیر ظاہر مفہوم بھی واضح ہو جاتا ہے۔ مثلاً معاویہ بن عبدالکریم کا لقب "ضال" ہے، اس لقب کا سبب یہ نہیں ہے کہ وہ دینی اعتبار سے گمراہ تھے بلکہ یہ مکہ جاتے وقت راستہ بھٹک گئے تھے، اسی گم شدگی میں وفات ہوگئی، وہیں سے ضال ان کا لقب پڑ گیا، اسی طرح عبداللہ بن محمد بن یحیی طرسوی کا لقب "ضعیف" ہے، اس لقب کا سبب یہ نہیں ہے کہ وہ حدیث میں ضعیف تھے بلکہ یہ جسمانی اعتبار سے ضعیف تھے، انہیں دونوں کے بارے میں حافظ عبدالغنی بن سعید نے فرمایا تھا،

رجلان جليلان لزمهما لقبان قبيحان معاوية بن عبدالكريم الضال وانما ضل في طريق مكة وعبدالله بن محمد الضعيف كان ضعيفا في جسمه لا في حديثه (مقدمہ ابن الصلاح: ۳۳۶)

تالیفات: القاب کے سلسلہ میں محدثین نے بہت مفید کتابیں تالیف کی ہیں، کچھ کتابیں خالص القاب میں اور کچھ کنیت کے ساتھ اور کچھ اسماء کے ساتھ مشترک ہیں، ان کتابوں میں جو القاب سے متعلق ہیں، اکثر وبیشتر کتابیں غیر مطبوع ہیں۔ بعض کے وجود کا پتہ بھی نہیں، صرف ان کا ذکر کتابوں میں ملتا ہے، اس فن میں تالیف شدہ اہم کتابوں سے کچھ مندرجۂ ذیل ہیں۔

(۱) الالقاب والکنی: علامہ ابوبکر شیرازی احمد بن عبدالرحمن (الرسالہ) (م: ۴۱۱)

(۲) مختصر القاب: حافظ ابوالفضل بن طاہر

(۳) ذات النقاب فی الالقاب : احمد بن عثمان حافظ ذہبیؒ (م:۷۴۸)

(۴) نزھۃ الالباب فی الالقاب : حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م:۸۵۲)

(۵) فتح الوھاب فی من اشتھر من المحدثین بالالقاب : حماد بن محمد انصاری (مطبوع)

(٦) مجمع الآداب فی معجم الاسماء والالقاب ابوالولید ابن الفرضی (م:۴۰۳)

(۷) فتح الباب فی الکنی والالقاب : امام ابوعبداللہ حاکم (م:۴۰۵)

(۸) منتھی الکمال فی معرفۃ القاب الرجال : ابوالفضل ابن الفلکی علی بن الحسین (م:۴۲۸)

(۹) کشف النقاب عن الاسماء والالقاب : حافظ ابن الجوزی (م:۵۹۷)

(۱۰) کشف النقاب عن الالقاب : حافظ جلال الدین سیوطیؒ (م:۹۱۱)

(٦) کتب انساب :

فن انساب اس فن کو کہتے ہیں جس میں قبیلوں کے بنیادی اور فروعی افراد نیز ان سے منفرع ہونے والے ذیلی قبائل کا بیان ہو، اسی طرح سے لفظی نسبتوں کی جمع وترتیب، ضبط اور معنی کو بھی فن انساب کہا جاتا ہے۔ (الانساب مقدمہ)

محدثین کرام حسب ونسب کی معرفت کا بہت اہتمام کرتے تھے، اس سے راویوں کی تعیین میں آسانی ہوتی تھی، تصحیف وتحریف کی غلطیوں سے حفاظت نیز لطائف اسناد کا استنباط کرتے تھے، مثلاً کسی سند کے بارے میں کہتے تھے کہ اس کے سب راوی ہاشمی ہیں یا قریشی ہیں یا یہ روایت بصری ہے یا مدنی وغیرہ۔ (معرفۃ علوم الحدیث)

اہل عرب اپنے آپ کو قبیلوں کی طرف منسوب کرتے تھے اور اس کی معرفت رکھتے تھے، ان کے برخلاف عجم میں حسب ونسب کی معرفت کا وہ رواج نہ تھا، لہٰذا یہ لوگ اپنے آپ کو قبیلہ کے بجائے ملک، وطن، محلہ، پیشہ، صنعت وحرفت، مذہب وغیرہ کی جانب منسوب کرتے تھے اور اس طرح انساب کی

بڑی کثرت ہوگئی بلکہ اسی کا غلبہ ہوگیا۔ (جرح وتعدیل :ص ۵۲۷ ،بحوالہ کشف الظنون :۱؍۱۷۸)

علامہ ابن اثیر فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ بہت سے حضرات قبیلہ، جد اعلیٰ، جد ادنی، وطن، صنعت، مذہب وغیرہ کی جانب نسبت کرتے ہیں، جو خاص وعام ہرایک کے لئے غیر معروف ہوتے تھے، جس کی بناء پر اس میں تصحیف وتحریف اور بے حد غلطیاں ہوتی تھیں، لہٰذا ایک تالیف کا خیال پیدا ہوا۔ (اللباب فی تہذیب الانساب:۱؍۷)

چنانچہ محدثین نے تصحیف وتحریف سے بچنے کے لئے اس کو ایک مستقل فن کی حیثیت دے دی اور اس کی معرفت میں بڑی توجہ اور دلچسپی دکھائی، بڑے بڑے ماہرین انساب اور مؤلفین انساب پیدا ہوئے۔

اس فن کو بھی جرح وتعدیل سے گہرا تعلق ہے، اس لئے کہ اس فن کی کتابوں میں راویان حدیث کے مکمل تراجم بھی پائے جاتے ہیں، جن پر بحیثیت جرح وتعدیل حکم بھی رہتا ہے، نیز بعض راویان حدیث ایسے بھی ہیں جو نسبت سے زیادہ مشہور ہیں حتی کہ کبھی کبھی وہی نسبت نام کی جگہ لے لیتی ہے، لہٰذا ان کا جاننا بھی ضروری ہوتا ہے۔ مثلاً اوزاعی، شافعی وغیرہ۔ کچھ اہم کتابیں حسب ذیل ہیں۔

(۱) الانساب: عبدالکریم بن محمد بن منصور سمعانی (م:۵۶۲)

(۲) اللباب فی تہذیب الانساب: ابن اثیر جزری (م:۶۳۰)

(۳) اقتباس الانوار والتماس الازھار فی انساب الصحابۃ ورواۃ الآثار: ابو محمد عبداللہ بن علی بن عبداللہ رشاطی (م:۵۴۲)

(۴) قبس الانوار تلخیص اقتباس الانوار : ابوالفداء اسماعیل بن ابراہیم بن محمد البلبیسی ۔(م:۷۲۸)

(۵) لب اللباب فی تحریر الانساب جلال الدین سیوطیؒ (م:۹۱۱)

(٦) النسبۃ الی المواضع والبلدان ابو محمد عبداللہ الطیب بن عبداللہ بن احمد (م:۹۴۷)

(۷) کتب وفیات

معرفتِ وفیات کی اہمیت : راویان حدیث کی تاریخ پیدائش اور وفات کا جاننا نقد حدیث کے لئے انتہائی ضروری ہے، اس ضرورت کے پیش نظر محدثین نے اس کو اصولِ حدیث کے علوم میں سے ایک علم شمار کیا ہے اور اس کی معرفت کی جانب توجہ دلائی ہے۔ امام نوویؒ فرماتے ہے کہ تاریخ پیدائش اور وفات کی معرفت انتہائی اہم فن ہے۔ اس کی معرفت سے حدیث کے انقطاع واتصال کا پتہ چلتا ہے، بعض افراد نے کچھ ایسے لوگوں سے روایت کرنے کا دعوی کیا کہ جب ان کی تاریخ پیدائش ووفات دیکھی گئی تو پتہ چلا کہ یہ دعوی غلط ہے۔ (تدریب الراوی : ۲/ ۳۰۴) یعنی اس کی معرفت سے دروغ گوئی کا پتہ بھی چل جاتا ہے۔

امام سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ اسماعیل بن عیاش نے ایک شخص سے دریافت کیا کہ آپ نے خالد بن معدان سے کس سن میں روایت کیا ہے، اس نے کہا ۱۱۳ھ میں، ابن عیاش نے فرمایا یعنی ان کی وفات کے سات سال بعد تم نے ان سے روایت کیا ہے؟؟؟ اس لئے کہ ان کی وفات ۱۰۶ھ میں ہوگئی ہے، ایسے ہی محمد بن حاتم الکسی نے عبد بن حمید سے روایت کا دعوی کیا تو امام حاکم نے ان سے سوال کیا کہ آپکی پیدائش کس سن میں ہے؟ اس نے کہا کہ ۲۶۰ھ میں، امام حاکم نے فرمایا کہ اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ نے ان کی وفات کے ۱۲ سال بعد ان سے روایت کیا، اس لئے کہ ان کا انتقال ۲۴۹ھ میں ہی ہوگیا تھا۔

امام سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ جب راویوں نے دروغ گوئی کی تو ہم نے ان کے لئے تاریخ کا استعمال کیا۔ (تدریب الراوی : ۲/ ۳۰۴)

اس لئے رجال کی کتابوں میں تاریخ پیدائش اور خاص طور سے تاریخ وفات کا بہت اہتمام کیا جاتا ہے۔ اسی اہتمام کا نتیجہ ہے کہ علماء نے راویوں کی تاریخ کی معرفت کے لئے مخصوص کتابیں تالیف کی ہیں، جن کو "کتب وفیات" کہا جاتا ہے۔ جو کتب رجال حدیث کی ایک قسم ہے۔ ان کتابوں میں

تاریخ وفات ذکر کرنے کے ساتھ ساتھ دیگر معلومات بھی تحریر کردی جاتی ہے۔ ابتداء میں یہ کتابیں صرف راویان حدیث کے لئے تحریر کی گئی تھیں لیکن بعد میں ان میں وسعت دے دی گئی اور اس میں دیگر افراد مثلاً علماء، ادباء، شعراء، امراء وغیرہ کو بھی شامل کیا گیا۔ بعد میں تحریر کی گئی کتابیں زیادہ تر اسی طرح کی ہیں۔ کچھ کتابیں مندرجۂ ذیل ہیں۔

(۱) الوفیات: ابوالحسین عبدالباقی بن قانع بن مرزوق (م:۳۵۱)

(۲) تاریخ موالید الرواۃ ووفیاتھم: حافظ ابوسلیمان محمد بن عبداللہ بن احمد بن زبر الربعی دمشقی (م:۳۷۹)

(۳) الذیل علی کتاب ابن زبر: ابومحمد عبدالعزیز بن احمد بن محمد کنانی (م:۴۶۶)

(۴) وفیات المصریین: ابواسحاق ابراہیم بن سعید عبداللہ حبال (م:۴۸۲)

(۵) وفیات الاعیان وانباء ابناء الزمان: ابن خلکان احمد بن محمد بن ابراہیم (م:۶۸۱)

(۶) دول الاسلام: امام ذہبیؒ: (م:۷۴۸)

(۷) العبر فی خبر من غبر: امام ذہبیؒ (م:۷۴۸)

(۸) فوات الوفیات: محمد بن شاکر بن احمد بن عبدالرحمن دمشقی (م:۷۶۴)

(۹) الوافی بالوفیات: صفدی خلیل بن ایبک بن عبداللہ دمشقی (م:۷۶۴)

(۱۰) البدایۃ والنھایۃ: ابن کثیر (م:۷۷۴)

(۱۱) التبیان بشرح بدیعۃ البیان عن موت الاعیان:
ابن ناصر الدین ابوعبداللہ محمد بن ابی بکر عبداللہ بن محمد بن احمد (م:۸۴۲)

(۱۲) درۃ الحجال فی اسماء الرجال ذیل وفیات الاعیان لابن خلکان:
احمد بن محمد بن محمد بن احمد بن علی بن عبدالرحمن بن ابی العافیۃ المکناسی (م:۱۰۲۵)

(۱۳) شذرات الذھب فی اخبار من ذھب: ابن العماد عبدالحی بن احمد بن محمد

حنبلی (م:۱۰۳۲)

(۱۴) جامع الوفیات: ابومحمد ھبۃ اللہ بن احمد اکفانی (م:۵۲۴)

(۱۵) الوفیات: ابویعقوب اسحاق بن ابراہیم سرخسی ہروی (م:۴۲۹)

(۱۶) الوفیات: ابوالقاسم عبدالرحمن بن مندہ (م:۴۷۰)

(۱۷) درالسحابۃ فی وفیات الصحابۃ: امام صاغانی (م:۶۵۰)

(۱۸) وفیات النقلہ: ابوالحسن علی بن مفضل مقدسی (م:۶۱۱)

(۱۹) التکملہ لوفیات النقلہ: حافظ زکی الدین عبدالعظیم بن عبدالقوی منذری (م:۶۵۶)

(۲۰) صلۃ التکملۃ لوفیات النقلہ: عزالدین احمد بن محمد بن عبدالرحمن حسینی (م:۶۹۵)

(۸) کتب بلدان

ان کتابوں کو کہتے ہیں جن میں ایک شہر یا مختلف شہروں کے مقامات وہاں کی آب وہوا، حدود اربعہ، مشہور صنعت، امراء، سلاطین، نہروں، پہاڑوں، راستوں وغیرہ کا ذکر کیا جاتا ہے۔

اس فن میں جو کتابیں تحریر کی گئی ہیں، ان میں سے زیادہ تر وہ ہیں جن میں صرف بلدان ومقامات سے متعلق عام معلومات درج ہوتی ہیں، لیکن کچھ ایسی بھی ہیں، جن میں ان معلومات کے علاوہ وہاں کے مشہور ائمہ ومحدثین، اہل علم اور راویان حدیث کے متعلق بھی معلومات درج ہیں۔ چند اہم کتابیں حسب ذیل ہیں۔

(۱) المسالک والممالک: ابوعبیداللہ بکری (م:۴۸۷)

(۲) معجم مااستعجم: ابوعبیداللہ بکری (م:۴۸۷)

(۳) مسالک الابصار فی الاقطار والامصار: شہاب بن فضل (م:۷۴۹)

(۴) فتوح البلدان: احمد بن یحیی بلاذری (م:۲۷۹)

(۵) معجم البلدان: یاقوت حموی (م:۶۲۶)

آخر الذکر کتاب (معجم البلدان) میں راویان ومشہور اہل علم کے بارے میں بڑی اچھی معلومات موجود ہے، ایک محدث اور حدیث کے طالب علم کے لئے اس فن کی کتابوں کی اشد ضرورت پڑتی ہے۔ خاص طور سے یہ کتاب راویوں کے مقامات اور ان کے صحیح تلفظ کے بارے میں کافی مفید اور جامع کتاب ہے، جس سے راویوں کی نسبت میں تصحیف کا امکان ختم ہوجاتا ہے اور وہاں کے مزاج، ماحول اور اسباب مروت کی واقفیت حاصل ہوتی ہے، جس سے وہاں کا باشندہ راوی متاثر رہتا ہے، لہذا راوی پر حکم لگانے اور اس کو سمجھنے کے لئے اس کتاب سے بڑی مدد مل سکتی ہے۔

سلسلۂ سند کے تمام رواۃ کی تحقیق کر لینے کے بعد سلسلۂ سند کی آخری کڑی یعنی صحابیؓ کی تحقیق کا نمبر آتا ہے لیکن تعدیل وتجریح کے اعتبار سے نہیں بلکہ صحابیت وعدم صحابیت کے اعتبار سے اس لئے کہ صحابیت اور عدم صحابیت کے علم ہوجانے کی وجہ سے حدیث پر مرسل یا موصول ہونے کا حکم بآسانی لگایا جاسکتا ہے۔ یوں تو صحابہؓ کرام کی سیرت ان کے حالات وواقعات، ان کے بارے میں معلومات عام طور سے ان ساری کتابوں میں دستیاب ہیں، جو راویان حدیث کے حالات معلوم کرنے کے لئے تحریر کی گئی ہیں، مثلاً کتب طبقات، کتب ثقات، کتب بلدان، کتب تواریخ، کتب القاب وانساب، کتب ضبط اسماء رجال وغیرہ، لیکن صرف ان کتابوں پر اکتفاء نہ کرتے ہوئے ان کے بارے میں مخصوص متنوع کتابیں بھی تحریر کی گئی ہیں۔ ان میں سب سے اہم چار کتابیں ہیں۔

(۱) الاستیعاب فی معرفة الاصحاب رضی اللہ عنہم

تالیف: ابن عبدالبر ابوعمر یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبدالبر قرطبی (م: ۴۶۳)

ترتیب:

یہ کتاب بنیادی طور پر حروف معجم پر مرتب ہے، لیکن ترتیب میں صرف پہلے حرف کا خیال کیا گیا ہے، یہی ترتیب اس دور میں بہتر تصور کی جاتی تھی، بعد میں ترتیب میں مزید ترقی ہوئی۔

ہر حرف میں مشترک ناموں سے موسوم صحابہؓ کو ذکر کرنے کے بعد آخر میں باب "الافراد" کا عنوان قائم کیا ہے، اس باب میں ان ناموں کا ذکر ہے جو مفرد ہیں (یعنی اس نام کا کوئی دوسرا صحابیؓ نہیں) مشترک اسماء کو بھی باب کے تحت ذکر کیا ہے۔ مثلاً باب "ابراہیم" پھر باب "ابان" پھر باب "ابی" اسی ترتیب کے مطابق حرف "الف" ختم ہوتا ہے۔ حرف "الف" کے ختم ہونے کے بعد حرف "ب" سے شروع ہونے والے ناموں کا ذکر سابقہ ترتیب پر کیا ہے، ساری کتاب اسی ترتیب پر حرف "ی" تک مرتب ہے۔ ناموں کے خاتمہ کے بعد کنیت سے مشہور صحابہؓ کو سابقہ ترتیب پر ذکر کیا ہے۔ صحابہؓ کے تراجم کے خاتمہ کے بعد صحابیات کے نام وتراجم، پھر آخر میں ان میں سے جو کنیت سے مشہور ہیں ان پر کتاب کا خاتمہ کیا ہے۔

موضوع :

اس میں ان صحابہؓ کے ساتھ ساتھ جن کی صحبت عرفی ثابت شدہ ہے، ان حضرات کا بھی تذکرہ کیا ہے، جن کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صرف ملاقات ہوئی ہے، اگرچہ زندگی میں ایک ہی بار کیوں نہ ہو؟ اسی طرح ان کا بھی ذکر خیر کر دیا ہے، جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دور سے دیکھا یا جن کی پیدائش آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور میں کسی مسلم گھرانے یا مسلمان والدین کے درمیان ہوئی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو دیکھا دعا فرمائی اور تحنیک فرمائی۔ (الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب : ۱/۱۳۲)

نوعیت تراجم :

تراجم صحابہؓ میں نام ونسب کے بیان پر خصوصی توجہ دی ہے، اس کے ساتھ ساتھ واقعات اور غزوات میں شرکت کا ذکر ہے اور کبھی کبھی صحابیؓ کی ایک دو روایات بطور مثال کے نقل کی ہے، صحابیؓ نے کس شہر کو اپنا وطن بنایا اگر مل سکا تو اس کی جانب بھی اشارہ کر دیا ہے۔

(۲) اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ:

تالیف : ابوالحسن علی بن محمد بن اثیر جزریؒ (م: ۶۳۰)

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ صحابہؓ کے بارے میں جن لوگوں نے تالیفات کی ہیں، ان کا شمار بہت مشکل ہے، اس لئے کہ یہ کام متقدمین اور متاخرین دونوں نے کیا ہے، اس طرح یہ سلسلہ چلتا رہا، یہاں تک کہ ساتویں صدی کی ابتداء میں حافظ ابن اثیر آئے، جنہوں نے ایک عظیم کتاب تیار کی، جس میں بہت سی سابقہ کتابوں کو جمع کر دیا۔ (اصابہ : ۱/۱۵۴)

ان میں سے ہر کتاب میں جو اہم معلومات تھی، ان کا خلاصہ اس کتاب میں جمع کر دیا ہے اور ہر نام کے ساتھ ان کتابوں کا حوالہ رمز کے ذریعہ دے دیا ہے تا کہ یہ پتہ چل جائے کہ صاحب ترجمہ کے بارے میں معلومات کس کتاب یا کن کن کتابوں سے لی گئی ہے۔ وہ کتابیں یہ ہیں۔

(۱) حافظ ابوعبداللہ بن مندہ کی کتاب : معرفۃ الصحابۃ جس کا اشارہ حرف (د) ہے۔

(۲) حافظ ابونعیم اصبہانی کی کتاب : معرفۃ الصحابہ جس کا اشارہ حرف (ع) ہے۔

(۳) حافظ ابن عبدالبر قرطبی کی کتاب : الاستیعاب جس کا اشارہ حرف (ب) ہے۔

(۴) حافظ ابن موسیٰ المدینی کی کتاب: جس کا اشارہ حرف (س) ہے۔ (اسد الغابہ: ۱/۵)

بہت سے صحابہؓ ایسے تھے جن کا تذکرہ ان سب کتابوں میں تھا، ایسی صورت میں ہر کتاب کا حوالہ صاحب ترجمہ کے نام کے ساتھ دے دیا ہے اور بہت سے ایسے تھے جن کا تذکرہ ہر کتاب میں نہیں بلکہ بعض میں تھا اور بعض میں نہیں تھا، لہذا جس کتاب میں ان کا تذکرہ تھا، صرف اسی کا حوالہ دیا گیا ہے۔

بہت سی معلومات اور ناموں کا اضافہ ایسا ہے، جو مؤلف کی ذاتی معلومات پر مبنی ہیں، جو انہوں نے اپنے مشائخ کے واسطے سے حاصل کی تھیں۔

ترتیب :

کتاب کی ترتیب انتہائی دقیق اور منظم طور سے حروف معجم پر کی گئی ہے، اس لئے کسی بھی نام کو تلاش کرنے کے لئے کوئی پریشانی نہیں ہوتی، مطلوبہ نام جس حرف سے شروع ہوتا ہے، اس حرف کی جگہ نکال کر جہاں ترتیب میں یہ نام فٹ ہوتا ہو، وہاں دیکھنے سے بآسانی مل جائے گا۔ پوری کتاب کی ترتیب

حرف "الف" سے لے کر حرف "ی" تک اسی طرح سے ہے، کتب صحابہؓ میں سب سے اچھی اور آسان ترتیب اسی کتاب کی ہے، ناموں کے ختم ہونے کے بعد کنیت سے معروف حضرات کا تذکرہ ہے، اس کے بعد صحابیات کا ذکر سابقہ ترتیب پر کیا ہے اور آخر میں کنیت سے معروف صحابیات کا ذکر کیا ہے۔

نوعیت تراجم :

صحابہؓ کے تراجم میں ان کے حسب ونسب ان سے متعلق واقعات کا جس سے صحابی کی صحبت کا پتہ چلتا ہے، خصوصیت کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ بطور مثال کے بعض احادیث کو بھی ذکر کیا ہے، جس میں اختصار ملحوظ رکھا ہے، کثرتِ طرق، اسناد علل حدیث پر گفتگو نہیں کی ہے، اس لئے کہ یہ چیزیں تراجم کے لئے موزوں نہیں ہے۔ (بحوث فی تاریخ السنۃ المشرفۃ : ص ۶۵)

ابن حجر کی تنقید : حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ انہوں نے اس کتاب میں وہی غلطی کی ہے جو سابقہ مصنفین سے ہوئی تھی، اس لئے کہ بہت سے ایسے حضرات جو حقیقت میں صحابی نہیں ہے، اس کتاب میں ان کا ذکر آ گیا ہے، نیز ان حضرات کی کتابوں میں جو دیگر غلطیاں تھیں جن پر نقد کی ضرورت تھی ان میں بہت ساری غلطیوں کو نظر انداز کر دیا ہے۔ (الاصابۃ : ۱/۱۵۴)

مختصرات : چونکہ یہ کتاب اپنے دور تک کی کتابوں میں سب سے زیادہ جامع سابقہ کتابوں کا نچوڑ اور حسن ترتیب میں ممتاز تھی، اس لئے اہل علم نے اس کو ہاتھوں ہاتھ لیا اور مختلف طرح سے اس کی خدمت کی۔ کسی نے ذیل تحریر کیا، تو کسی نے اختصار کیا، انہی مختصرات میں سے تجرید اسماء الصحابۃ ہے، جس کا ذکر آگے آ رہا ہے۔

(۴) تجرید اسماء الصحابۃ تالیف: ابوعبداللہ محمد بن احمد بن عثمان ذہبیؒ (م: ۷۴۸)

یہ کتاب علامہ ابن اثیر کی کتاب "اسد الغابۃ" کا خلاصہ اور اختصار ہے، اس میں ان سارے صحابہؓ اور صحابیاتؓ کا مختصراً ذکر موجود ہے، جن کے تراجم "اسد الغابۃ" میں ہے، لہذا اس کے بنیادی مصادر وہی ہیں، جو "اسد الغابۃ" کے ہیں، کچھ اضافی کام دیگر مصادر سے بھی کیا ہے۔

نوعیت تراجم : اس کتاب کے تراجم بہت مختصر ہیں صرف راوی کا نام ونسب اور انتہائی ضروری معلومات ہی کا تذکرہ ہے، اس لئے تراجم عموماً سطر دوسطر کے ہیں۔

ترتیب : کتاب کی ترتیب بالکل اپنے اصل کی طرح حروف معجم پر ہے، پہلے صحابہؓ کے نام پھر ان کی نسبت اس کے بعد صحابیاتؓ کے نام وکنیت ہے، جو بھی اضافی نام ذکر کیا ہے، اس کو ترتیب میں جہاں فٹ ہوسکتا تھا وہی تحریر کردیا ہے، اس وجہ سے کتاب سے استفادہ بہت ہی آسان ہے۔

اضافہ اور اصلاح : امام ذہبیؒ نے بہت سے ناموں کا اضافہ ذاتی معلومات اور دیگر مصادر ومراجع سے کیا ہے، جوحسب ذیل ہے۔

(۱)تاریخ الصحابة الذین نزلوا حمص (۲)وتاریخ دمشق (۳) مسند احمد (۴)مسند بقی بن مخلد (۵) حواشی الاستیعاب (۶) طبقات کبری محمد بن سعد (۷)ابوالفتوح بن سیدالناس کی کتاب الشعراء وغیرہ (جرح وتعدیل ص ۱۰۰، بحوالہ تجرید اسماء الصحابة مقدمة مؤلف ۱/ب)

اس طرح ایک اہم کام یہ کیا ہے کہ جن کا نام غلطی سے صحابہؓ میں آگیا تھا یا جن کی صحبت صحیح نہیں، اس کی وضاحت کردی ہے، آپ کے نسخہ میں جو نام سرخ قلم سے تحریر ہے وہ تابعی اور جس نام پر سرخ قلم سے علامت تغلیب ہے وہ وہ حضرات ہیں جو غلطی سے صحابہ میں شمار کئے گئے۔

لیکن حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ وہ یہ کام مکمل نہ کرسکے اور نہ تکمیل کے قریب پہنچے۔ (اصابة: ۱/۱۵۴)

ترجمہ کے شروع میں جو رموز ہیں وہ اضافہ ہے اور اس سے یہ مقصود ہے کہ صاحب ترجمہ کی روایت کتب ستہ میں کس کتاب میں موجود ہے نیز اس میں وہی حروف بطور رمز ہیں جو کتب ستہ کے لئے معروف ہیں۔ (خ،م،د،ت،ن،ق)

اگر ابتداء میں حرف "د" کا ذکر ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کی روایت مسند احمد میں موجود ہے اور اگر "د" کا رمز ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ مسند بقی بن مخلد میں ان کی ایک روایت اور

اگر حرف "س" ہے تو اس کا مطلب ہے کہ مسند بقی میں ان کی دو روایتیں ہیں۔ (جرح وتعدیل ص ۱۰۱ بحوالہ تجرید اسماء الصحابة مقدمة مؤلف: ۱/ب)

نوٹ: مسند بقی کے لئے حرف "د" کا رمز استعمال کرنا سنن ابوداؤد کے رمز سے متعارض ہو جاتا ہے، جو پریشانی کا باعث ہے۔

(۴) الاصابة فی تمییز الصحابة تالیف: حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م: ۸۵۲)

یہ کتاب اس فن کی سب سے اہم، جامع، مشہور اور آخری کتاب ہے، سابقہ کتابوں میں سے اس فن کی جتنی کتابیں آپ کو دستیاب ہو سکیں، خواہ وہ چھوٹی رہی ہوں یا بڑی، حاشیہ ہو یا تعلیق ہر ایک سے استفادہ کیا ہے، ان کے علاوہ جرح وتعدیل واسماء رجال کی کتابوں، کتب طبقات، کتب تواریخ، کتب بلدان، ضبط اسماء رجال، کتب انساب، کتب القاب وکنی، کتب تواریخ عامہ، کتب حدیث وتفسیر، ادب، لغت وغیرہ سے بھی استفادہ کیا ہے، اس طرح مشہور اسلامی فنون کی کتابوں کو کھنگال ڈالا، اس وجہ سے ان سے کوئی نام شاذ و نادر ہی چھوٹا ہوگا۔

علامہ کتانیؒ فرماتے ہیں کہ مؤلف نے اس کتاب میں "الاستیعاب" کے جملہ ذیول اسد الغابة، تجرید اسماء الصحابة کی معلومات کو جمع کر کے بہت سارا اضافہ کیا ہے۔ (جرح وتعدیل ص ۱۰۲ بحوالہ الرسالة المستطرفة: ص ۵۳)

ترتیب کتاب:

یہ کتاب بنیادی طور پر حروف معجم پر بڑی دقت سے مرتب ہے، سب سے پہلے اسماء صحابہؓ پھر ان کی کنیت ان کے بعد اسماء صحابیاتؓ اور پھر ان کی کنیت کا تذکرہ کیا ہے، لیکن اس کتاب سے استفادہ کے لئے صرف اتنی معلومات کافی نہیں بلکہ اس کے اقسام کی معلومات ضروری ہے۔

اقسام کتاب:

اس کتاب کے ہر ہر حرف کو مؤلف نے چار قسموں میں تقسیم کیا ہے اور پھر ہر قسم کو حروف معجم پر

مرتب کیا ہے۔

(۱) پہلی قسم میں ان صحابہؓ کا ذکر ہے جن کے صحابیؓ ہونے کی صراحت کسی روایت میں موجود ہو، خواہ اس کی سند صحیح ہو یا ضعیف یا کہیں اس طرح سے تذکرہ آیا ہو جو صحبت پر دلالت کرے، چاہے جس طریق سے ثابت ہو۔

(۲) دوسری قسم میں ان کم سن بچوں کا ذکر ہے جو رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں پیدا ہوئے لیکن رسول اللہ ﷺ کے انتقال کے وقت وہ سن تمیز کو نہیں پہنچے تھے۔

ان حضرات کو اس بنیاد پر صحابہؓ میں شمار کیا ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ان بچوں کو دیکھا ہوگا، ان کے لئے دعائیں کی ہوں گی۔ ان کی تحنیک کی ہوگی جیسا کہ اہل مدینہ کی عادت تھی کہ بچوں کی ولادت کے بعد رسول اللہ ﷺ کے پاس حصول برکت کے لئے لاتے تھے، اگرچہ حصول صحبت کا یہ طریقہ مختلف فیہ ہے اسی وجہ سے محققین اہل علم کے یہاں ان لوگوں کی روایتیں رسول اللہ ﷺ سے مرسل مانی جاتی ہے۔

(۳) تیسری قسم میں ان حضرات کا ذکر ہے جو رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں موجود تھے لیکن رسول اللہ ﷺ سے ملاقات ثابت نہیں، خواہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں ایمان لائے ہوں یا بعد میں، جن کو اصطلاح میں مخضرمین کہا جاتا ہے۔ کتب صحابہؓ میں ان کا نام صحابہؓ سے قربت کی وجہ سے ذکر کر دیا جاتا ہے۔

(۴) چوتھی قسم میں ان لوگوں کا ذکر ہے، جس کا نام غلطی اور وہم کی بنیاد پر صحابہؓ میں آگیا ہے حالانکہ وہ صحابہؓ نہیں ہیں۔

لہذا کتاب سے استفادہ کے وقت یہ ضرور خیال رہے کہ آپ کس قسم میں تلاش کر رہے ہیں ورنہ کسی مخضرم یا غیر صحابی کو صحابیؓ سمجھ بیٹھیں گے یا کسی ایک قسم میں نظر ڈالنے سے مطلوبہ نام نہ ملا تو یہ سمجھ سکتے ہیں کہ یہ نام اس کتاب میں موجود نہیں۔

ظاہر بات ہے پہلی قسم ہی کے حضرات صحابہؓ ہیں، دوسری قسم کے لوگ مختلف فیہ ہیں، جبکہ تیسری اور چوتھی قسم والے صحابی نہیں ہے۔

نوعیت تراجم :

ترجمہ میں صحابیؓ کا نام ونسبت اور حتی الامکان جامع معلومات پیش کرنے کی کوشش کی ہے، خاص طور سے غزوات میں شرکت، وطن، علمی، یا اداری منصب کا تذکرہ کیا ہے۔کہیں کہیں صحابیؓ کی روایت بطور مثال پیش کی ہے، خاص طور سے اگر صحابیؓ کی روایتیں کم ہیں تو اسے ضرور ذکر کیا ہے، اگر صحابیؓ کی روایت کتب ستہ میں سے کسی کتاب میں ہے تو اس کی بھی صراحت کردی ہے، مشکل نام جن کا پڑھنا دشوار ہوتا ہے اس کا ضبط تحریر کردیا ہے، جن کی تاریخ وفات معلوم ہوسکی ان کی تاریخ وفات بھی ذکر کردی ہے۔

اضافہ :

سابقہ کتابوں کے مقابلہ میں اس کتاب میں تراجم میں کافی معلومات کا اضافہ کیا ہے، اس کے علاوہ بعض نام جو "اسد الغابۃ" یا "تجرید اسماء الصحابۃ" اور ان کے اصول میں نہیں تھے ان کا اضافہ کیا ہے، ایسے اضافی ناموں کے تراجم کے ختم ہونے کے بعد حرف "ز" کی علامت لگادی ہے، جو زیادتی کی علامت ہے۔ (اصابۃ : ۱/۱۶۶)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ یہ کتاب اس فن کی سابقہ کتابوں کا نچوڑ اور دیگر فنون سے استفادہ کی وجہ سے سب سے جامع کتاب ہوگئی ہے، جس پر مزید اضافہ تقریباً ناممکن ہے، نیز انتہائی قیمتی معلومات، علمی تبصرہ، تحقیق وتدقیق اور دیگر خوبیوں کی وجہ سے سب پر فائق ہے، اس کے بعد کوئی نئی چیز پیش نہیں کی جاسکی، لہٰذا اب یہی مرجع خلائق ہے۔

نوٹ : (ا) یہ کتاب دراصل اس لئے تالیف کی گئی ہے تاکہ صحابیؓ غیر صحابی سے ممتاز ہوجائے، اس لئے طالب علم کے لئے ضروری ہے کہ جب وہ اس کتاب کا حوالہ دے تو ساتھ ساتھ اس بات کو بھی ذکر

کرے کہ حافظ صاحب نے اس صحابی کو کس قسم میں ذکر کیا ہے۔

(۲) عام لوگوں کا گمان ہے کہ حافظ صاحب کسی کا ذکر قسم اول میں کردے تو وہ آدمی صحابی ہوگا اور حافظ صاحب کے نزدیک اس کا صحابی ہونا بطریق روایت ثابت ہوگا، حالانکہ یہ بات درست نہیں، اس لئے کہ حافظ صاحب نے قسم اول میں بعض ایسے لوگوں کا ذکر کردیا ہے، جن کی صحابیت موضوع طریق سے ثابت ہوتی ہے اور موضوع حدیث پر حدیث کا اطلاق بطور مجاز کے ہے گویا ان کا صحابیؓ ہونا کسی بھی طریق سے ثابت نہیں ہے، یعنی حقیقتاً وہ صحابی نہیں ہے اور یہ بات حافظ صاحب کے دعوی کے خلاف بھی نہیں ہے۔ اس لئے کہ انہوں نے قسم اول کا تعارف کراتے ہوئے اس بات کی صراحت کی ہے، او وقع ذکرہ بما یدل علی الصحابة بای طریق کان کہ جس طریق سے بھی ان کا صحابی ہونا ثابت ہوگا، ان کو قسم اول میں ذکر کروں گا، اور ظاہری بات ہے کہ "بای طریق کان" کے عموم میں طریق موضوع بھی شامل ہے، بطور نمونہ کے دو مثالیں پیش کی جاتی ہے۔

(۱) سعد بن الاسود السلمی ثم الذکوانی

روی ابن عدی (فی الکامل ۷/ ۴۳۱) وابن حبان والمخلص عن فوائدہ کلہم من طریق سوید بن سعید عن محمد بن عمر بن صالح عن قتادۃ عن انس ؓ جاء رجل الی النبی ﷺ فقال یا رسول اللہ ﷺ! ایمنع سوادی ورمامتی من دخول الجنة؟ قال لا ۔۔۔۔ الحدیث وفیہ انہ قال وانی لفی حسب من قومی بنی سلیم ثم من ذکوان معروف الاباء ولکن غلب علی سوادا خوالی وفیہ انہ زوجہ بنت عمر او عمرو بن وھب الثقفی فذکر قصة شبھة بقصة جلیبیب۔

ومحمد بن عمر ذکرہ الحاکم انہ روی حدیثا موضوعا یعنی ھذا (الاصابة: ۳/ ۴۷)

جس حدیث سے سعد بن الاسود کا صحابی ہونا ثابت ہورہا ہے، اس کی سند میں ایک راوی محمد بن عمر بن صالح الکلاعی ہے، جن کے بارے میں حاکم کی رائے یہ ہے کہ وہ موضوع حدیث روایت کرتا ہے، بلکہ خاص اسی حدیث پر وضع کا حکم لگایا ہے، اسی طرح ابن عدی نے الکامل فی ضعفاء الرجال میں

تحریر کیا ہے کہ یہ منکر الحدیث جدًا ہے۔ خود حافظ ابن حجرؒ نے اپنی کتاب لسان المیزان ۵/۳۶۰ میں ابن حبان سے نقل کیا ہے یہ راوی منکر الحدیث جدًا ہے۔

جب یہ بات معلوم ہوگئی تو جس آدمی کا صحابی ہونا ایسے طریق سے معلوم ہو جس میں منکر الحدیث راوی ہے، تو اس کا صحابی ہونا کیسے ثابت ہوگا، حالانکہ حافظ صاحب نے ان کو قسم اول میں ذکر کیا ہے۔

(۲) زیاد بن مطرف:

قال الحافظ ذکرہ ابن معین والبارودی وابن جریر وابن شاھین فی الصحابة واخرجوا من طریق ابی اسحاق عنه قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول من احب ان یحیی حیاتی ویموت میتتی ویدخل الجنة فلیتول علیا وذریته من بعده

قال ابن منده لا یصح، قال الحافظ فی اسنادہ یحیی بن یعلی وھو واہ

جس سند سے زیاد کا صحابی ہونا ثابت ہو رہا ہے، اس میں ایک راوی یحیٰی بن یعلیٰ ہے، جو خود حافظ صاحبؒ کے نزدیک "واہ" ہے۔

اسی طرح حافظ ذہبیؒ نے تجرید ۱/۱۹۹ میں ذکر کیا ہے کہ مطین نے ان کو صحابہ میں ذکر کیا ہے، حالانکہ ان کا صحابہ میں سے ہونا درست نہیں ہے، اسی طرح ابن اثیر کی بھی یہی رائے ہے، نیز ابونعیم نے معرفۃ الصحابۃ میں لکھا ہے کہ حضرمی نے ان کو مفاریدمیں ذکر کیا ہے، حالانکہ ان کا صحابی ہونا درست نہیں ہے۔

ان چار کتابوں کے علاوہ اور بھی چند کتابیں صحابہ کے حالات سے متعلق تصنیف کی گئی ہیں، جن کا اجمالی ذکر حسب ذیل ہے۔

(۱) تسمیة اولاد العشرة وغیرھم من الصحابة: علی بن المدینی ابوالحسن علی بن عبداللہ بن جعفر بن نجیح۔ مدینی بصری (م: ۲۳۳)

(۲) الآحاد والمثانی : ابن ابی عاصم ابوبکر احمد بن عمرو بن النبیل ابی عاصم ضحاک بصری (م:۲۸۷)

(۳) معجم الصحابة: ابن قانع، ابوالحسن عبدالباقی بن قانع بغدادی (م:۳۵۱)

(۴) اسماء الصحابة: ابن عدی ابواحمد عبداللہ بن عدی جرجانی (م:۳۶۵)

(۵) معرفة الصحابة: ابن منده ابوعبداللہ محمد بن اسحاق بن محمد بن یحیی بن منده (م:۳۹۵)

(۶) معرفة الصحابة: ابونعیم احمد بن عبداللہ اصبہانی (م:۴۳۰)

(۷) تلقیح فھوم اھل الاثر فی عیون التاریخ والسیر: (م:

ابن الجوزی ابوالفرج عبدالرحمن بن علی بن محمد بغدادی (م:۵۹۷)

سند میں واقع اسماء رجال کے احوال کی تحقیق اور آئندہ صفحات میں مذکور نقد اسناد کے مراحل سے گذرنے کے لئے ان مذکور بالا کتابوں کی حسب ضرورت مراجعت کرنی چاہئے جو عنوان "اسماء رجال" کے ماتحت ذکر کی گئیں۔

نقد اسناد کے مراحل :

نقد اسناد کی راہ میں طالب علم کو درج ذیل مراحل سے گذرنا پڑتا ہے۔

(۱) رجال اسناد کی تعیین :

نقد اسناد کے لئے جو سند پیش نظر ہو سب سے پہلے باحث کی ذمہ داری یہ ہے کہ اس کے جملہ رجال کو تشخص کے ساتھ ممتاز و معین کرلے، کیوں کہ بعض دفعہ ایک ہی طبقہ میں ایک نام، ایک کنیت یا ایک نسبت کے ایک سے زائد رجال معروف ہوتے ہیں، جن کی حیثیتیں جرح وتعدیل کے اعتبار سے مختلف ہوتی ہیں۔

اس عملی اقدام کے لئے پہلا کام یہ کریں کہ سند کا بغور مطالعہ کریں اور یہ معلوم کریں کہ اس میں وارد شدہ نام مبین ہے، جس سے شخصیت کی تعیین ہوجاتی ہے یا مبہم ہے جس سے تعیین نہیں ہو پاتی اگر

شخصیت مبین ہے تو بہت خوب، عمل آسان ہوگیا اور اگر شخصیت مبہم ہے تو یہ معلوم کریں کہ یہ حدیث کسی اور کتاب میں پائی جاتی ہے کہ نہیں؟ اگر ہے تو اس کی سند میں مبین ہے یا مبہم اگر مبین ہے تو بہتر ہے ورنہ اس کتاب کو اٹھائیں، جس میں اس راوی کی سیرت وسوانح تحریر شدہ ہے، اس نام کا اگر دوسرا راوی اس کتاب میں نہیں ہے تو یوں سمجھئے کہ اس کی تعیین ہوگئی کہ سامنے موجود راوی یہی مطلوبہ شخصیت ہے اور اگر اس نام کے دو یا اس سے زیادہ زیادہ راوی ہوں تو سند حدیث پر ایک نظر پھر سے ڈالیں اور یہ دیکھیں کہ اس راوی کا استاذ اور شاگرد کون ہے؟ استاد اور شاگرد کا نام معلوم ہو جانے پر پھر اس کتاب کو دیکھیں جس میں اس کا ترجمہ موجود ہے۔ اور یہ دیکھے کہ وہاں اس کے استاذ اور شاگرد کس راوی کے ترجمہ میں ہے، جس ترجمہ میں بحیثیت استاذ وشاگرد وہ نام تحریر ہو تو اب اس کی تعیین ہوگئی۔ یاد رہے کہ کتب رجال میں اساتذہ کی طرف نشاندہی کے لئے "روی عن" اور شاگردوں کی طرف نشاندہی کے لئے "روی عنہ" کا عنوان قائم کیا جاتا ہے۔

کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ دو ہم نام راوی استاذ وشاگرد میں مشترک ہوتے ہیں، اس صورت میں اگر دونوں ثقہ ہیں تو مسئلہ آسان ہے اور اگر ان میں کوئی ضعیف ہے تو مسئلہ بڑا مشکل اور پیچیدہ ہو جاتا ہے، اس کی تعیین کے لئے بڑی دقت اٹھانی پڑتی ہے، اس کے لئے کتب معاجم وکتب مشیخات سے جس میں اس کی روایتیں ہوتی ہیں مدد مل سکتی ہے، نیز کتب ضعفاء وغیرہ سے مدد لی جاسکتی ہے، جس میں ضعیف راویوں کی روایتوں کو ان کے ترجمہ میں ذکر کیا جاتا ہے، جس کتاب کی حدیث آپ تلاش کر رہے ہیں اگر اس کی کوئی شرح ہے تو ممکن ہے کہ اس میں راوی کی تعیین شارح نے کسی ذریعہ سے معلوم کر کے کر دی ہو وہاں سے مدد مل سکتی ہے۔

(۲) رواۃ کی عدالت اور ان کے ضابط ہونے کی تحقیق :

جب راوی کی شخصیت کی تعیین ہو جائے تو اس کا ترجمہ جس کتاب میں خصوصی طور سے ذکر کیا گیا ہے، اس میں دیکھ کر اس کا حکم بحیثیت جرح وتعدیل اور بحیثیت تدلیس وارسال معلوم کرلیں اگر اس

کا وافی ترجمہ وہاں موجود نہ ہو تو کتب ثقات یا کتب ضعفاء نیز دیگر کتابوں سے مدد لے سکتے ہیں راوی کے ثقہ یا عدم ثقہ دونوں صورتوں میں اس کی حیثیت کے حساب سے حدیث پر حکم لگایا جا سکتا ہے۔

نوٹ : بذریعہ استاذ و شاگرد کتب ستہ کے راویوں کی تعیین سب سے بہتر کتاب "تہذیب الکمال" ہے اور بحیثیت جرح و تعدیل اقوال کی تفصیل معلوم کرنے کے لئے سب سے مفید کتاب "تہذیب التہذیب" ہے اور صرف مجموعی حکم (خلاصہ) معلوم کرنے کے لئے سب سے بہتر کتاب "تقریب التہذیب" ہے۔

ائمہ جرح و تعدیل نے راویوں کے حالات اور ان کے مراتب بیان کرنے کے لئے جرح و تعدیل کے کلمات کا استعمال کیا ہے، ان میں سے بعض کثیر الاستعمال ہیں اور بعض قلیل الاستعمال، اسی طرح سے کلمات کے علاوہ حرکات و اشارات کا بھی استعمال کیا ہے، انہیں کلمات و اشارات سے رواۃ کی ثقاہت اور ضعف نیز ان کے مراتب کی وضاحت کی گئی ہے اور انہیں مراتب کے اعتبار سے ان کی روایتوں پر اصح، صحیح، حسن اور ضعف کا حکم لگایا جاتا ہے۔

لیکن چونکہ یہ علماء مختلف دور اور مختلف مزاج کے تھے اس لئے لازمی طور سے ان کے زمانہ اور مزاج کا گہرا اثر ان کلمات کے انتخاب پر بھی ہوا ہے، ایک محدث کے یہاں ایک کلمہ کسی خاص مرتبہ پر دلالت کرتا ہے، بعینہ وہی کلمہ دوسرے محدث کے یہاں دوسرے مرتبہ پر دلالت کرتا ہے، اسی وجہ سے علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ ان کا ضبط کرنا بے حد مشکل کام ہے۔ (جرح و تعدیل ص ۲۲۲، بحوالہ الباعث الحثیث ص ۱۰۵)

ہر فرد نے اپنی سمجھ کے مطابق ایسے کلمات کا انتخاب کیا ہے، جو مدلول پر واضح طور سے دلالت کرتے ہیں، لیکن اس کے باوجود بھی اس پر کامل اتحاد نہ ہو سکا، خصوصاً چوتھی صدی سے ان میں نمایاں فرق پایا جاتا تھا امام عبدالرحمن بن ابوحاتم الرازی (م: ۳۲۷) نے کلمات تعدیل کو چار مرتبوں میں محدود کیا۔ (الجرح والتعدیل: ۱/۳۲۴)

حافظ ابن صلاح (م:۶۴۳)، امام مزیؒ (م:۷۴۲) وغیرہ نے بھی انہیں کے موقف کو اختیار کیا ہے۔ (مقدمہ ابن الصلاح: ص ۱۷۱)

آٹھویں صدی میں امام ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) نے کچھ اور اضافہ کیا انہوں نے تعدیل کو چار اور جرح کو پانچ مرتبوں میں تقسیم کیا ہے، حافظ عراقی (م:۸۰۶) نے بھی ان کی موافقت کی صرف چند الفاظ کا اضافہ کیا ہے۔ (التقیید والایضاح: ص ۱۳۰)

علامہ سخاویؒ (م ۹۰۲ھ) جو حافظ ابن حجرؒ (م:۸۵۲) کے شاگردوں میں سے ہیں، انہوں نے بھی ان مراتب کو چھ مرتبوں میں تقسیم کیا ہے، لیکن دوسرے مرتبہ میں انہوں نے صرف ایک کلمہ فلان لا یسئل عنہ رکھا اور صحابہ کو نکال دیا۔ (فتح المغیث: ۱/۳۹۰)

علامہ سخاویؒ سے پہلے حافظ ابن حجرؒ نے ہر ایک کو چھ چھ مرتبوں میں تقسیم کیا ہے، جس میں انہوں نے صحابہؓ کو ایک طبقہ میں شمار کیا ہے، اگر صحابہ کو نکال دیا جائے تو ان کے یہاں بھی تعدیل کے پانچ مرتبے اور تجریح کے چھ مرتبے ہوتے ہیں۔ (نزہۃ النظر فی نخبۃ الفکر ص ۱۸۳)

حافظ سیوطیؒ (م ۹۱۱ھ) جو ان میں سب سے زیادہ متاخر ہیں انہوں نے بھی دسویں صدی ہجری میں چھ مرتبوں میں ان کو برقرار رکھا لیکن انہوں نے بھی صحابہؓ کو خارج کر دیا ہے، اور فلان لا یسئل عنہ کو درجہ اول میں رکھا ہے۔

کلمات جرح وتعدیل میں اگرچہ فرق ہے لیکن ان کو عام قاعدہ کے تحت مختلف مراتب میں تقسیم کرنے سے جرح وتعدیل میں سے ہر ایک کے چھ چھ مراتب بنتے ہیں اور ہر مرتبہ کے لئے مختلف کلمات ہوتے ہیں جو اس مرتبہ پر دلالت کرتے ہیں، جس کی تفصیل یہ ہے۔

مراتب تعدیل اور ان کے کلمات :

(۱) پہلا مرتبہ جو سب سے اعلی ہے وہ یہ ہے جس میں راوی کی ثقاہت بذریعہ اسم تفصیل یا صیغہ مبالغہ یا جو ان کے مشابہ اور ہم معنی ہو ان سے بیان کیا گیا ہو جیسے اوثق الناس، احد الاحدین، الیہ المنتھی فی

التثبت، اثبت الناس، لا اعرف له نظیر، فلان لا یسئل عنه، امیر المؤمنین فی الحدیث وغیرہ

(۲) دوسرا مرتبہ یہ ہے کہ راوی کی ثقاہت کی تاکید تکرار لفظی یا معنوی سے کی گئی ہو، جیسے ثقة ثقة، ثقة ثبت، ثبت حجة، ثقة حافظ، ثقة مامون وغیرہ

اس بنیاد پر جس کی ثقاہت بیان کرنے میں مزید تکرار ہوتی ہے، وہ اس درجہ میں سب سے اعلیٰ ہوگا، جیسے ابن سعد کا امام شعبہ کے بارے میں کہنا ثقة مامون ثبت حجة حدیث

اس سلسلہ میں سب سے زیادہ تکرار جو منقول ہے وہ نو بار کی ہے، جو سفیان بن عیینہ کے قول عمرو بن دینار کے بارے میں ہے، جب انہوں نے لفظ ثقہ کی تکرار نو مرتبہ کی تھی اور ایسا لگتا تھا کہ کہتے کہتے وہاں پر سانس ٹوٹ گئی۔ (فتح المغیث: ۱/ ۳۹۲)

(۳) تیسرا مرتبہ یہ ہے جس میں راوی کی ثقاہت بغیر تاکید کے بیان کی گئی ہو، جیسے ثقة، ثبت، حجة، متقن، حافظ، ضابط، امام، عادل وغیرہ اور (کانه مصحف) کو بھی اسی کے ملحق قرار دیا گیا ہے، حالانکہ یہ مبالغہ کے مشابہ ہے۔ قاعدے کے اعتبار سے پہلے درجہ میں رکھنا زیادہ مناسب تھا۔

(۴) چوتھا مرتبہ یہ ہے کہ جس میں راوی کی عدالت واضح ہو لیکن ضبط غیر واضح ہو جیسے صدوق، مامون، لا باس به، لیس به باس، محله الصدق، خیار وغیرہ

(۵) پانچواں مرتبہ یہ ہے جس میں راوی کی عدالت اور ضبط واضح طور سے نہ بیان کی گئی ہو، جیسے شیخ وسط، جید الحدیث، حسن الحدیث، مقارب الحدیث، صالح الحدیث، الی الصدق ما هو، رووا عنه وغیرہ

نیز جن لوگوں پر کسی قسم کی بدعت یا اختلاط وغیرہ کا الزام ہے، ان کو بھی اس کا ملحق قرار دیا گیا ہے، جیسے صدوق رمی بالتشیع، صدوق سئ الحفظ، صدوق تغیر، صدوق یهم

(۶) چھٹاں مرتبہ یہ ہے جس میں راوی پر حکم لگانے میں ناقد کے تردد وشبہ کا پتہ چلے اور اس کی دلالت عدالت کے بہ نسبت جرح سے زیادہ قریب ہو جیسے صویلح، یکتب حدیثه، صدوق ان شاء اللّٰہ،

مقبول، ارجوا ان لا بأس بہ وغیرہ

اصحاب مراتب تعدیل کا حکم :

ان مراتب میں پہلے تین مراتب والوں کی روایتیں عدالت اور ضبط کی بنیاد پر قابل قبول اور قابل حجت ہوتی ہے اگر چہ قوت میں بعض بعض سے قوی ہوتی ہیں، صحیحین کی روایتیں پہلے مرتبہ والوں میں شمار ہوتی ہے، صحیح ابن خزیمہ اور صحیح ابن حبان کی روایتیں دوسرے مرتبہ والوں میں شمار ہوتی ہیں اور کتب سنن کی روایتیں تیسرے مرتبہ والوں میں شمار کی جاتی ہیں۔

چوتھے مرتبہ والوں کے سلسلہ میں قدرے اختلاف ہے لیکن راجح یہ ہے کہ یہ قابل احتجاج ہوتے ہیں اور ان کی روایتیں درجہ حسن کو پہنچتی ہیں، عام طور سے اس طرح کی روایتیں سنن میں پائی جاتی ہے۔

پانچویں مرتبہ والوں کی روایتیں مطلق قابل احتجاج تو نہیں ہوتی ہیں البتہ قابل اعتبار ہوتی ہیں لیکن ان کی روایتیں اگر ثقات کے موافق ہوں تو قابل احتجاج ہو جاتی ہیں۔

چھٹے مرتبہ والوں کی بھی روایت قابل قبول نہیں ہوتی بلکہ قابل اعتبار ہوتی ہے لیکن مرتبہ میں کم ہوتی ہے اگر اس کی کوئی روایت شاہد ہے تو حسن لغیرہ ہوگی ورنہ ضعیف ہوگی لیکن ضعف خفیف ہوگا۔

مراتب جرح اور ان کے کلمات :

(۱) پہلا مرتبہ جو سب سے کم تر ہے یہ ہے کہ جو راوی کے کمزور اور ضعیف ہونے کی جانب اشارہ کرتا ہے جیسے لین الحدیث، فیہ مقال، سیء الحفظ، تکلموا فیہ، لیس بالقوی، تعرف وتنکر، غیرہ اوثق منہ، مجہول وغیرہ

(۲) دوسرا مرتبہ یہ ہے جو راوی کے ضعیف اور مردود ہونے پر صراحت سے دلالت کرتا ہے جیسے ضعیف، لا یحتج بہ، لہ مناکیر، مضطرب وغیرہ

(۳) تیسرا مرتبہ یہ ہے جو راوی سے استدلال کی ممانعت اور کثرت ضعف پر دلالت کرتا ہے، جیسے

ضعيف جداً، واه بمرة، لايكتب حديثه ، لاتحل الرواية عنه، تالف ، رد حديثه، ليس بشئ ،

لا يساوی شيأ وغیره

(۴) چوتھا مرتبہ یہ ہے جو راوی کے متهم بالوضع، متهم بالكذب، سارق الحديث، ساقط، متروک، ذاهب الحديث، (فيه نظر، سكتوا عنه صرف امام بخاری کے یہاں)

(۵) پانچواں مرتبہ یہ ہے جو راوی کے حدیث رسول میں دروغ گو ہونے پر دلالت کرتا ہے جیسے كذاب، دجال، وضاع، يكذب، يضع وغیره

(۶) چھٹا مرتبہ یہ ہے جو راوی کے دروغ گو ہونے پر اسم تفضیل یا صیغہ مبالغہ پر دلالت کرے جیسے اكذب الناس، ركن الكذب، اليه المنتهى في الكذب وغیره

اصحاب مراتب جرح کا حکم :

ان میں پہلے اور دوسرے مرتبہ والوں کی روایتیں ضعیف ہوتی ہیں لیکن درجات میں فرق ہوتا ہے، یہ روایتیں قابل احتجاج نہیں ہوتی ہیں البتہ قابل استیناس ہوتی ہیں بوقت ضرورت ان کا ذکر کیا جاسکتا ہے اور دوسرے ہم مرتبہ والوں سے مل کر کام چلاؤ ہوسکتی ہیں اور دوسرے کی تائید کرسکتی ہیں ان کے علاوہ بقیہ چار مراتب والوں کی روایتیں مردود ہوتی ہیں، ان کا تحریر کرنا بھی درست نہیں ہوتا بلکہ آخری تین مراتب والوں کی روایتوں کا بیان کرنا بھی بغیر وضاحت کے حرام ہوتا ہے، اس طرح کی روایتیں کتب موضوعات میں پائی جاتی ہیں یہ ترتیب وار ضعیف، انتہائی ضعیف، متروک اور موضوع ہوتی ہیں۔ (جرح وتعدیل ص ۲۲۲ تا ۲۲۶ بحذف)

مخصوص کلمات :

جرح وتعدیل کے جو کلمات اور مراتب گذرے ہیں یہ عام استعمال کے اعتبار سے ہیں، اس کے برخلاف کچھ ایسے مخصوص کلمات ہیں جو عام قاعدے کے برخلاف مخصوص مرتبہ پر دلالت کرتے ہیں اور یہ صاحب قول کی خصوصی مصطلحات ہیں، صاحب قول نے اس سے کیا مراد لیا ہے، جب یہ واضح

ہوجائے تب ان کلمات سے مراتب کی تعیین ہوسکتی ہے لہذا ان کلمات اور اصطلاحات کا جاننا ضروری ہے، وہ کلمات یہ ہیں۔

(۱) اکتب عنہ، یکتب عنہ: یہ کلمہ عام قاعدہ کے اعتبار سے تعدیل کے آخری مرتبہ کا ہے، لیکن جب امام یحیی بن معین اور امام مسلم کسی کے بارے میں اکتب عنہ کہتے ہیں تو اس سے جرح مراد نہیں لیتے بلکہ اس سے راوی کی ثقاہت بیان کرنا مقصود ہوتا ہے۔

امام حاکم فرماتے ہے کہ ھذا رسم مسلم فی الثقات ثقات کے بارے میں امام مسلم کی یہی اصطلاح ہے۔ اور جب امام ابوحاتم کسی کے بارے میں یکتب عنہ فرماتے ہیں تو ان کے نزدیک نہ تو یہ مطلق توثیق پر دلالت کرتا ہے اور نہ ہی ضعف پر، اور جب ابن معین کسی کے بارے میں یکتب عنہ فرماتے ہیں تو اس سے تضعیف مراد لیتے ہیں۔

(۲) ثقۃ: جمہور کے یہاں تعدیل کا تیسرا مرتبہ ہے لیکن امام عجلی ثقہ کہہ کر صدوق اور نیچے کا مرتبہ مراد لیتے ہیں۔

(۳) سکتوا عنہ: اس کلمہ کو امام بخاری اکثر وبیشتر استعمال کرتے ہیں اور اس کا جو ظاہری معنی سمجھ میں آتا ہے وہ یہ ہے کہ لوگوں نے اس راوی کے سلسلہ میں کچھ نہیں کہا بلکہ جرح وتعدیل کے اعتبار سے سکوت اختیار کیا ہے ایسی صورت میں بظاہر یہ مجہول ہوتا ہے جو جرح کا ادنی مرتبہ ہے۔

لیکن حقیقت میں امام بخاری کے یہاں یہ مراد نہیں ہے بلکہ جب وہ کسی کے بارے میں سکتوا عنہ کہتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ متروک ہے جو جرح کا چوتھا مرتبہ ہے بلکہ علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ یہ امام بخاریؒ کے نزدیک جرح کا سب سے بدترین مرتبہ ہے۔

اور امام ذہبیؒ فرماتے ہے کہ استقراء سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ وہ ترکوا کے معنی میں ہے۔

امام سخاویؒ فرماتے ہے کہ اکثر وبیشتر امام بخاریؒ نے اس سے متروک مراد لیا ہے۔

(۴) صدوق: یہ کلمہ جمہور کے نزدیک تعدیل کے چوتھے مرتبہ میں ہے لیکن امام بخاریؒ کے یہاں یہ

معاملہ نہیں ہے کہ جب وہ کسی کو صدوق کہتے ہیں تو اس سے مراد ثقہ ہوتا ہے جو تعدیل کا تیسرا مرتبہ ہے۔

(۵) فیہ نظر : ظاہری معنی و مفہوم سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ اس پر کچھ کلام ہے اور راوی مشتبہ ہے حالانکہ یہ مقصد نہیں بلکہ جب امام بخاریؒ کسی راوی کے بارے میں فیہ نظر کہتے ہیں تو اس سے مراد ان کے نزدیک متروک ہوتا ہے جو جرح کا بدترین درجہ ہے۔

علامہ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ انه ادنی المنازل عنده وار دأها

علامہ ذہبیؒ فرماتے ہے کہ امام بخاریؒ کسی راوی پر "فیہ نظر" کا اطلاق عموماً اس وقت کرتے ہیں جب وہ متہم بالکذب ہو۔ امام بخاریؒ خود فرماتے ہے کہ اذاقلت فلان فی حدیثه نظر فهو متهم واه

کچھ محققین کا خیال ہے کہ یہ قاعدہ کلیہ نہیں ہے بلکہ عموماً ایسا ہوتا ہے، کبھی اس کے برعکس بھی ہوا ہے کہ وہ راوی جرح کے اس درجہ میں نہیں ہوتا مثلاً تمام بن نجیح کے بارے میں امام بخاریؒ نے کہا کہ "فیہ نظر" اور خود ان سے ایک معلق اثر روایت کیا ہے کہ عمر بن عبدالعزیز رکوع کے وقت رفع یدین کرتے تھے۔ یعنی امام بخاریؒ کے نزدیک وہ راوی متروک نہیں ہے اس لئے کہ اگر ایسا ہوتا تو وہ ان سے کبھی یہ قول نقل نہ فرماتے۔

اسی طرح حریش بن حریث کے بارے میں امام بخاریؒ نے "فیہ نظر" کہا ہے اور پھر خود ہی کہا ہے کہ ارجوان یکون صالحا۔ اس سے پتہ چلا کہ امام بخاریؒ ہر وقت "فیہ نظر" سے مراد متروک نہیں لیتے ہیں۔

محققین کا یہ خیال کسی حد تک صحیح ہوسکتا ہے لیکن اس میں مزید تحقیق کی ضرورت ہے ویسے قاعدے اکثر کلی نہیں ہوتے کچھ نہ کچھ شذوذ پایا جاتا ہے دوسری بات یہ ہے کہ ہوسکتا ہے ایسا امام بخاریؒ سے سہواً ہوگیا ہو نیز یہ بھی ہوسکتا ہے کہ راوی کے بارے میں ان کی رائے بدل گئی ہو اگر حقیقت میں ایسا ہی ہے تو متاخرین محققین کی رائے غلط ہوسکتی ہے۔

البتہ کچھ راویوں کو حاشیہ الرفع والتکمیل ص ۴۰۲ اور دراسات فی الجرح والتعدیل ص ۲۶۳

میں بطور مثال پیش کیا گیا ہے، جس میں یہ واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ بعض راویوں پر امام بخاریؒ نے فیہ نظر کا حکم لگایا ہے جب کہ وہ راوی دوسروں کے یہاں ثقہ ہے یا اس درجہ کا ضعیف نہیں ہے جو امام بخاریؒ کا مقصد ہے۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ دلیل مدلول پر واضح طور سے دلالت نہیں کرتی اس لئے کہ یہاں اصل مسئلہ یہ ہے کہ امام بخاریؒ کے یہاں اس راوی کا کیا حکم ہے، دوسرے لوگوں کا خیال کیا ہے، اس سے یہاں کوئی سروکار نہیں، اگر ایک راوی کسی محدث کے یہاں کذاب اور کسی کے نزدیک ثقہ ہو تو ایک کے اصول کو دوسرے کے اصول سے نہیں پرکھا جاسکتا اور جب امام بخاریؒ نے بذات خود یہ وضاحت کردی کہ اس سے مراد متہم ہوتا ہے تو پھر قیاس آرائی کی کوئی ضرورت نہیں رہ جاتی۔

(۶) منکر الحدیث: اس کلمہ کا استعمال عام طور سے جرح شدید کے لئے ہوتا ہے، جس کا استعمال زیادہ تر امام بخاریؒ نے کیا ہے اور اس سے مراد جرح شدید لیا ہے، جس کی جانب انہوں نے خود اشارہ فرمایا ہے کہ جب میں کسی راوی کو "منکر الحدیث" کہتا ہوں تو اس سے روایت کرنا درست نہیں ہوتا ہے۔

لیکن جب یہی کلمہ امام احمد استعمال کرتے ہیں تو اس کا مطلب ان کے یہاں یہ ہوتا ہے کہ راوی کسی چیز کے روایت کرنے میں جملہ احباب سے منفرد ہے، چنانچہ وہ عبدالرحمن بن ابی الموالی کے بارے میں فرماتے ہیں جنہوں نے استخارہ والی حدیث روایت کی ہے کہ کان یروی حدیثا منکرا عن ابن المنکدر عن جابر فی الاستخارۃ لیس احد یرویہ غیرہ

(۷) لا اعرفہ: جب یحیی بن معین کسی راوی کے بارے میں کہتے ہیں لا اعرفہ تو اس سے ان کا مقصد راوی پر جہالت کا حکم لگانا نہیں ہوتا بلکہ مقصد یہ ہوتا ہے کہ اس شخص کی روایتیں ان کو معلوم نہیں، چنانچہ عبدالخالق بن منصور نے ابن معین سے حاجب بن ولید کے بارے میں سوال کیا انہوں نے جواب دیا کہ لا اعرفہ واما احادیثہ فصحیحۃ۔

ابن عدی فرماتے ہیں کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جب امام یحیی کے پاس راوی کی احادیث کے

بارے میں معلومات نہیں ہوتی تھی وہ فرماتے تھے لا اعرفه

اور جب یحیی بن سعید قطان کسی راوی کے بارے میں لا یعرف یالم یثبت عدالته کہتے ہیں تو اس کا مطلب ان کے نزدیک یہ ہوتا ہے کہ کسی معاصر امام نے اس شخص کے بارے میں کوئی ایسی بات نہیں کہی جس سے اس کی عدالت ثابت ہو۔

امام ذہبیؒ فرماتے ہیں کہ ابن قطان ہر اس شخص کو لا یعرف کہتے ہیں جس کے بارے میں اس کے معاصرین میں سے کسی نے کوئی ایسی بات نہیں کہی ہے جس سے اس کی عدالت کا پتہ چلے۔

(۸) لا بأس به : جب یحیی بن معین اور عبدالرحمن بن ابراہیم (دحیم) کسی راوی کے بارے میں لا بأس به کہتے ہیں تو اس سے مراد یہ ہوتا ہے کہ وہ ثقہ ہے۔

چنانچہ ابن ابی خیثمہ نے یحیی بن معین سے کہا کہ آپ کسی راوی کے بارے میں کہتے ہیں کہ فلان لیس به بأس اور فلان ضعیف تو اس کا کیا مطلب ہوتا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ جب میں کسی کے بارے میں کہتا ہوں کہ لیس به بأس تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ ثقہ ہے۔

امام ابوزرعہ دمشقی نے دحیم سے سوال کیا کہ علی بن حوشب فزاری کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ لا بأس به تو انہوں نے کہا کہ آپ ثقہ کیوں نہیں کہتے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ کہہ تو دیا کہ وہ ثقہ ہیں۔

لیکن امام عجلی جب کسی راوی کے بارے میں لا بأس به کہتے ہیں تو اس سے ضعیف مراد لیتے ہیں۔

(۹) لیس بشئ : یہ کلمہ جرح کے تیسرے مرتبہ کا ہے لیکن امام شافعیؒ اور ان کے شاگرد امام مزنیؒ کسی راوی کے بارے میں لیس بشئ کہتے ہیں تو اس کا معنی یہ ہوتا ہے کہ راوی کذاب ہے ایسی صورت میں یہ پانچویں مرتبہ کا کلمہ ہوجاتا ہے۔

امام مزنیؒ فرماتے ہے کہ ایک دن امام شافعیؒ نے مجھ سے فلان کذاب کہتے ہوئے سنا تو

انہوں نے فرمایا کہ اچھے الفاظ استعمال کرو فلان کذاب نہ کہو بلکہ یہ کہو کہ حدیثہ لیس بشیٔ اور جب امام یحیی بن معین کسی راوی کے بارے میں لیس بشیٔ کہتے ہیں تو ان کا مقصد جرح کرنا نہیں بلکہ یہ ہوتا ہے کہ یہ راوی قلیل الحدیث ہے۔

عام طور سے امام یحیی بن معین کا یہی مقصد ہوتا ہے لیکن کبھی کبھی جرح شدید بھی مراد لیتے ہے، لہذا اس طرح کے کلمات کا تتبع کرنا پڑیگا اور دیگر اہل علم کے اقوال سے مقارنہ کرنا پڑیگا۔ احمد نور سیف نے دراسہ کرنے کے بعد بتایا ہے کہ عموماً اس سے وہی مراد ہوتا ہے جو جمہور کے یہاں ہے لیکن کبھی کبھی انہوں نے اس سے مجہول بھی مراد لیا ہے۔

(۱۰) لیس بالقوی: یہ کلمہ جرح کا پہلا مرتبہ ہے لیکن جب ابو حاتم کسی کے بارے میں لیس بالقوی کہتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ راوی قوت اور تثبت کے اعلی درجہ پر نہیں ہے۔

اور جب امام نسائی کسی راوی کے بارے میں لیس بالقوی کہتے ہیں تو جرح مفسد مراد نہیں لیتے ہیں کیونکہ اس طرح کہ راویوں کی حدیث اپنی کتاب میں ذکر کرتے ہیں۔

لیس بالقوی اور لیس بقوی کے استعمال میں فرق ہے علامہ معلمی فرماتے ہے کہ لیس بقوی مطلق قوت کی نفی کرتا ہے اگر چہ مطلق ضعف نہ ثابت ہو اور لیس بالقوی قوت کے کامل درجہ کی نفی کرتا ہے۔

(۱۱) مجہول: جب محدثین کسی راوی پر مجہول کا اطلاق کرتے ہیں تو اس سے مراد مجہول عین لیتے ہیں لیکن جب ابن ابی حاتم کسی راوی پر جہالت یا مجہول کا حکم لگاتے ہیں تو ان کا مقصد اس سے جہالتِ حال ہوتی ہے۔

چنانچہ امام سخاوی فرماتے ہیں کہ ابن ابی حاتم نے داؤد بن یزید ثقفی کو مجہول کہا ہے جب کہ ان سے روایت کرنے والے بہت سے لوگ ہیں۔

علامہ لکھنوی فرماتے ہے کہ امام ذہبیؒ نے اپنی کتاب "میزان الاعتدال" میں جہاں بھی لفظ

مجہول کہا ہے اور اس کی نسبت کسی قائل کی طرف نہیں کی ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ امام ابن ابی حاتم کا قول ہے۔ (جرح وتعدیل ص ۲۲۹ تا ۲۳۴)

نادر کلمات :

اب تک جن کلمات کے بارے میں بات ہو رہی تھی وہ ایسے کلمات ہیں جو بکثرت مستعمل ہوتے ہیں لیکن کچھ ایسے کلمات بھی ہیں، جو بہت کم مستعمل ہوتے ہیں، ندرت کے ساتھ ساتھ ان کا مفہوم بھی قدرے غامض ہوتا ہے اس لئے مدلول کے سمجھنے میں دقت ہوتی ہے اور یہ بھی نہیں پتہ چلتا کہ کہنے کا مقصد کیا ہے اور اس راوی کا شمار کس طبقہ میں کیا جائے اور اس کلمہ کو کس درجہ میں رکھا جائے اس سلسلہ میں کچھ کلمات بطور مثال کے پیش کئے جاتے ہیں۔

(۱) اتق حیات سلم لا تلسعک : سلم کے سانپوں سے بچتے رہنا کہیں تم کو ڈس نہ لیں۔

یہ تعبیر صرف عبداللہ بن مبارک نے سلم بن سالم ابو محمد بلخی کے بارے میں بطور جرح استعمال کی ہے۔ ان کا مقصد یہ ہے کہ یہ راوی کذاب ہے ان کی مرویات کی مثال سانپوں سے دی گئی ہے گویا کہ سانپ جس طرح ضرر رساں اور ناقابل اعتماد ہوتا ہے یہی کیفیت ان کی حدیثوں کی ہوتی ہے، چنانچہ خود خطیب بغدادی نے ان کے بارے میں کہا ہے کہ یہ بے بنیاد حدیثیں روایت کرتے ہیں۔

(۲) اعور بین العمیان (اندھوں میں کانا راجا) یہ تعبیر امام دارقطنی کی ہے جس کو انہوں نے ابو یوسف کے بارے میں ذکر کیا ہے جنہوں نے "غورک" سے روایت کیا ہے اور جن سے لیث بن حماد نے روایت کیا ہے، امام دارقطنی کی مراد یہ ہے کہ ابو یوسف اگر چہ ضعیف ہیں لیکن غورک اور لیث بن حماد سے بہتر ہیں۔

(۳) جمازات المحامل

(۴) جمال المحامل

(۵) الجمال التی تحمل المحامل

جمال و جمازات اونٹ کو کہتے ہیں، محامل بوجھ اٹھانے والے یا ہودج اٹھانے والے کو کہتے ہیں یعنی ایسے اونٹوں میں سے ہیں جن پر بوجھ لادا جاسکتا ہے، عربی میں اونٹوں کو بطور تشبیہ و استعارہ بکثرت استعمال کیا گیا ہے اس سے اشارہ ایسے شخص کی طرف کیا جاتا ہے جو مشقتوں کو برداشت کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو اور پیچیدہ مقامات میں نہ گھبراتا ہو بلکہ ان کو حل کرنے کی جرأت رکھتا ہو۔

محدثین نے یہ کلمہ جرح و تعدیل دونوں کے لئے استعمال کیا ہے، تعدیل کے لئے فلان من جمل المحامل اور جرح کے لئے لیس من جمال المحامل

مطلب یہ ہوا کہ جس طرح سے ہودج اور ساز و سامان اٹھا کر دور دراز مقامات پر پہنچانا باہمت، طاقتور اور مضبوط اونٹ کا کام ہے اسی طرح حدیثوں کے لئے رخت سفر باندھنا اور ان کو محفوظ رکھنا باہمت قوی حافظ اور صبر آزما لوگوں کا کام ہے۔

سب سے پہلے یہ تعبیر امام مالک نے عطاف بن خالد مدنی کے لئے استعمال کی ہے انہوں نے ان کے بارے میں لیس ھو من جمل المحامل فرمایا تھا۔

اسی طرح یحیی بن سعید قطان نے مسلم بن قتیبہ خراسانی کے بارے میں اور یحیی بن معین نے رشدین بن سعد کے بارے میں استعمال کیا ہے۔

اس معنی میں جمازات المحامل اور لیس من اھل القباب بھی استعمال کیا جاتا ہے۔

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ لیس من اھل القباب یا لیس من جمال المحامل کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ان کی روایت بیان کی جاسکتی ہے لیکن اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔

(۶) سدد من عیش (۷) سداد من عوز

ابوبکر بن اعین نے سوید بن سعید کے بارے میں یہ کلمہ استعمال کیا ہے اور کہا ہے کہ ھو سداد من عیش

سداد اس چیز کو کہتے ہیں جس سے کسی خلل کی اصلاح کی جائے، سداد من عیش کا مطلب یہ ہوا

کہ تھوڑی سی ضرورت پوری ہوسکتی ہے یا جیسے اردو زبان کا محاورہ ہے کہ "نہ ہونے سے ہونا بہتر" وہ معنی سدادمن عیش کا ہے۔یعنی متابعت وشواہد میں قابل اعتبار ہوسکتے ہیں۔

(۸) عسی موسی تلقف مایأفکون

موسیٰ کی لاٹھی ہے ہر گھڑی ہوئی چیزوں کو نگل لیتی ہے۔ یہ جملہ محمد بن عبداللہ مطین نے حافظ محمد بن عثمان بن ابی شیبہ کے بارے میں استعمال کیا ہے، انہوں نے یہ جملہ فرما کران پر جرح کی ہے۔

یہ جملہ انہوں نے قرآن کریم کی آیت سے لیا ہے جو موسیٰ اور جادوگروں کے مقابلہ میں وارد ہوئی ہے، جس میں بحکم الٰہی عصاء موسیٰ اژدہا کی شکل میں نمودار ہوا اور جادوگروں کے خیالی سانپوں کو نگل گیا۔ مطین کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح سے عصائے موسیٰ نے جادوگروں کے وضع کردہ باطل چیزوں کو نگل لیا تھا اسی طرح سے ابن ابی شیبہ باطل اور کذب روایتوں کو نگل لیتے ہیں اور بیان کرتے ہیں۔

گویا کہ یہ جملہ جرح کے بدترین درجہ کے لئے انہوں نے استعمال کیا ہے ان کے اس قول کو محدثین نے کلام الاقران بعضھم فی بعض پر محمول کیا ہے۔

(۹) علی یدی عدل عدل کے ہاتھ میں ہے۔

اس تعبیر کو سب سے پہلے ابو حاتم رازی نے بطور جرح استعمال کیا ہے۔ جبارہ بن مغلس حمانی کے بارے میں انہوں نے کہا کہ ھو علی یدی عدل اس کلمہ کے مدلول کے بارے میں بعض محدثین کو غلط فہمی ہوگئی ہے۔ اس سے وہ راوی کی ثقاہت وعدالت سمجھتے تھے اور اس کو اس طرح پڑھتے تھے ھو علی یَدیَّ عَدلٌ یعنی وہ میرے نزدیک عادل ہے۔ حالانکہ صحیح عبارت جیسا کہ حافظ ابن حجرؒ نے اشارہ کیا ہے اسی طرح ہے ھو علی یدیْ عدلٍ یعنی ہالک

اس کلمہ کا پس منظر جیسا کہ ابن سکیت نے ابن کلبی سے اصلاح منطق میں ذکر کیا ہے کہ جزء بن سعد کی اولاد میں ایک شخص کا نام عدل تھا جو تبع کا پولیس انسپکٹر تھا۔ جب تبع کسی کو قتل کرنا چاہتا تو عدل

کے ہاتھ میں اس کو دے دیتا، یہی سے یہ مقولہ لوگوں کے درمیان مشہور ہوگیا کہ وضع علی یدی عدل یعنی عدل کے ہاتھ میں چلا گیا پھر اس جملہ کو ہر اس شخص کے بارے میں استعمال کیا جانے لگا جو ہلاک ہونے والا ہوتا۔

امام ابو حاتم نے اس کلمہ کو اس معنی میں استعمال کر کے اس سے ہالک مراد لیا ہے، جو جرح کے صیغوں میں سے ایک صیغہ ہے اور بدترین درجہ کا صیغہ ہے۔

(۱۰) کان ممن اخرجت له الارض افلاذ اکبادها

ایسے لوگوں میں سے تھے جن کے لئے زمین نے اپنا خزانہ اگل دیا۔ علامہ ابن حبان نے یہ تعبیر محمد بن عبدالرحمن بیلمانی پر جرح کے لئے استعمال کی ہے۔

افلاذ من الارض زمینی خزانوں کے لئے بطور مجاز استعمال کیا جاتا ہے، جملہ کا مطلب یہ ہوا کہ یہ ایسے لوگوں میں سے تھے جن کے لئے زمین نے اپنا خزانہ اگل دیا تھا۔ ان کے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ محمد بن عبدالرحمن بیلمانی نے مشائخ سے حدیثوں کو روایت نہیں کیا بلکہ موضوع اور ضعیف روایتوں کو روایت کیا ہے، جس کی کوئی بنیاد نہیں ہے، گویا کہ زمین ان کے لئے پھٹ گئی اور اپنا خزانہ اگل دیا تھا اور انہوں نے بغیر کسی مشقت کے اس کو حاصل کرلیا یعنی یہ ضعیف اور موضوع روایات نقل کرتے ہیں۔

(۱۱) کذا و کذا: یہ کلمہ امام احمد بن حنبلؒ نے متعدد راویوں پر جرح کے لئے استعمال کیا ہے۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہے کہ استقراء سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اس سے لین کی جانب اشارہ کیا ہے۔

(۱۲) لیس من اهل قباب: یہ تعبیر امام مالکؒ کی عطاف بن خالد کے بارے میں ہے اور اس سے ضعف کی جانب اشارہ کرنا مقصود ہوتا ہے، جیسا کہ جمازات المحامل میں گذر چکا۔

(۱۳) مااشبه حدیثه بثیاب نیسابور: نیساپوری کپڑوں سے ان کی حدیث زیادہ مشابہ ہے، علامہ ابراہیم بن یعقوب جوزجانی نے محدثِ شام اسماعیل بن عیاش حمصی کے بارے میں یہ کلمہ بطور جرح کے استعمال کیا ہے، انہوں نے کہا کہ ما اشبه اسماعیل بثیاب نیسابور یرقم بایعه علی الثوب مأة ولعله

اشتراہ بعشرۃ او بدونہا یعنی اسماعیل بن عیاش نیساپوری کپڑوں سے بہت مشابہ ہے کہ ان کا بائع اس کپڑے پر جس کو دس درہم یا اس سے بھی کم قیمت میں خریدا ہوتا ہے، سو درہم کا لیبل لگا دیتا ہے تا کہ مشتری دھوکہ میں پڑ جائے۔

پھر اس جملہ کو محدثین نے بطور جرح استعمال کیا اور ایسے لوگوں کے لئے استعمال کیا ہے جو کذب بیانی اور احادیث میں کمی و زیادتی سے کام لیتے تھے۔ حالانکہ اسماعیل بن عیاش ایسے نہیں تھے۔ بلکہ ان کی روایات اہل شام سے صحیح ہوتی ہیں اور غیر اہل شام سے مختلط ہوتی ہیں۔

(۱۴) میزان (ترازو) : یہ تعبیر امام سفیان ثوریؒ نے عبدالملک بن ابی سلیمان کے لئے استعمال کی ہے۔ اور اس سے انہوں نے ان کی قوت حفظ اور ضبط کی جانب اشارہ کیا ہے۔

(۱۵) یثبج الحدیث

(۱۶) یزرف الحدیث

یہ دونوں کلمات وضع حدیث اور دروغ گوئی کی جانب اشارہ کرتے ہیں۔

(۱۷) یکتب عنہ زحفا

یہ تعبیر امام ابوحاتم نے بعض راویوں کے ضعف بیان کرنے کے لئے استعمال کی ہے۔ مثلاً خالد بن ایاس، عبدالحکیم بن عبداللہ قسملی، عبدالخالق بن زید، جب ان کے بیٹے عبدالرحمن نے سوال کیا کہ ان کی احادیث تحریر کی جاسکتی ہے؟ فرمایا زحفا۔

علامہ معلمی فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص بہ تکلف ان سے حدیث تحریر کرنا چاہتا ہے تو کوئی حرج نہیں ہے جیسے بچہ بہ تکلف سرین کے بل چلتا ہے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ امام ابوحاتم کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ ان کی روایت قابل تحریر نہیں بلکہ قابل اعتبار ہے۔ (شرح الفاظ التجریح النادرۃ او قلیلۃ الاستعمال جرح و تعدیل)

حرکات :

حرکات واشارات مثلاً ہاتھ چلانا، پیر چلانا، منہ بسورنا، چہرہ بگاڑنا وغیرہ یہ بھی بہت کم استعمال کیا گیا ہے۔

ان کی ... ت کا معنی ومفہوم سمجھنا مشکل ہوتا ہے، جب تک ان کے تلامذہ جنہوں نے ان حرکات کو دیکھا اور سمجھا ہے وہ اس کا مفہوم نہ بتائیں، ویسے تتبع اور جستجو سے پتہ چلتا ہے کہ عموماً یہ اشارات راویوں کے ضعف بیان کرنے کے لئے استعمال کئے گئے ہیں۔اھ۔

ائمۂ جرح وتعدیل نے رواۃ کے مراتب متعین کرنے کے لئے جن کلمات جرح وتعدیل کا استعمال کیا تھا ان کے بیان کے بعد اب نقدِ اسناد کے مراحل میں سے تیسرے مرحلہ کو ذکر کیا جاتا ہے۔

تیسرا مرحلہ :

تیسرا مرحلہ صحت حدیث کی تیسری شرط اتصال کی تحقیق کا ہے۔

اتصال سند کی تحقیق کے لئے ضروری ہے کہ سند کے ہر راوی کا اس کے شیخ سے سماع ثابت ہو سماع اخص ہے، ادراک یعنی معاصرت سے جیسا کہ وہ اخص ہے رویت اور لقاء (ملاقات) سے بھی چنانچہ بعض دفعہ راوی اور مروی کے درمیان معاصرت ہوتی ہے مگر رویت کا تحقق نہیں ہوتا بعض دفعہ رویت ہوتی ہے مگر ملاقات نہیں ہوتی اور کبھی ملاقات بھی حاصل ہوتی ہے مگر سماع کا تحقق نہیں ہو پاتا۔

اتصال سند کی شرط کے تحقق کے لئے امام بخاریؒ اور ان کے شیخ علی بن مدینی کے نزدیک یہ ضروری ہے کہ استاد وشاگرد کے درمیان سماع کا ثبوت ہو اور محققین نے اسی کو راجح قرار دیا ہے جب کہ امام مسلم اور بعض دیگر حضرات کے نزدیک معاصرت اور امکان لقاء بھی اتصال پر محمول کرنے کے لئے کافی ہوتا ہے بشرطیکہ راوی مدلس نہ ہو۔

جہاں تک اس شرط کے تحقق کی معرفت کا سوال ہے تو ثقہ راوی اگر اپنے شیخ سے حدثنا، اخبرنا، سمعت وغیرہ صریح سماع پر دلالت کرنے والے صیغوں سے روایت کر رہا ہے تو بلاشبہ اتصال کا ثبوت

ہوگیا اور اگر اس نے عنعنہ کے صیغہ سے روایت کیا ہو تو اب تلاش و تتبع کی ضرورت ہوگی ممکن ہے کہ حدیث کے کسی مصدر میں یہ حدیث اسی راوی کے طریق سے مل جائے جس میں سماع کی تصریح ہو تو اتصال کا فیصلہ ہو جائے گا ورنہ اس کے اور اس کے شیخ کے زمانہ اور سنین ولادت و وفات وغیرہ قرائن سے معلوم کیا جاسکتا ہے کہ راوی نے اپنے مروی عنہ کو پایا ہے یا نہیں چنانچہ امام مسلم کے مذہب کے مطابق امکان لقاء کو کافی سمجھتے ہوئے اتصال کا حکم لگایا جاسکتا ہے بشرطیکہ اس کی حدیث منکر و شاذ نہ ہو۔

نیز کتب رجال کی مراجعت سے دونوں کے مابین سماع کا ثبوت معلوم ہوسکتا ہے، خاص طور سے حافظ مزی کی کتاب "تهذيب الكمال" اس سلسلہ میں اہم رول ادا کرنے والی ہے۔ چنانچہ انہوں نے راوی کے ان شیوخ کی وضاحت کا اہتمام کیا ہے، جن سے اس کو سماع حاصل ہے اور ان تلامذہ کی وضاحت کا بھی جن کو اس سے سماع حاصل ہے، شیوخ و تلامذہ کی فہرست میں حافظ مزیؒ نے ممکنہ حد تک استیعاب کی کوشش کی ہے، چنانچہ انہیں حروف تہجی کی ترتیب پر مرتب کیا ہے حافظ مزیؒ نے سماع کے تعلق سے یہ فرق بھی اہتمام سے ظاہر کیا ہے کہ راوی نے اس شیخ سے روایت بھی کیا ہے اور اس کو سماع بھی حاصل ہے یا روایت تو کی ہے مگر اس کو سماع حاصل نہیں۔ اھ

سند پر حکم لگانے کا طریقہ :

ان تین مراحل سے گزرنے کے بعد باحث اس پوزیشن میں آجائے گا کہ حدیث کی صرف سند پر حکم لگا سکے، چنانچہ تیسری شرط اتصال کے تحقق پر اطمینان حاصل ہونے کے ساتھ اگر اس نے "تقریب" کی مدد سے راوی کے مرتبہ کی بحیثیت جرح و تعدیل کے بھی شناخت حاصل کرلی تو اسے درج ذیل ترتیب سے حکم لگانا آسان ہو جائیگا۔

(۱) اگر سند کے تمام رواۃ دوسرے یا تیسرے یا چوتھے مرتبہ سے تعلق رکھتے ہو آپ کہہ سکتے ہیں "اسناده صحيح" اس کی سند صحیح ہے۔

(۲) اگر سند میں کوئی راوی پانچویں یا چھٹے مرتبہ کا ہے تو آپ کہہ سکتے ہیں "اسناده حسن" اس کی سند

حسن ہے۔

(۳) اگر سند میں کوئی راوی ساتویں یا آٹھویں یا نویں مرتبہ کا ہے تو آپ کہیں گے "اسنادہ ضعیف" اس کی سند ضعیف ہے۔

(۴) اگر سند میں کوئی راوی دسویں مرتبہ کا ہے تو آپ کہیں گے "اسنادہ ضعیف جدا"، اس کی سند بہت ضعیف ہے۔

(۵) اگر سند میں کوئی راوی گیارہویں مرتبہ کا ہے تو آپ کہیں گے "اسنادہ متروک"، اس کی سند متروک ہے۔

(۶) اگر سند میں کوئی راوی بارہویں مرتبہ کا ہو تو آپ کہیں گے "اسنادہ موضوع"، اس کی سند موضوع ہے۔

واضح رہے کہ نتیجہ ہمیشہ ارذل کے تابع ہوتا ہے لہذا اگر کسی سند میں چار ثقہ رجال ہوں اور ایک راوی ضعیف ہو تو حکم ضعیف ہی ہونے کا لگے گا اور ان ثقہ لوگوں کا کوئی اثر نہ ہوگا کیوں کہ اس کوچہ میں ادنی اعلی پر حاکم ہوتا ہے۔

سندوں کے تعلق سے یہ چھ احکام ہوئے ان ہی میں معاملہ دائر وسائر رہتا ہے پھر اگر پانچویں یا چھٹے مرتبہ والے راویوں کو ان ہی جیسے یا ان سے اچھے روات سے متابعت حاصل ہو جائے تو ان کی سند پر صحیح کا حکم لگ جائے گا یہ صحیح لغیرہ ہوگی اور اس میں بھی وہی فرق مراتب ہوگا جو حسن لذاتہ میں تھا۔

ساتویں، آٹھویں اور نویں مرتبہ والوں کو اگر متابعت حاصل ہو جائے تو ان کی سند ضعیف سے اٹھ کر حسب مراتب حسن لغیرہ تک پہونچ جائے گی لہذا یہ کہا جا سکتا ہے کہ اسنادہ حسن۔

دسویں سے لے کر بارہویں مرتبہ تک کے رجال کو تعدد طرق سے کوئی فائدہ نہیں پہنچتا یعنی ان کی سند میں کوئی قوت نہیں آتی۔ رہا متن تو دسویں مرتبہ والوں کی حدیث جب کہ عواضد و متابعات متعدد ہوں تو اس پر حسن لغیرہ کا حکم لگ سکتا ہے جیسا کہ امام ترمذیؒ نے اس طرح کے کئی رجال کی احادیث

پر تعدد طرق کی وجہ سے حسن کا حکم لگایا ہے، البتہ گیارہویں اور بارہویں مرتبہ کے لوگوں کی حدیث کو تعدد طرق سے بالکل فائدہ نہ پہونچے گا۔ (حدیث اور فہم حدیث)

اگر کوئی ایسی سند سامنے آجائے جس کا کوئی راوی کتب ستہ کے رجال میں سے نہ ہو تو اگر وہ راوی طحاوی کا ہو تو "مغاني الاخيار" اور "تراجم الاحبار" جیسی کتابوں کی مراجعت کی جائے اور اگر مؤطا مالکؒ، مسند احمد، مسند شافعی اور مسند ابوحنیفہؒ کا راوی ہو تو "تعجيل المنفعة" کی مراجعت کرنی چاہیے اور اگر ان کتابوں کا راوی نہ ہو تو کتب عامہ کی مراجعت کرنی چاہیے، اگر اس راوی کے بارے میں ائمہ جرح وتعدیل کے اقوال مختلف ہوں تو حافظ صاحب کے بارہ مراتب میں غور کر کے اندازہ لگائے کہ حافظ صاحب کس طرح کی صورت حال میں کس طرح خلاصہ نکالتے ہیں چنانچہ عام کتب رجال میں اس راوی کے حالات کا جائزہ لے کر مجموعی طور پر ان میں غور کر کے خلاصہ نکال لے اور وہ خلاصہ [illegible] کے مراتب میں سے جس مرتبہ سے میل کھائے اس کے مطابق اس راوی کی حدیث کا درجہ متعین [illegible]

یہ تینوں مراحل تو صرف نقد اسناد سے متعلق تھے، اب رہا متن حدیث پر حکم لگا[illegible]م تو اس کے لئے ایک اور مرحلہ سے گذرنا ہوگا۔

چوتھا مرحلہ :

چوتھا مرحلہ صحت حدیث کی چوتھی و پانچویں شرط شذوذ اور علت سے محفوظ ہونے کی تحقیق کا ہے، عام طور سے متاخرین محدثین حدیث کی صحت کے لئے شذوذ اور علت سے محفوظ ہونے کی شرط بھی ضرور لگاتے ہیں۔

شذوذ کی تفسیر یہ کرتے ہیں کہ کوئی ثقہ راوی اپنی روایت میں اپنے سے زیادہ ثقہ یا اپنے جیسے یا اپنے سے فروتر متعدد ثقات کی حدیث کی مخالفت کرے۔

اور علت سے انکی مراد یہ ہے کہ سند کے بظاہر صحیح ہونے کے باوجود اس میں باطنی طور سے کوئی ایسی علت ہو جو حدیث کو ناقابل قبول قرار دے رہی ہو علت کبھی حدیث کی سند میں پائی جاتی ہے کبھی متن

میں اور کبھی دونوں میں یہی حال شذوذ کا بھی ہوتا ہے۔

شذوذ درحقیقت علت ہی کی ایک صورت ہے علت کی شناخت ہوجانے کے بعد اس کی بہت سی ایسی صورتیں بنتی ہیں جن کو الگ الگ نام سے موسوم کیا جاسکتا ہے، مثلاً شاذ، منکر، مرسل خفی، مزید فی متصل الاسانید، مقلوب، مصحف، مدرج، مضطرب وغیرہ اور کچھ شکلیں ایسی بھی بچتی ہیں، جن کو کوئی نام نہیں دیا جاسکتا یا یوں کہیے کہ علماء علل کا ضمیر اس کے معلول ہونے کی شہادت دیتا ہے مگر وہ اس کی نوعیت نہیں بیان کرسکتے اور نہ ہی اسے مدلل کرکے پیش کرسکتے ہیں، اس لئے اسے معلل قرار دیتے ہیں۔

علت کی شناخت ایک جوکھم بھرا عمل :

اس میں شبہ نہیں کہ علت کی شناخت جوکھم بھرا عمل ہے ہر کہہ ومہہ کیا بہت سے محدثین کرامؒ نے بھی اس پر کلام کرنے سے گریز کیا ہے، تاریخ میں چند ہی شخصیات پائی جاتی ہیں جنہوں نے ذخیرہ حدیث میں علتوں کی شناخت کا کام انجام دیا ہے، اور آج ہم جیسے کوتاہ علموں کے لئے تو ان کی بہت سی باتوں کو سمجھنا بھی مشکل ہے، تاہم ان حضرات کی کاوشوں کی مراجعت اور ان سے استفادہ ضروری ہے، ان سے بے نیازی بعض دفعہ مضحکہ خیز حد تک علمی غلطیوں کی منتج ہوسکتی ہے۔

علت کی شناخت میں نزاکت اس وجہ سے ہے کہ گذشتہ تینوں شرطیں (راوی کی عدالت، ضبط اور اتصال سند) کا علم تو علم جرح وتعدیل سے ہوجاتا ہے، اس علم کی بدولت راویوں کی دو قسمیں بن جاتی ہیں ایک قسم ثقات اور دوسری قسم ضعفاء اس تقسیم کے بعد اب جرح وتعدیل کا کام صرف ضعفاء کی روایات کی شناخت اور ان کی ظاہری کمیوں کی نشان دہی رہ جاتی ہے اور بس۔

جب کہ ثقات کی روایات میں ابھی اور بھی تحقیق وتفتیش کی ضرورت باقی رہ جاتی ہے کیوں کہ ضروری نہیں کہ ثقہ راوی نے جو بیان کیا وہ صحیح ہی ہو اس میں وہ کسی وہم خطا اور نسیان کا بھی شکار ہوسکتا ہے، یہ کام انہی ماہرین کا ہے جو روایات کے اندرونی امراض وعلل کو تاڑ سکتے ہیں جنہیں ہم علماء علل حدیث سے تعبیر کرسکتے ہیں۔

جیسا کہ معلوم ہوا کہ علم علل کا موضوع ثقہ محدثین کی روایات ہوتی ہیں ثقہ کی حدیث عموماً صحیح ہوتی ہے اس میں خطا و وہم یا کسی گڑبڑی کا پکڑنا اس کا متقاضی ہے کہ اس کی احادیث کو اس کے دیگر ان ساتھیوں کی احادیث سے موازنہ کیا جائے، جنہوں نے اس کے شیخ سے حدیث روایت کی ہے اس موازنہ کو محدثین "اعتبار" کا نام دیتے ہیں ظاہر ہے کہ یہ کام کسی شیخ کے جملہ شاگردوں کے نسخوں کی فراہمی کے بغیر نہیں ہوسکتا تھا یہ ماہرین علل نہ صرف ان نسخوں کو فراہم کر لیتے ہین بلکہ وہ انہیں اس طرح مستحضر ہوتے تھے کہ ان کی روشنی میں وہ اتنی سرعت سے غلطیوں کو پکڑ لیتے کہ کیا کوئی کمپیوٹر پکڑ یگا۔

پھر وہ حضرات نہ یہ کہ صرف ثقہ رواۃ کی غلطیوں کی گرفت کرتے بلکہ غلطی کا سبب اور سرچشمہ بھی جان جاتے تھے، مثلاً راوی کا ذہول نسیان اپنے نوشتوں سے دور سفر میں ہونا بڑھاپا، یا ظاہری یا معنوی طور پر غیر معمولی جھٹکا یا ناجنس کی صحبت وغیرہ۔

معلل کی معرفت کیسے ہو؟

علم علل کے ان ماہرین نے اپنی جودت طبع، حذاقت اور نبض شناسی کی خداداد صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے جو کچھ کارہائے نمایاں انجام دئے ہیں، تاریخ نے اپنے سینوں میں انہیں محفوظ اور باقی رکھا ہے۔ علل احادیث پر کلام کرنے والے علماء اگر چہ کم ہیں مگر جو کچھ بھی انہوں نے علمی ورثہ چھوڑا ہے وہ انتہائی بیش قیمت ہے علماء جرح و تعدیل نے اگر ہمارے لئے ضعفِ رجال کی معرفت کو آسان بنایا ہے تو ان حضرات نے ہمارے سامنے ثقہ رواۃ کی ان احادیث کو چھانٹ کر رکھ دیا ہے، جن میں انہوں نے غلطی کی ہے دونوں کا فرق واضح ہے، چنانچہ جب آپ سے کہا جائے گا فلاں راوی ضعیف ہے تو آپ اس کی تمام احادیث پر ضعف کا حکم لگادیں گے چاہے وہ جتنی بھی ہوں اسی طرح جب آپ کو بتایا گیا کہ یہ راوی ثقہ ہے تو اس کی تمام مرویات پر آپ صحت کا حکم لگادیں گے ان کی تعداد چاہے جتنی ہو علاوہ ان احادیث کے جن کا ماہرین علم علل نے استثناء کردیا ہو ان ہی استثناءات کو جاننے کی ضرورت ہے اور خدا کا شکر ہے وہ محفوظ اور مدون شکل میں موجود ہیں۔

اس طرح کی احادیث کا سب سے بڑا مجموعہ عجوبہ روزگار امام دارقطنی کی کتاب "العلل الواردۃ فی الاحادیث النبویۃ" ہے، ہمارے علم کے مطابق اب تک اس کی گیارہ جلدیں زیور طبع سے آراستہ ہوگئی ہیں۔ ترتیب مسانید صحابہؓ پر ہے، صحابیؓ کے نام کی مدد سے اس میں دیکھا جاسکتا ہے، اگر موجود ہوتو جو بھی علت دارقطنی نے بیان کی ہوگی باحث اسے نقل کرسکتا ہے۔

اگر مطبوعہ حصہ میں اس صحابیؓ کا مسند نہ ملے تو چونکہ کتاب مکمل موجود نہیں ہے اس لئے دوسری کتب علل کی جانب مراجعت کی جائے، اس فن کی دوسری اہم ترین کتاب ابن ابی حاتم کی "علل الحدیث" ہے، جس میں فقہی ترتیب پر احادیث کو جمع کیا گیا ہے اور ابن ابی حاتم نے اپنے والد ابوحاتم رازی سے پوچھ کر احادیث کی علتوں کو اس کتاب میں جمع کردیا ہے۔

تیسری بہت اہم کتاب امام ترمذیؒ کی کتاب "العلل الکبیر" ہے جس کی اصل ترتیب تو معلوم نہیں، کیا تھی؟ قاضی ابوطالب نے اس کو جامع ترمذیؒ کے ابواب پر مرتب کردیا ہے جس کی وجہ سے استفادہ آسان ہوگیا ہے، اس میں ترمذیؒ نے خود بھی علتوں پر کلام فرمایا ہے اور عموماً امام بخاریؒ، امام دارمیؒ وغیرہ ماہرین علل کے حوالہ سے علتیں نقل بھی فرمائی ہے۔

احتیاطاً باحث کو امام احمدؒ کی کتاب "کتاب العلل" امام بخاریؒ کی "التاریخ الکبیر"، ابوبکر بزار کی کتاب "المسند المعلل" اور طبرانیؒ کی "المعجم الاوسط" وغیرہ کی بھی مراجعت کرلینی چاہیے۔

چونکہ کتب تخاریج کا اصل موضوع ہی احادیث کے درجات کو بیان کرنا اور ان کی علتوں کو تلاش کرکے ذکر کرنا ہے اس لئے "نصب الرایہ للزیلعی، تلخیص الحبیر لابن حجرؒ" بلکہ ابن حجر کی حدیثی تحقیقات کا مجموعہ "موسوعۃ الحافظ ابن حجر الحدیثیہ" کی بھی ضرور مراجعت کرنی چاہیے، اگر ان مصادر میں زیر بحث حدیث کی کوئی علت مل گئی تو ذکر کردی جائے ورنہ گمان غالب یہ ہے کہ اس حدیث میں کوئی علت نہیں ہے۔

پانچواں مرحلہ :

پانچواں مرحلہ رہ جاتا ہے حاصل نقد کی تشکیل وتدوین کا تو یہ مرحلہ بھی گذشتہ چاروں مراحل کے دوران کافی حد تک طے ہو چکا ہوتا ہے یہاں صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ باحث اپنے حاصل جستجو اور نتیجہ بحث کو کاغذ پر کس طرح نقل کرے اس کی تعبیر کیا ہونی چاہیے۔

جیسا کہ یہ بات پوری طرح عیاں ہو چکی کہ حدیث کی اسناد کا درجہ کتب رجال خصوصاً تقریب التہذیب کی مدد سے متعین کرنا آسان ہے البتہ علت اور شذوذ پر واقفیت کا کام بہت مشکل ہے۔اس لئے مذکورہ بالا مصادر میں تلاش بسیار کے باوجود باحث کی خیریت اسی میں ہے کہ وہ حکم لگاتے وقت جلد بازی سے کام لیتے ہوئے یہ نہ کہے هذا حديث صحيح یا حديث حسن یا حديث ضعيف بلکہ یوں کہے هذا حديث صحيح الاسناد یا اسناده صحيح یا هذا حديث حسن الاسناد یا اسناده حسن یا هذا حديث ضعيف الاسناد یا اسناده ضعيف

کیونکہ حدیث صحیح یا حدیث حسن کہنے کی صورت میں کبھی ایسا ہو سکتا ہے کہ کوئی حدیث جس کی سند اس سے زیادہ قوی ہو اس کے معارض پیش آجائے، چنانچہ جس حدیث پر صحت کا حکم لگ چکا ہے اب وہ شاذ ہو جائے گی یا ممکن ہے بعد میں کوئی علت ظاہر ہو جائے جو اس کی صحت کے منافی ہو جس پر باحث مطلع نہیں ہو سکا تھا۔

اسی طرح هذا حديث ضعيف کہنے کی صورت میں ممکن ہے اسے بعد میں کوئی متابع یا شاہد مل جائے جس سے قوت پاکر وہ سند حسن لغیرہ تک پہونچ رہی ہو تو ان سب صورتوں میں باحث کو اپنے سابقہ حکم میں تبدیلی کرنی پڑیگی جس سے اس کا علمی وقار مجروح ہوگا۔(حدیث اور فہم حدیث)

ان جملہ صبر آزما عمل، محنت ومشقت کے بعد آپ کسی حدیث پر حکم لگا سکتے ہیں اور یہ بھی یاد رہے کہ خالی کتابوں میں حدیث پر حکم لگانے کا طریقہ پڑھ کر حدیث پر حکم لگانے کی جسارت نہیں کرنی چاہیے جب تک کسی ماہر فن کی ملازمت طویلہ اختیار نہ کر لی جائیں۔

باب چہارم

فقه الحديث و معرفة ما فيه من احكام و فوائد و آداب

فقہ حدیث کے متعلق زیادہ عرض کرنے کی ضرورت نہیں ہے، اس لئے کہ فقہ حدیث پر کلام عام طور پر شروعات میں ضرور ہوتا ہے، ہاں یہ بات ضرور یاد رہے کہ احادیث فقہ کے ساتھ ساتھ اخلاق و آداب سے متعلق احادیث پر بھی نگاہ رکھنی چاہیئے تاکہ اسلامی آداب اور نبوی اخلاق اپنانے کی ترغیب ملے۔

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ فن حدیث کی عظمت وتوقیر کرنے کی توفیق عنایت فرمادیں اور اخلاص اور امانت داری کے ساتھ اس کی خدمت، اشاعت اور حفاظت کے لئے قبول فرمادیں۔ آمین

اہم مصادر ومراجع

۱۔ترمذی

۲۔ارشادالساری

۳۔المعجم الاوسط

۴۔لسان المیزان

۵۔حجۃ اللہ البالغہ

۶۔تاریخ دعوت وعزیمت

۷۔صفحات من صبر العلماء

۸۔مقدمہ ابن صلاح

۹۔المقاصد الحسنہ

۱۰۔الغماز علی اللماز

۱۱۔الاسرار المرفوعہ

۱۲۔کشف الخفاء

۱۳۔تذکرۃ الموضوعات

۱۴۔تنزیہ الشریعۃ المرفوعہ

۱۵۔تناقضات الالبانی

۱۶۔مسند احمد

۱۷۔ابوداؤد

۱۸۔ابن ماجہ

۱۹۔اوجز المسالک

۲۰۔نزھۃ النظر شرح نخبۃ الفکر

۲۱۔تصحیفات المحدثین

۲۲۔الرسالۃ المستطرفہ

۲۳۔جرح وتعدیل (اردو)

۲۴۔شذرات الذھب

۲۵۔فتح المغیث

۲۶۔المغنی فی ضبط اسماء الرجال

۲۷۔تدریب الراوی

۲۸۔غریب الحدیث للخطابی

۲۹۔ابوعبید قاسم بن سلام

۳۰۔تذکرۃ المحدثین

۳۱۔تخریج الحدیث

۳۲۔حدیث اور فہم حدیث

۳۳۔معجم البلدان

۳۴۔تہذیب الکمال

۳۵۔تہذیب التہذیب

۳۶۔الکاشف وذیل الکاشف

۳۷۔خلاصۃ الخزرجی

۳۸۔معرفۃ علوم الحدیث

۳۹۔الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب

۴۰۔الاصابہ

۴۱۔تاریخ السنۃ المشرفہ

۴۲۔الکامل فی ضعفاء الرجال

۴۳۔التقییدو الایضاح

۴۴۔الکفایہ فی علم الروایہ

۴۵۔الرفع والتکمیل

۴۶۔شرح الفاظ التجریح النادرۃ او قلیلۃ الاستعمال

۴۷۔سیر اعلام النبلاء

۴۸۔شذرات الذہب

۴۹۔وفیات الاعیان

۵۰۔النجوم الزاہرۃ

۵۱۔غریب الحدیث ابو اسحاق حربی

۵۲۔کتاب الدلائل

۵۳۔المجموع المغیث

Al-Hamdulilah
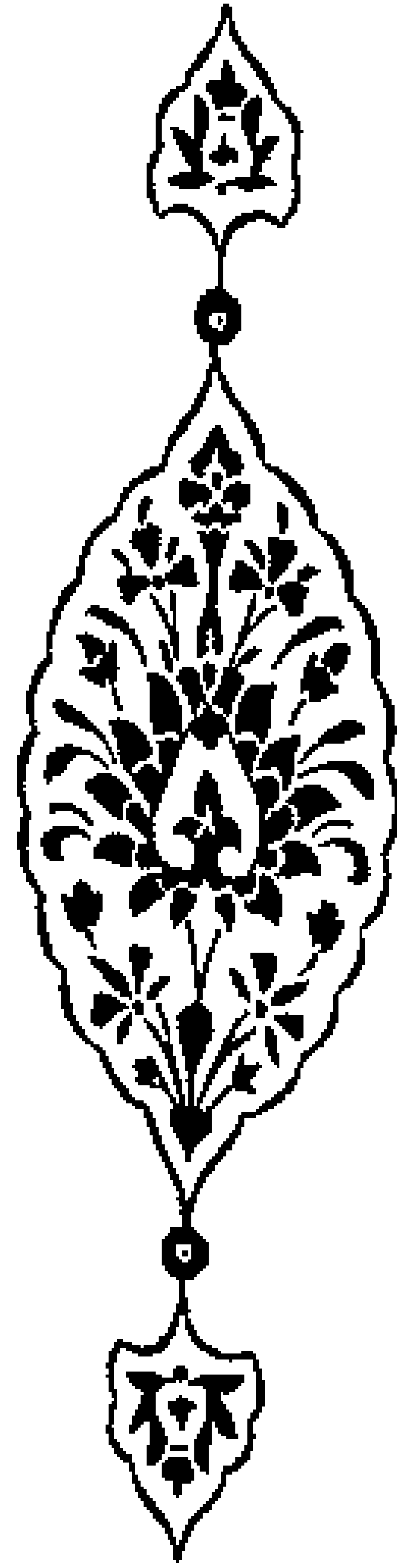
طباعت : سیّد کلیم اللہ خطیب، خطیب افسٹ، جمالپور، احمد آباد۔

ہم علم حدیث کیسے پڑھیں؟

محمد ادریس بن محمد یوسف گونیا گودھروی

جامعہ کنز العلوم جمالپور احمد آباد

ادارۂ صدیق
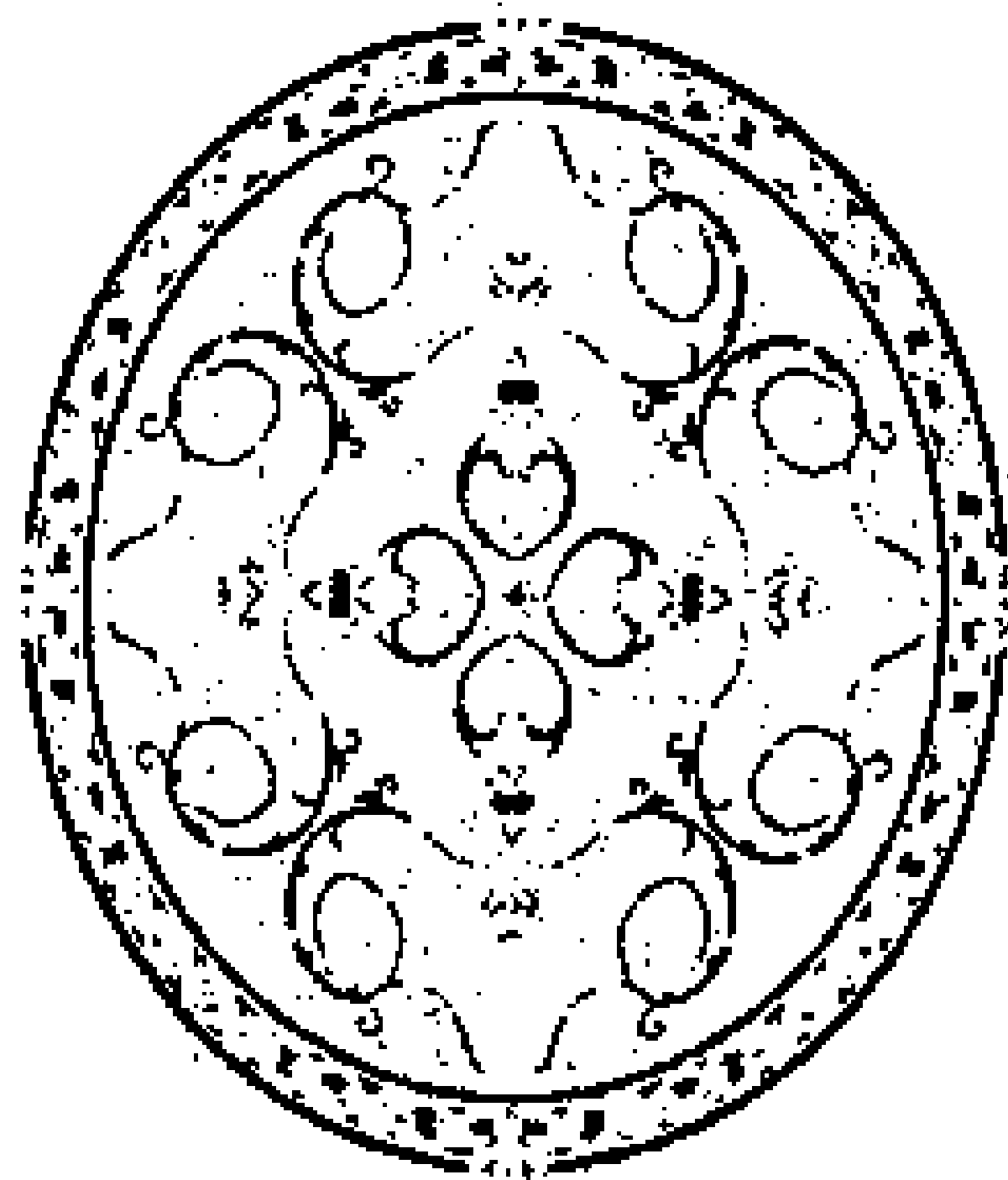
ڈابھیل ضلع نوساری گجرات

نام کتاب	:	ہم علم حدیث کیسے پڑھیں؟
تالیف	:	محمد ادریس بن محمد یوسف گودھروی
کمپوزنگ	:	قاسمی کمپیوٹر، گودھرا۔ M:09924569399
سن اشاعت	:	۲۰۱۳ء ۱۴۳۴ھ

کتاب ملنے کا پتہ

(ادارۂ صدیق، ڈابھیل : 09913319190)

(امرین بک ایجنسی، احمد آباد : 08401010786)

(مکتبۂ حرم، احمد آباد : 08401107142)

(تاجرانِ کتب اس نمبر پر رابطہ کریں : 07698364621)

انتساب

میں اپنی اس حقیر کاوش کو جامعہ رحمانیہ گودھرا، جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل اور جامعہ مظاہر علوم سہارنپور اور ان اداروں کے اساتذہ کرام کی طرف منسوب کرتا ہوں، جنکی خصوصی توجہات، کاوشوں اور دعاؤں کا یہ ثمرہ ہے، اللہ تعالیٰ ان اداروں کے تعلیمی، تربیتی اور اصلاحی معیار کو بلند سے بلند تر فرمائیں اور حضرات اساتذۂ کرام کو دارین میں بہترین بدلہ نصیب فرمائیں۔ (آمین)

فہرست

فہرست

فہرست

فہرست

فہرست

فہرست

فہرست

فہرست

نمبر شمار		نمبر صفحہ
۱۳۸	مرسل روایت کرنے والوں پر کتابیں	۲۰۶
۱۳۹	کتب ثقات وضعفاء	۲۰۷
۱۴۰	کتب طبقات	۲۰۷
۱۴۱	کتب تاریخ	۲۰۸
۱۴۲	تواریخ بلاد مخصوصہ	۲۱۰
۱۴۳	کتب کنی واسماء	۲۱۱
۱۴۴	کتب القاب	۲۱۲
۱۴۵	کتب انساب	۲۱۴
۱۴۶	کتب وفیات	۲۱۶
۱۴۷	کتب بلدان	۲۱۸
۱۴۸	صحابہؓ سے متعلق کتابیں	۲۱۹
۱۴۹	الاستیعاب فی معرفۃ الاصحابؓ	۲۱۹
۱۵۰	اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃؓ	۲۲۰
۱۵۱	تجرید اسماء الصحابۃؓ	۲۲۲
۱۵۲	الاصابہ فی تمیز الصحابۃؓ	۲۲۴
۱۵۳	نقد اسناد کے مراحل	۲۲۹
۱۵۴	رجال اسناد کی تعیین	۲۲۹
۱۵۵	رواۃ کی عدالت اور ان کے ضابط ہونے کی تحقیق	۲۳۰
۱۵۶	مراتب تعدیل اور ان کے کلمات	۲۳۲
۱۵۷	اصحاب مراتب تعدیل کا حکم	۲۳۴

فہرست

نمبر شمار	فہرست	نمبر صفحہ